ایمان کی اہمیت وحفاظت کے سلسلے میں انتہائی موثر ومفید کتاب

فضائلِ ایمان





مؤلف

مفتی محمد نعیم

دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی
خطیب مسجد توحید ڈیفنس آفیسرز ہاؤسنگ سوسائٹی ملیر کینٹ کراچی

ناشر

مکتبۃ النور کراچی

فضائلِ ایمان

☆ دعوت ایمان اور اس کی حفاظت و اہمیت کی ایک اہم دستاویز،

☆ ایمانی اوصاف اور خصلتوں کی تعلیمات کا ایک قیمتی مجموعہ،

☆ ایمان کے عملی پہلوؤں کا اہم ذخیرہ،

☆ ہر مسلم اور غیر مسلم کیلئے یکساں اور انتہائی مفید،

☆ ہر شخص کی ضرورت اور گھر کیلئے انتہائی مفید،

☆ آئمہ خطباء اور اللہ کے راستے میں سرگرم داعیوں کیلئے سامان دعوت وارشاد

تالیف

مولانا مفتی محمد نعیم صاحب مدظلہ

استاذ دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس کراچی

ندائے ایمان

رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا (آل عمران)

ترجمہ

اے ہمارے پروردگار! ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا کہ

وہ ایمان لانے کو پکارتا ہے کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لے آؤ

سو ہم ایمان لے آئے۔

عرض ناشر

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین ۔امابعد!

شریعت مطہرہ کی روشنی میں ایمان وہ متاع ہے جسکے حصوں کی دعوت تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی بعثت کا مقصد تھا۔ اسی ایمان کی تکمیل کیلئے سید الاولین والاخرین حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ آپ کے صحابہ کرام، تابعین عظام اور بعد کے ادوار کے تمام اولیاء اللہ اسی ایمان کی دعوت میں تادم آخر کوشاں رہے، دلوں کے ظلمت کدہ میں ایمان کے چراغ جلاتے رہے۔ اور مردہ دلوں کو حرارت ایمانی سے جلا بخشتے رہے۔

ایمان کی اہمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے تمام اہم کتب حدیث کی ابتداء باب الایمان سے ہوتی ہے اس لئے کہ ایمان ایک ایسی متاع ہے کہ اگر انسان اسکی حفاظت عمل کیساتھ ساتھ کرتا رہے تو راہ نجات بحسن وخوبی طے ہو جاتی ہے۔

اگر حضرات اسلاف کی زندگی میں غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ان کی مجالس ایمان کے تذکروں سے آباد تھیں

چنانچہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحۃ رضی اللہ عنہ میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کرتے تھے۔ کہ آؤ ہم کچھ دیر اپنا ایمان تازہ کرلیں، کیونکہ دل اس ہانڈی سے زیادہ جلدی پلٹ جاتا ہے جو خوب زور شور سے ابل رہی ہو۔ اسی طرح حضرت اسود بن ھلال رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کیساتھ چل رہے تھے کہ اتنے میں انہوں نے فرمایا کہ آؤ کچھ دیر بیٹھ کر اپنا ایمان تازہ کرلیں

زیر نظر کتاب ''فضائل ایمان'' دلوں سے مادیت کا رنگ چھڑا کر ایمان کی روشنی عطا کرتی ہے، اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی محبت وعظمت، آخرت کی فکر، جنت کا شوق اور جہنم کا خوف پیدا کرتی ہے، ایمان کی اہمیت ورفادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے اس

اہم ترین متاع کی حفاظت کے گر سکھلاتی ہے۔ اس کتاب کا حق یہ ہے کہ تمام بنی نوع انسان کے افراد اس کا بار بار مطالعہ کریں۔ ائمہ حضرات مساجد میں اسکا درس دیں۔ گھروں اور اسکول و کالج میں اسکی تعلیم ہو۔

فضائل ایمان کے اس سے پہلے متعدد ایڈیشن چھپ کر علماء وعوام میں مقبولیت حاصل کر چکے ہیں اور اندرون و بیرون ملک عوام وخواص کے ہاتھوں میں پہنچ کر تجدید ایمان ،حلاوت ایمان اور تکمیل ایمان کا سبب بن چکے ہیں۔ اب آپ کے ہاتھوں میں اسکا چوتھا ایڈیشن ہے۔ اس کے لئے حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب مدظلہ نے ''مکتبۂ النور کراچی'' کا انتخاب فرمایا جو کتابوں کی اشاعت کے حوالہ سے ظاہری اور باطنی خوبیوں سے مالا مال ہے، اس سے قبل حضرت مفتی صاحب کی دیگر کتب مثلاً تفہیم الفقہ ،معلم القرآن ،لغت القرآن ،مثنوی مولانا روم کے ایمان افروز واقعات ،ایمان افروز دعائیں وغیرہ شائع کر کے یہ ادارہ عوام وخواص سے داد وصول کر چکا ہے

حق جل شانہ اس کتاب کو شرف قبولیت سے نوازے، اسکا نفع عام وتام فرمائے اور انتظامیہ مکتبۃ النور کراچی کیلئے ذخیرۂ آخرت بنائے اور ایسے اشاعت خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

وتب علينا انك انت التواب الرحيم

مفتی ابوالیمان

ناظم مکتبۃ النور کراچی۔

فضائل ایمان

ابتدائیہ

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

یہ ان دنوں کی بات ہے جب احقر راقم الحروف دارالعلوم کراچی کے پُرنور ماحول میں درجہ تخصص کے سال دوم کا آغاز کر رہا تھا، دل میں ایک ہیجان اور شوق تھا اور خوب شدت سے تقاضہ کہ موجودہ اور آنے والے پُرفتن دور میں ایمان اور عقیدہ جس بری طرح مجروح اور اس کے پائے استقامت میں تزلزل پیدا ہو رہا ہے، ضرور اس موضوع پر اپنے پیارے رسول، سرور دوعالم، رحمت کائنات، ہادی عالم، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات کی روشنی میں پوری انسانیت کو "ایمان" کی دعوت دی جائے تاکہ وہ اپنی ابدالآباد کی زندگی میں عذاب سے بچ کر جنت حاصل کرلیں۔

سچ یہ ہے کہ وہ ولولہ اور شوق جو رہ رہ کر دل میں اٹھ رہا تھا میرے شیخ شفیق الامت حضرت مولانا شاہ محمد فاروق صاحب (سکھروی) قدس اللہ سرۃ العزیز کی دعاؤں اور صحبت مبارکہ کی برکت تھی جو آج کتاب کی صورت میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ناچیز کے ساتھ ان کے حسن ظن کو بارگاہ خداوندی میں شرف قبول حاصل ہونے کی بڑی امید ہے۔

مجھے خوب یاد ہے کہ تخصص کے دوران جب یہ ناکارہ حضرتِ والا رحمہ اللہ کے وصال سے ایک ہفتہ پہلے سکھر کی خانقاہ میں حاضر ہوا اور اس کتاب کی ابتداء کی چار فصلوں کا مسودہ بغرض اصلاح پیش کیا تو حضرت والا نور اللہ مرقدہٗ نے ہمہ تن متوجہ ہو کر لفظ بلفظ مسودہ پڑھا، کبھی وجد کی کیفیت طاری ہوتی، کبھی کسی فقرے پر گنگنانے کی آواز آتی۔ کبھی کوئی جملہ مکرّر پڑھتے۔ کبھی اہل مجلس کو اونچی آواز سے سناتے۔ اور آخر

میں ارشاد فرمایا:

"الحمد للہ مجھے اس سے بڑا نفع ہوا اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائیں اور خوب دعاؤں سے سرفراز فرمایا۔"

جی ہاں! یہی وہ حوصلہ افزائی اور دعاؤں کی برکت تھی کہ الحمد للہ نئے ولولے اور شوق کے ساتھ کتاب لکھنے میں تیزی آگئی۔ بے اختیار دل کی گہرائیوں سے یہ دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں اور ہمیشہ ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ اس کتاب اور اس کے مصنف کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔

حضرت والا کے وصال کے بعد میرے شیخ ثانی میرے محسن و مربی حضرت والا کے محبوب خادم اور خلیفہ اجل سیّدی حضرت مولانا ڈاکٹر محمد صابر صاحب مدظلہٗ العالی نے دستِ شفقت اس ناکارہ کے سر پر رکھا اور کتاب کی ابتداء سے لے کر انتہاء اور انتہاء سے طباعت تک اور طباعت سے لے کر آپ کے ہاتھوں میں آنے تک مسلسل دعاؤں اور توجہات سے نوازا...... اور پوری کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ فرمایا، بہت سارے مقامات میں مفید مشوروں سے نوازا...... اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت فرمائیں اور چاردانگ عالم میں ان کے فیض کو پھیلا دیں...... اور ہم سب کو ان کی تعلیمات سے مستفیض فرمائیں۔

یوں تو میرے سارے ہی اساتذہ لائق شکر و امتنان ہیں۔ مگر خاص طور پر سیدی و استاذی حضرت مولانا مفتی محمد طیّب صاحب مدظلہٗ (جامعہ امدادیہ فیصل آباد) قابل صد شکر ہیں جن کے احسانات اور کرم نوازیوں کا ذکر اس ناکارہ کے بس سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور میرے سارے اساتذہ و محسنین کو دین و دنیا میں بھلائیاں اور عافیت عطاء فرمائیں۔ اس کتاب کے معتد بہ حصہ میں حضرت موصوف کی نظر اصلاح کے ساتھ ساتھ مفید مشورے اور دعائیں بھی شامل ہیں۔

چوں کہ یہ کتاب ایک ناقص العلم اور کج فہم طالب علم کی پہلی کوشش ہے اس لیے

عین ممکن ہے کہ اس میں بہت سی باتیں قابل اصلاح ہوں۔ خاص طور پر حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات کی نقل وترتیب اس ناچیز کی بڑی جرأت اور بے باکی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے گھر کی پرنور فضاء میں میزاب رحمت اور حطیم کے سامنے بیٹھا ہوا بصد عجز و نیاز استغفار کرتا ہوں۔

حضرات فقہاء اور حضرات علماء جن کا بجا طور پر منصب دین کی سرحدوں کی حفاظت اور چوکیداری ہے۔ ان کی مدلّل تنبیہات اور تنقیدات کو علی الرأس والعین قبول کرتے ہوئے اصلاح کی حتی الوسع کوشش کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول فرمائیں اور اس ناکارہ، اس کے والدین، مشائخ، اساتذہ، اعزہ اور تمام محسنین کے لیے ذخیرہ آخرت بنادیں۔

ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم.
و تب علينا انک انت التواب الرحيم اللهم
لاتنزع منا صالح ما اعطيتنا ولاتفتنا فی ما
اکرمتنابه. وصلی الله تعالیٰ علی خير خلقه
سيدنا ونبينا و مولانا محمد وعلی آله
واصحابه الطيبين الطاهرين وعلی کل من
تبعهم بإحسان الی يوم الدين.

شوال المکرم ۱۴۲۲ھ — محمد نعیم عفا اللہ عنہ
نزیل مکة المکرمة
كَتَبه فی رِحابِ بیتِ الله الحرامِ بمکة المکرمة

تقریظ

جامع المحاسن حضرت اقدس ڈاکٹر محمد صابر صاحب دامت برکاتہم العالیہ

الحمدللّٰہ رب العٰلمین، والصّلاۃ والسّلام علی سیّد المرسلین، وعلٰی آلہ واصحابہ اجمعین، وعلی کلّ من تبعھم باحسانٍ إلی یوم الدّین. وبعد!

شریعت مطہرہ میں ایمان واسلام صفت انقیاد واطاعت کی اس آخری منزل کا نام ہے جس کے بعد اوامر الٰہیہ اور منہیات شرعیہ کے قبول کرنے سے قلب میں کوئی انحراف باقی نہ رہے، مخبر صادق پر وہ اعتماد حاصل ہو جائے کہ پھر دل کی تمام خوشحالی اور روح کا کامل سرور اس کی تصدیق میں منحصر نظر آنے لگے، ایسا جذبہ وفاداری پیدا ہو جائے کہ دلائل کی طلب ہی باقی نہ رہے، راہِ حق میں ہر نئی قربانی ایک نئی لذت ہو، اور ایک ادنیٰ نافرمانی وہ تلخ گھونٹ بن جائے جو گلے سے اتارے نہ اترے۔ ایمان کی حقیقت دل میں اتر جانے کے بعد اس کے راستے میں قربانیاں شیریں بن جاتی ہیں اور اس کے خلاف ساری خوشحالیاں کانٹے نظر آنے لگتے ہیں، اس کے نام پر گردنیں کٹوا دینا حیات ابدی معلوم ہو اور اپنی قربان گاہ سے ایک قدم پیچھے ہٹنے میں موتِ ابدی نظر آئے۔ ایمان میں اسی منزل کا نام یقین ہے۔ اسی پر مذہب کی تمام بنیاد قائم ہے، کوئی عقیدہ اپنے دامن میں خواہ کتنی ہی نزاہت اور رفعتیں کیوں نہ رکھتا ہو، مگر اس نورِ ایمانی کے بغیر شریعت کی نظر میں وہ صرف ایک ظلمت کدہ اور سراسر تاریکی ہے اور کوئی عمل مجاہدات وریاضات کے خواہ کتنے ہی مراحل طے کر چکا ہو، اس روح ایمانی کے بغیر مردہ جسم کی مانند ہے اور میزان آخرت میں بالکل بے وزن ہے۔

صاحب اتحاف کے بقول امام ابن ابی شیبہ، امام بیہقی وغیرہ نے اپنی اپنی کتابوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

''پہلے ایمان ایک سفید نقطہ کی شکل پر قلب میں نمودار ہوتا ہے اور جتنا ایمان بڑھتا جاتا ہے اسی قدر یہ نقطہ پھیلتا جاتا ہے یہاں تک کہ جب ایمان مکمل ہو جاتا ہے تو سارا قلب سفید ہو جاتا ہے، یہی حال نفاق کا ہے کہ پہلے سیاہ نقطہ کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور بالآخر تمام قلب سیاہ ہو جاتا ہے خدا کی قسم! اگر تم مومن کا قلب نکال کر دیکھو تو بالکل سفید پاؤ گے اور ایک منافق کا قلب دیکھو تو بالکل سیاہ دیکھو گے۔''

(ترجمان السنۃ)

''انسان کے قلب میں جس قدر نور بڑھتا رہتا ہے اس قدر اس کے ظاہری اعمال میں اللہ تعالیٰ کے احکامات بجالانے اور اس کی حرام کردہ چیزوں سے اجتناب کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اخلاق رزیلہ زائل ہو جاتے ہیں اور اخلاق فاضلہ اس کی جگہ لے لیتے ہیں، اور قلب کو وہ وسعت میسر آتی ہے کہ سارا عالم اس کی نظر میں ایک نقطہ کی مثل ہو جاتا ہے۔ جس طرح کامل ایمان کی برکت سے اعمال صالحہ کا ظہور ہوتا ہے اسی طرح اعمال صالحہ پر محنت سے نور ایمانی میں اضافہ ہوتا ہے۔ چنانچہ عمر بن حبیب صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم خدا کی تسبیح و حمد میں مشغول ہوں تو یہی ایمان کی زیادتی ہے اور جب غفلت و نسیان میں مبتلا ہو جائیں تو اسی کا نام ایمان کا نقصان ہے۔'' (ترجمان)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''مسلمان کے لیے سمجھ کی بات یہ ہے کہ وہ اپنے ایمان کی نگرانی کرتا رہے کہ کچھ بڑھ رہا ہے یا گھٹ رہا ہے۔''

(ایضاً)

یہ تو تھا ایمان، اس کی اہمیت وضرورت اور انسانی زندگی پر پڑنے والے اس کے اثرات کا مختصر جائزہ، دوسری طرف جب ہم اپنے پرفتن دور کی طرف نظر دوڑاتے ہیں تو ہمیں سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ معجزانہ ارشاد اور پیشین گوئی دعوت فکر دے رہی ہے جو اس پرآشوب ماحول کی پوری تصویر ہے:

بَادِرُ وا بِالْاَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِيْ كَافِرًا وَيُمْسِيْ مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا يَبِيْعُ دِيْنَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا (رواہ مسلم)

''اعمال صالحہ میں جلدی کرو، قبل اس کے کہ وہ فتنے ظاہر ہوجائیں جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند ہونگے (اور ان فتنوں کا اثر یہ ہوگا کہ) آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اٹھے گا اور شام کو کافر بن جائے گا، اور شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کفر کی حالت میں اٹھے گا، نیز اپنے دین ومذہب کو دنیا کی تھوڑی سی متاع کے عوض بیچ دے گا۔''

یہ وہ متاع ایمان ہے جس کی دعوت تمام انبیاء کرام کا مقصد بعثت تھا، اسی کے لیے سب سے آخر میں سید الاولین والآخرین حضور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے صحابہ کرام، تابعین عظام، اور بعد کے ادوار کے سب اہل اللہ اور علماء تقاریر و خطبات، تحریر وتصنیف، مجالس ومواعظ کے ذریعے تادم آخر کوشاں رہے اور دلوں کے ظلمت کدہ میں ایمان کے چراغ جلائے اور مردہ دلوں کو ایمان کی حرارت پہنچائی ......اہل اللہ کاملین کے اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی میرے محبوب مرشد، شفیق

الامت حضرت مولانا شاہ محمد فاروق صاحب رحمہ اللہ تھے، جنہوں نے اپنی پوری زندگی ایمان ویقین، تزکیہ واصلاح کی دعوت میں صرف کردی۔ آپ کے فیضان کا جو عظیم الشان سلسلہ جاری ہوا اُس کی ایک کرن ''فضائل ایمان'' کی صورت میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ جسے بتوفیقہ تعالیٰ میرے محبوب شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی دعاؤں وتوجہات کی برکت سے محبِ مرشد، صدیقِ صادق، عزیزم مولوی مفتی محمد نعیم صاحب مدظلہٗ نے تالیف کیا ہے۔ جس میں ایمان کی حقیقت، اس کی ضرورت و اہمیت، حفاظت وترقی کے اسباب اور ایمان کو نقصان پہنچانے والے عوامل سے اجتناب پر احادیث مبارکہ، اقوال سلف رحمۃ اللہ علیہم کی روشنی میں سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

بندہ کو بذات خود اس کتاب کے مطالعہ سے بے حد نفع ہوا۔ اور ایمان میں ترقی و افزونی محسوس ہوئی، امید ہے کہ آپ کو بھی اس کے مطالعہ سے بے حد نفع ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس کتاب کا حق یہ ہے کہ تمام بنی نوع انسان کے افراد اس کا بار بار مطالعہ کریں اور اپنا حرزِ جان بنالیں، خاص طور پر تمام اہل اسلام انفرادی اور اجتماعی طور پر اس کتاب کے پیغام اور دعوت پر خود بھی عمل کریں اور دوسروں تک پہنچائیں، مختلف اہل زبان اس کتاب کا اپنی زبانوں میں ترجمہ کرکے لوگوں تک ایمان کی دعوت پہنچائیں۔ ائمہ اور خطباء حضرات اپنی اپنی مساجد میں اس کا درس دیں۔ کوئی گھر اس کتاب سے خالی نہ ہو، یہ کتاب مسلم، غیر مسلم، مرد، عورت، بچے، بوڑھے ہر شخص کے لیے یکساں مفید ہے۔

حق تعالیٰ جل شانہ اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائیں اور اس کا نفع عام و تام فرمائیں، جمیع امت مسلمہ کو اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائیں، آخرت میں سبب مغفرت وذریعہ نجات بنائیں۔

حق تعالیٰ میرے عزیز کو بخلوص وصدق، بکمالِ ایمان واحسان مدت مدید تک

خدمت خلق واشاعت دین کی توفیق عطا فرمائیں۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

اللّٰھُمَّ وفِّقْنا لِمَاتُحِبُّ وَتَرْضٰی مِنَ القُوْلِ وَالْعَمَلِ وَالْفِعْلِ وَالنِّیۃِ وَالْھدیٰ انک عَلٰی کُلِّ شَیءٍ قَدِیرٍ

احقر محمد صابر عفی عنہٗ
خانقاہ مسیحیہ
باغ حیات سکھر
۱۰ر محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آغاز اللہ تعالیٰ کے بابرکت نام سے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک لاڈلے صحابی حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

> ''ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کا ایسی حالت میں شرف حاصل رہا کہ ہم طاقتور جوان تھے، ہم نے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے سے پہلے ایمان سیکھا، پھر جو ہم نے قرآن سیکھا تو ہمارا ایمان بڑھتا ہی رہا۔''(۱)

آیئے! آج سے ہم بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روح پرور اور ایمان افروز زمانے کو اپنا امام بناتے ہوئے ''ایمان'' سیکھیں اور ایمانی طاقت ونورانیت کے ذریعہ جن برکات وثمرات سے خیر القرون کے نفوسِ قُدسیہ نے جی بھر کر فائدہ اٹھایا، ہم بھی اس پرفتن دور میں کھلی آنکھوں ایمان کی ان بہاروں کا مشاہدہ کریں۔

ایمان کی اہمیت وضرورت، ایمان کے فضائل، ایمان کی حفاظت کے طریقے اور ایمانی تقاضوں اور اوصاف سے متعلق، آیات کریمہ، احادیث مبارکہ اور حضراتِ سلف رحمتہ اللہ علیہ کے ارشادات انشاء اللہ آئندہ ابواب میں ہمارے محترم قارئین ملاحظہ فرمائیں گے۔

فضائل ایمان کس طرح پڑھیں؟:

کتاب ''فضائل ایمان'' شروع کرنے سے پہلے قارئین کرام کی خدمت میں یہ گزارش کرنا ضروری ہے کہ دور حاضر میں جہاں اللہ تعالیٰ نے انسان کی دنیوی

ضروریات کے لیے بے شمار وسائل مہیا فرمائے ہیں وہاں انسان کی اخروی حاجات کو پورا کرنے کے لیے بھی ان گنت وسائل مہیّا فرمائے ہیں، ان وسائل میں سے ایک اہم ذریعہ ہماری دینی کتب ہیں، جن سے ایک انسان علمی روشنی حاصل کر کے اپنی عملی زندگی کو صحیح نہج پر چلانے کی کوشش کرتا ہے۔

مگر آج ہم کھلی آنکھوں مشاہدہ کرتے ہیں کہ روز بروز جس قدر دینی کتب و رسائل، ماہناموں و جرائد کی بہتات ہو رہی ہے اس قدر دینی بے راہ روی میں اضافہ ہوتا جارہا ہے...... آخرت کی ابدی زندگی سے غفلت بڑھتی جارہی ہے...... ایمان و اسلام کے لالے پڑ رہے ہیں...... نفسانی خواہشات کو قبلہ و کعبہ بنا کر احکام الٰہی اور مسائل شریعت کی طرف پشت کی جارہی ہے...... نت نئے کالے اور اندھے فتنے رونما ہو رہے ہیں...... یوں آخرت کی تباہی و بربادی کی طرف برق رفتاری سے سفر طے ہو رہا ہے...... کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اپنے ایمان کو ٹھیس پہنچا کر دربار الٰہی میں مجرم کی حیثیت سے پیش ہوں۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ ہم ان دینی کتب کی روشنی میں حق و باطل کی پہچان، کھرے اور کھوٹے میں امتیاز کر کے، اپنی فکری اور عملی زندگی کو سنوارتے مگر شاید ہم نے دینی کتب کو بھی ناولوں یا افسانوں کی طرح تفریح کا ذریعہ بنالیا ہے...... یا محض رسمی طور پر جنرل نالج میں اضافہ کے لیے دینی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں اور اخبارات و رسائل کی طرح ایک بار کے مطالعہ کے بعد طاقِ نسیان میں ڈال دیتے ہیں۔

لیکن خوب یاد رکھیۓ! ''فضائل ایمان'' کی تالیف کا مقصد محض دینی معلومات کو بڑھانا ہے اور نہ ہی اس میں ذکر کردہ حکایات سے تفریح طبع یا قصہ خوانی مقصود ہے، بلکہ اس کاوش کا مقصد انتہائی دلسوزی کے ساتھ، ہمدردی کے جذبات میں ڈوب کر بھولی ہوئی انسانیت کو اللہ رب العلمین کی طرف متوجہ کرنا، خواہشات نفسانی کے چنگل میں پھنسے ہوئے، دنیوی لذات کے خوگر انسان کو، اخروی نعمتوں کی عظمت و رفعت کا احساس دلانا، پرفتن دور میں دنیا و آخرت کی سب سے قیمتی متاع ''متاع ایمان'' کی

حفاظت کے گُر سکھلاتا ہے...... ''فضائل ایمان'' کا ایک ایک باب اور ایک ایک صفحہ گویا ''حی علی الفلاح'' کہ آؤ بھلائی اور فلاح کی طرف!! کی صدا لگا رہا ہے۔

احقر (راقم الحروف) کی اس گفتگو پر قرآن حکیم کی ایک آیت سے بھی روشنی پڑ رہی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا الاية (المائدة)

''جن لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی حالت اس گدھے کی سی حالت ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہوئے ہے۔''

(معارف القرآن)

دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے یہود کو گدھے کے ساتھ تشبیہ دیکر ان کی مذمت کی، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تورات جیسی مقدس آسمانی کتاب سے نوازا تھا، تاکہ وہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ذات پر مستحکم ایمان لاکر اپنی مذہبی کتاب کی روشنی میں احکام خداوندی بجالاتے مگر انہوں نے جہاں مقصد کتاب سے بے اعتنائی کرتے ہوئے عقائد کے معاملہ میں فکری کجروی اختیار کی اور ظاہری اعمال میں تساہل وتغافل کو اختیار کیا وہاں اللہ کی کتاب میں تحریف وتبدیل کا مکروہ فعل بھی انجام دیا۔

اللہ کرے! ہم مسلمان یہود کی اس مذموم روش سے کوسوں دور رہیں......!!

ہم علم سے بڑھ کر عمل اور سیرت سازی کا اہتمام کریں......!! ہمارے دل کی زمین اللہ جل شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات کے انوار سمونے کے لیے زرخیز ثابت ہو......!! ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مبارک ارشاد کا عملی نمونہ ہوں۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس علم اور

ہدایت کی مثال جسے خدا نے مجھے دیکر بھیجا ہے، موسلا دھار
بارش کی طرح ہے جو زمین پر برسی، چنانچہ زمین کے اچھے
اور زرخیز ٹکڑے نے اسے قبول کرلیا (یعنی جذب کرلیا) اس
کے نتیجہ میں بہت زیادہ خشک اور ہری گھاس پیدا ہوئی اور
زمین کا ایک ٹکڑا ایسا سخت تھا کہ اس کے اوپر پانی جمع ہوگیا
اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی لوگوں کو نفع پہنچایا، لوگوں نے اس
سے خود بھی پیا اور دوسروں کو بھی پلایا اور کھیتی کو سیراب کیا، نیز
بارش کا یہ پانی زمین کے ایسے ٹکڑے پر بھی پہنچا جو چٹیل
میدان تھا، نہ تو اس نے پانی روکا اور نہ گھاس اگایا۔ (لہٰذا
(ان مذکورہ مثالوں میں) ایک تو اس شخص کی مثال ہے جس
نے خدا کے دین کو سمجھا اور جو چیز اللہ تعالیٰ نے میرے
ذریعے بھیجی تھی، اس نے خود نفع اٹھایا، پس اس نے خود بھی
سیکھا اور دوسروں کو بھی سکھایا (اور ایک) اس شخص کی مثال
ہے جس نے اللہ کے دین کو سمجھنے کے لیے (تکبر و نخوت کی
وجہ سے) سر نہیں اٹھایا اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو جو میرے
ذریعے بھیجی گئی تھی، قبول نہیں کیا۔'' (۲)

دین اسلام میں وسعت و سہولت:

''ایمان'' دنیا و آخرت میں سب سے قیمتی متاع ہے، جس کا کچھ اندازہ آنے والے ابواب کے مطالعہ سے ہوگا اور یہ اتنی اہم عبادت ہے کہ آخرت میں فلاح و بہبود اس پر منحصر ہے اور آسان اس قدر ہے کہ محض دماغی فکر اور سوچ سے اس کا تعلق ہے، اس دولت کے حاصل کرنے کے لیے نہ ہاتھ پاؤں ہلانے کی ضرورت، نہ کہیں چل کر جانے کی ضرورت، نہ بھوکا پیاسا رہنے کی ضرورت، نہ بدنی و مالی مشقت برداشت

کرنے کی ضرورت، اگر سو فیصد دماغی سوچ کو ان چیزوں پر جمالیا جائے اور یقین کی کیفیت پیدا کرلی جائے جو ایمان کے لیے ضروری ہیں تو یہ دولت عظمیٰ حاصل ہو جاتی ہے انصاف سے بتلائیے! کہ اس بات کا یقین کر لینے میں کہ اللہ تعالیٰ موجود ہیں، جو اکیلے ہیں ان کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے سچے رسول ہیں وغیرہ وغیرہ۔ کون سی مشقت اٹھانا پڑی؟! کون سی اجرت ادا کرنی پڑی......؟! اعضاء ظاہرہ کو ذرا سی بھی تو حرکت نہیں دینا پڑی۔

خاص طور پر ایسے لوگ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار ہیں اور عیسائی کہلاتے ہیں یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیروکار ہیں اور یہودی کہلاتے ہیں ان کے لیے تو اسلام تر نوالہ سے بھی زیادہ سہل ہے۔

ایک تو اس وجہ سے کہ دین اسلام کے صفحات پر گزشتہ اولوالعزم پیغمبروں کی عظمت و بڑائی کی جس قدر داستانیں رقم ہیں، شاید اس کا عشر عشیر بھی انہوں نے اپنے ہاں نہیں دیکھا ہوگا۔

دوسرے اس وجہ سے کہ دور حاضر میں دین اسلام پر عمل کرنا ہی در حقیقت انجیل و تورات کے احکامات پر عمل کرنا ہے اس لیے کہ یہ مقدس کتابیں تو خود پیغمبر آخر الزمان سید الاولین والآخرین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی پیشن گوئیاں کرتی ہیں اور دین اسلام کی اتباع کی کھلے لفظوں میں ترغیب دیتی ہیں اور یہ حقیقت منصف اہل کتاب سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔

نیز نصاریٰ و یہود کا اس حقیقت سے چشم پوشی کرنا بھی انصاف کے تقاضوں کے خلاف ہوگا کہ ان کے خواہش پسند اور دنیا پرست علماء نے اپنی مذہبی کتابوں کے احکامات میں اپنی خواہشات کے مطابق تراش خراش کی ہے، تو پھر یہ لوگ کس منہ سے ان محرف شدہ اور بدلی ہوئی کتابوں کو وہی حقیقی اور آسمانی انجیل تورات خیال کر کے عمل کرتے ہیں اور اسی کو راہ نجات سمجھتے ہیں، جو حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتاری گئیں۔

ایمان سے محرومی کیوں ہے؟:

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دین اسلام میں اس قدر آسانی، وسعت، حقانیت اور حفاظت کے باوجود آخر یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے؟ اس دین حق کو اپنا حرز جان کیوں نہیں بنا لیتے جو فطری تقاضوں کے مطابق بھی ہے اور عقلی اصولوں کے بھی۔؟ جس کا کچھ اندازہ اسلامی تعلیمات کا بنظر انصاف گہرا مطالعہ کرنے سے ہوسکتا ہے۔

جب ہم قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں اس سوال کے جواب میں غور کرتے ہیں تو کئی وجوہ ہمارے سامنے آتی ہیں:

پہلی وجہ:

ان کے دین حق کو قبول نہ کرنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ انہوں نے جس طور طریقہ اور مذہب پر اپنے آباؤ اجداد کو پایا، اور جن رسوم ورواج کی آغوش میں پرورش پائی ہے، اس مذہب اور ان رسوم و رواج پر اس قدر ڈھٹائی کے ساتھ جمود اختیار کر چکے ہیں کہ دل وانصاف کے تقاضوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے اپنے اس پرانے نقطہ نظر پر غور کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ حالانکہ دنیاوی رسم ورواج میں اپنے آباؤ اجداد کے نہ جانے کتنے اطوار کو پس پشت ڈال کر نئی تہذیب کو اوڑھنا بچھونا بنا چکے ہیں۔

نیز آباؤ اجداد کے دین کے حق ہونے کے لیے کیا یہی دلیل کافی ہے کہ وہ آباؤ اجداد کا مذہب ہے؟ یا ان کے مذہب کو بھی حق وانصاف کی چھلنی میں چھلنے اور دلائل کی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد ان کی حقانیت کا فیصلہ کیا جائے گا؟ کیا اہل عقل ودانش سے اس بات کی امید رکھی جاسکتی ہے کہ اپنے دین کے معاملے میں آباؤ اجداد کی اندھی تقلید کو جائز رکھیں گے......؟

اللہ جل شانہ نے قرآن مقدس میں متعدد مواقع میں سابقہ امتوں کے اہل باطل

کے اس جواب کو ذکر کر کے رد کیا ہے جس کو حضرات انبیاء علیہم السلام کی دعوت الی الحق کے مقابلے میں پیش کرتے تھے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ O (المائدۃ)

''جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کی طرف اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف (جن پر وہ احکام نازل ہوئے) رجوع کرو (جو امرِ حق ثابت ہو حق سمجھو اور جو باطل ہو باطل سمجھو) تو کہتے ہیں کہ ہم کو (ان احکام اور رسول کی ضرورت نہیں ہم کو) وہی (طریقہ) کافی ہے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو دیکھا ہے (حق تعالیٰ فرماتے ہیں) کیا (وہ طریقہ ان کے لیے ہر حال میں کافی ہے) اگر چہ ان کے بڑے (دین کی) نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ (کسی آسمانی کتاب کی) ہدایت رکھتے ہوں۔'' (معارف القرآن)

دوسری وجہ:

ایمان سے محرومی کی عموماً دوسری وجہ تکبر اور حب جاہ ہوتی ہے، جو شخص اپنے کو بڑا سمجھنے کی برائی میں مبتلا ہو، وہ اس بات سے عار محسوس کرتا ہے کہ کسی دوسرے کی اتباع و اقتداء کرے ابلیس لعین، نمرود، فرعون، ابو جہل، ابولہب وغیرہ تکبر کے رذیلہ کی وجہ سے اسلام جیسی نعمت سے محروم رہے، چنانچہ دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوئے اور آخرت میں بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تباہ و برباد۔ ان کا مال و جان، عہدہ و منصب ان کو ذلت و

رسوائی سے نہ بچا سکا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ (الجاثیۃ)

''بڑی خرابی ہوگی ہر ایسے شخص کے لیے جو (عقائد سے متعلق اقوال میں) جھوٹا ہو (اور اعمال میں) نافرمان ہو جو (باوجودیکہ) خدا کی آیتوں کو سنتا (بھی) ہے جب کہ وہ اس کے روبرو پڑھی جاتی ہیں (اور) پھر بھی وہ تکبر کرتا ہوا (اپنے کفر پر) اس طرح اڑا رہتا ہے جیسے اس نے ان (آیتوں) کو سنا ہی نہیں سو ایسے شخص کو ایک دردناک عذاب کی خبر سنا دیجیے۔'' (معارف القرآن)

چنانچہ تکبر اور گھمنڈ کے خمار میں بعض لوگ غریب اور خستہ حال لوگوں کے ساتھ اختلاط کو اپنی ہیٹی محسوس کرتے ہیں، ادھر دین اسلام بلکہ تمام ادیان سابقہ کی کیفیت یہ رہی ہے کہ احکام خداوندی کے سامنے اولاً سرنگوں ہونے والے اکثر عام طور پر فقراء اور مساکین ہوتے ہیں یہ لوگ اپنی مسکنت طبع کی وجہ سے احکام الٰہی سے متاثر ہو کر جلد ہی دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں مگر اس کے بالمقابل اہل ثروت اور اہل وجاہت کا ایک گروہ مال و جاہ کے نشہ میں مست اس انسانیت سوز خلق کی وجہ سے نہ صرف انسانی ہمدردی سے دور رہتے ہیں بلکہ اللہ رب العالمین کے احکامات کے سامنے سر تسلیم خم کرنے میں بھی عار محسوس کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ!

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ

هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ وَمَانَرٰی لَکُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّکُمْ کٰذِبِیْنَ O (ہود)

''جب نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ایمان کی دعوت دی) تو ان کی قوم میں جو کافر سردار تھے وہ (جواب میں) کہنے لگے کہ (تم جو نبوت کا دعویٰ کرتے ہو تو یہ بات ہمارے جی کو نہیں لگتی کیونکہ) ہم تو تم کو اپنے ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارا اتباع انہی لوگوں نے کیا ہے کہ جو ہم میں بالکل رذیل ہیں (جن کی عقل اکثر خفیف ہوتی ہے پھر) وہ (اتباع) بھی محض سرسری رائے سے (ہوا ہے) ہم تم لوگوں میں کوئی بات اپنے سے زیادہ نہیں پاتے بلکہ ہم تم کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔'' (مختصراً از معارف القرآن)

اہل ایمان کے لیے لمحہ فکریہ:

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کا ہزار بار شکر ہے کہ اس نے بغیر محنت و مجاہدہ کے، ایمان کی دولت گھر بیٹھے عطا فرمادی اللہ تعالیٰ اگر چاہتے تو ہمیں اہل ایمان کے بجائے ان لوگوں میں شامل کردیتے جو کفر و شرک کی اندوہناک وادیوں میں بھٹک رہے ہیں اور سعادت کے بجائے شقاوت ہمارا مقدر ہوتی مگر انہوں نے رحم کا معاملہ فرمایا اور اہل ایمان کی فہرست میں شامل فرما کر ہمیشہ ہمیشہ کی ہلاکت سے بچالیا۔

الحمد لله علی ذلک الف الف مرة

لیکن انتہائی دکھ کی بات ہے جب ہم اپنے معاشرے پر ایک نظر ڈالتے ہیں تو بہت سے حضرات ایسے نظر آتے ہیں جو مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے اور دل میں دولت ایمان رکھتے ہیں مگر اعمال و اخلاق اور ظاہری صورت و سیرت سے ان کے چھپے ہوئے جوہر ایمان کا اندازہ مشکل ہوجاتا ہے۔ مریض کو اپنی بیماری کا احساس ہوتا اور

علاج کی فکر ہوتی تو بھی غنیمت تھا کہ شفا کی امید بجا ہے۔ یہ لوگ ایسے ہی مریض کی طرح اپنی کامیابی و کامرانی کے زعم میں مبتلا ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید دلا کر شیطان نے انہیں دن رات اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر کمربستہ کر رکھا ہے۔ لیکن! انہیں خوب سمجھ لینا چاہئیے کہ رحمت الٰہی اہل ایمان کے لیے وسیع ہے مگر مسلسل ڈھٹائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اس ایمان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے جو کہ رحمت خداوندی کا مورد بننے کے لیے شرط اول ہے جب اللہ تعالیٰ اپنی عنایات اور انعامات کا مسلسل مورد بنا رہے ہیں تو ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کے حضور مسلسل عبدیت اور دائمی اطاعت کے ذریعہ شکر بجالانا چاہئیے اور ہماری حالت یہ ہونی چاہئیے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ

''(بس) ایمان والے تو وہی لوگ ہوتے ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر آتا ہے تو (اس کی عظمت کے استحضار سے) ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ (مضبوط) کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔'' (معارف القرآن)

ورنہ اللہ تعالیٰ کے احکامات سے اعراض اور پہلوتہی کا یہ انجام ہوتا ہے۔

وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَہٗ شَیْطٰنًا فَھُوَ لَہٗ قَرِیْنٌ وَاِنَّھُمْ لَیَصُدُّوْنَھُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ مُّھْتَدُوْنَ ○ حَتّٰی اِذَا جَآءَ نَا قَالَ یٰلَیْتَ بَیْنِیْ وَبَیْنَکَ بُعْدَ الْمَشْرِقَیْنِ فَبِئْسَ الْقَرِیْنُ (الزخرف)

''اور جو شخص رحمٰن کی نصیحت سے آنکھیں بند کرلے تو ہم
اس پر ایک شیطان مقرر کردیتے ہیں سو وہ شیطان اس کے
ساتھ رہتا ہے اور وہ ساتھ رہنے والے شیاطین ان مذکورہ
کافروں کو صحیح راہ سے روکتے رہتے ہیں اور وہ کافر یہ سمجھتے
ہیں کہ وہ راہ یافتہ ہیں یہاں تک کہ یہ نصیحت فراموش جب
ہمارے سامنے آئے گا تو اس ساتھی سے کہے گا: کاش! دنیا
میں میرے اور تیرے درمیان مشرق ومغرب کا فاصلہ ہوتا
کیونکہ تو برا ساتھی تھا۔''

دعا کیجیے! اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح، سچی، ایمانی اور احسانی زندگی سے نواز دیں اور خواہشات نفسانی کے چنگل سے چھڑا کر اپنی اطاعت و پیروی کی توفیق وافر عطا فرمائیں۔ آمین

احقر محمد نعیم عفی عنہ
درسگاہ ''تخصص فی الافتاء''
دارالعلوم کراچی ۱۴
شعبان ۱۴۲۰ھ



حوالہ جات:

(۱) اخرجه ابن ماجة باب فی الایمان ص ۷
(۲) اخرجه البخاری و مسلم، کذافی المشکوٰة، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب و السنته
(۳) اخرجه البخاری و مسلم، کذافی المشکوٰة، کتاب الایمان، باب الاعتصام

پہلی فصل:

ہمارا ایمان اور اُس کی تجدید

عَنْ عبداللّٰہ بن عَمرو رَضِیَ اللّٰہِ عَنہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ الْاِیْمَانَ لَیَخْلُقُ فِیْ جَوْفِ اَحَدِ کُمْ کَمَا یَخْلُقُ الثَّوْبُ فَسَلُوا اللّٰہَ تَعَالٰی اَنْ یُجَدِّدَ الْاِیْمَانَ فِیْ قُلُوْبِکُمْ۔(۱)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے دلوں میں ایمان ایسا ہی پرانا ہوجاتا ہے جیسا کہ کپڑا پرانا ہوجاتا ہے لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرو کہ وہ تمہارے دلوں میں ایمان کو تر و تازہ کردیں۔''

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہُ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: جَدِّدُوا اِیْمَانَکُمْ، قِیْلَ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! وَکَیْفَ نُجَدِّدَ اِیْمَانَنَا؟ قَالَ: وَاَکْثِرُوْ مِنْ قَوْلِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔(۲)

''حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو، کسی (صحابی) نے عرض کیا: اے اللہ

کے رسول! ہم اپنے ایمان کی تجدید کس طرح کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کا ذکر بہت زیادہ کیا کرو (اس سے ایمان میں تازگی آجاتی ہے)۔"

فائدہ: سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان مبارک ارشادات سے ایمان کی اہمیت کا کس قدر اندازہ ہوتا ہے آپ نے دولت ایمان کو تروتازہ رکھنے کی تاکید بھی فرمائی اور کرم بالائے کرم، ایمان میں تازگی اور شادابی حاصل کرنے کا نسخہ کیمیا بھی مرحمت فرمایا۔

یہی وجہ ہے کہ حضرات صوفیاء کرام اپنے متعلقین کو لا الہ الا اللہ کے ذکر کی کثرت کی بہت تاکید کرتے ہیں، کیونکہ جب اس ذکر تہلیل سے ایمان میں تازگی آتی ہے، تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسی ہمت عطا ہوتی ہے کہ پوری شریعت پر عمل پیرا ہونا آسان ہوجاتا ہے اور گناہوں سے حفاظت ہوجاتی ہے۔

یہ یاد رہے کہ جس طرح ذکر تہلیل کی کثرت ایمان میں تازگی اور شادابی کا بڑا سبب ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دیگر ایمان صالحہ میں بھی یہ خاصیت رکھی ہے کہ جو شخص اعمال صالحہ میں جتنی مضبوطی اور استقامت اختیار کرتا ہے اتنا ہی اس کے ایمان وایقان میں پختگی اور تازگی پیدا ہوتی ہے اس کے برعکس جب اعمال میں کمزوری اور معاصی کا صدور ہونے لگتا ہے تو ایمان میں بھی کمزوری آجاتی ہے ایمان اور اعمال میں انتہائی گہرا ربط ہے، ایمان کی مضبوطی سے اعمال صالحہ کا صدور اور اعمال صالحہ کی برکت سے ایمان میں مضبوطی آتی ہے۔

امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کا فرمان:

حجتہ الاسلام حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہٗ نے خوب ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

• "ایمان اور اعمال کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے،

صرف مبدا (جہاں سے آغاز ہوتا ہے) اور منتہا (جہاں پر انتہاء ہوتی ہے) کا فرق ہے ایمان کا مبدا باطن ہے اور منتہا ظاہر اور اعمال کا مبداء ظاہر ہے اور منتہا باطن۔ مسافت دونوں کی مساوی ہے جب ایمان دل میں پر نور اور کامل ہوتا ہے تو پھوٹ کر اعمال صالحہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور اسی طرح جب اعمال صالحہ کی توفیق ہوتی ہے اور وہ رچ رچ کر دل میں پہنچتے ہیں تو ایمان پر کیف اور پر حلاوت ہو جاتا ہے۔'' (۳)

ایمان کا دل پر اثر:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

''ایمان دل میں سفید نقطہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جیسے جیسے ایمان بڑھتا رہتا ہے، دل کی سفیدی بھی بڑھتی رہتی ہے یہاں تک کہ سارا دل سفید ہو جاتا ہے اور نفاق دل میں سیاہ نقطہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، جوں جوں نفاق بڑھتا رہتا ہے، دل سیاہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے خدا کی قسم! اگر تم مسلمان کے دل کو چیر کر دیکھو تو اس کو سفید پاؤ گے اور اگر منافق کے دل کو چیر کر دیکھو تو اس کو سیاہ پاؤ گے۔'' (۴)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نشان (دھبہ) اس کے دل پر لگ جاتا ہے، اگر وہ سچی توبہ کر لیتا ہے تو وہ نشان دھل جاتا ہے ورنہ جما رہتا ہے پھر جب دوسرا گناہ کرتا ہے تو دوسرا نشان لگ جاتا ہے اسی طرح سے آخر دل بالکل کالا ہو جاتا ہے اور زنگ آلود ہو جاتا ہے، جس کو حق تعالیٰ شانہ نے سورہ

تطفیف میں ارشاد فرمایا ہے:

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ

اس کے بعد دل کی ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ حق بات اس میں اثر اور سرایت نہیں کرتی۔ (۵)

اس حدیث کے بیان میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں ارشاد فرماتے ہیں:

> ''حدیث میں سیاہ نقطہ کے ظاہر ہونے سے مراد بہیمیت کی ظلمتوں میں سے ایک ظلمت کا ظاہر ہونا مراد ہے، اور اس نقطہ کے صاف ہونے سے مراد ایک روشنی ہے کہ نور ایمانی سے اس کے نفس پر فائز ہوتی ہے اور آیت (**كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ**) میں **''رَانَ''** سے مراد بہیمیت کا غالب ہونا اور ملکیت کا بالکل پوشیدہ ہو جانا ہے۔ پھر بار بار نور ایمانی کا ظہور ہوتا رہتا ہے اور بار بار نفسانی وساوس دور ہوتے رہتے ہیں یعنی جب نفس کے اندر کسی گناہ کا وسوسہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے مقابل میں ایک نور بھی نازل ہوتا ہے جو اس باطل کو محو کرتا رہتا ہے۔''

گناہوں کی نحوست سے ایمان سلب ہونے کا اندیشہ:

حضرت فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تنبیہ الغافلین'' میں تحریر فرمایا ہے کہ:

> ''ہر شخص کے لیے ضروری ہے کہ کثرت سے **''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ''** پڑھتا رہا کرے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ سے ایمان کے باقی رہنے کی دعا بھی کرتا رہے اور اپنے کو گناہوں سے بچاتا

رہے اس لیے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ گناہوں کی نحوست سے آخر میں ان کا ایمان سلب ہوجاتا ہے اور دنیا سے کفر کی حالت میں جاتے ہیں (العیاذ باللہ)!! اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہوگی کہ ایک شخص کا نام ساری عمر مسلمانوں کی فہرست میں رہا ہو مگر قیامت میں وہ کافروں کی فہرست میں ہو یہی حقیقی حسرت اور کمال حسرت ہے!! اس شخص پر افسوس نہیں ہوتا، جوگرجا یا بت خانہ میں رہا ہو اور وہ آخرت میں کافروں کی فہرست میں شمار کیا جائے، افسوس اس پر ہے جو مسجد میں رہا ہو اور کافروں میں شمار ہوجائے اور یہ بات گناہوں کی کثرت سے اور تنہائیوں میں حرام کاموں میں مبتلا ہونے سے پیدا ہوجاتی ہے، بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس دوسروں کا مال ہوتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ دوسروں کا مال ہے مگر دل کو سمجھاتے ہیں کہ میں کسی وقت واپس کردوں گا اور صاحب حق سے معاف کرالوں گا مگر اس کی نوبت نہیں آتی اور موت اس سے پہلے آجاتی ہے، بہت سے لوگ ہیں کہ بیوی کو طلاق ہوجاتی ہے اور وہ اس کو سمجھتے ہیں مگر پھر بھی اس سے ہمبستری کرتے ہیں اور ایسی حالت میں موت آجاتی ہے کہ توبہ کی توفیق نہیں ہوتی ایسے ہی حالات میں آخر میں ایمان سلب ہوجاتا ہے۔"(٦)

آزادیٔ فکر کا ایمان پر اثر:

حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''افسوس ہے کہ آج کل جن لڑکوں کو بیٹیاں دی جاتی ہیں بعضے ان میں سے جدید تعلیم کے اثر سے ایسے آزاد منش ہوتے ہیں کہ ان کو دین ایمان سے بھی کچھ تعلق نہیں رہا زبان سے کلمات کفر بک جاتے ہیں اور کچھ پرواہ نہیں ہوتی پھر انہیں میں سے ایک سے مسلمان لڑکی کا نکاح پڑھوایا جاتا ہے اور سب گھر والے خوش ہوتے ہیں کہ ایک مسنون طریقہ ادا کیا جاتا ہے اس سنت کے لیے موقوف علیہ ایمان ہے۔ افسوس ہے کہ نوشہ صاحب نہ جانے کتنی دفعہ اس سے خارج ہو چکے ہیں، اب وہ مثال صادق آتی ہے یا نہیں کہ کپڑے کے پرزے پرزے کر کے بلکہ جلا کے اچکن سینے کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ ہم کو تو اسی کا رونا تھا کہ اچکن نمونہ کے موافق نہیں سی جاتی، ایک آستین بالشت بھر کم کی جاتی ہے یہاں نہ آستین رہی نہ دامن اور خیال یہ ہے کہ اچکن تیار ہے ایک نیک بخت لڑکی ایک انگریزی خواں سے بیاہی گئی جو ایک مجمع میں یہ لفظ کہہ رہے تھے کہ محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) واقعی بہت بڑے ریفارمر تھے اور مجھ کو آپ سے بہت تعلق ہے لیکن رسالت میں ایک مذہبی خیال ہے **نعوذ باللہ من ذالک** یہ کلمہ کفر ہے نکاح اس سے ٹوٹ جاتا ہے یہ مسئلہ اگر لڑکی والوں کو بتلایا جاتا ہے تو الٹے لڑنے کو سیدھے ہوتے ہیں کہ ہمارے خاندان کی ناک کٹواتے ہیں اب وہ زمانہ ہے کہ اس کی بھی ضرورت ہے کہ دیکھ لیا جاوے کہ داماد مسلمان ہے یا کافر بجائے اس کے پہلے دیکھا جاتا تھا نیکوکار ہے یا بدکار۔ اس قصہ سے میرے قول کی

تصدیق ہوگئی کہ ہمارے اعمال خراب ہی نہیں بلکہ باطل ہیں
پھر لطف یہ ہے کہ ہم ان کو اچھے سمجھ کر اجر کے امیدوار بیٹھے
ہیں۔" (۷)

وَسَوْفَ تَرٰی اِذِ انْکَشَفَ الْغُبَارُ
أَفَرَسٌ تَحْتَ رِجْلِکَ اَمْ حِمَارٌ

"غبار چھٹ جانے کے بعد ظاہر ہوگا کہ تم گھوڑے پر ہو یا
گدھے پر۔"

بہت سے لوگ تو ایسے ہیں جو گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھتے، بعض تو غلط تاویلات گھڑ کر حرام کو حلال کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں بعض لوگ اپنی لذات نفسانی کو پورا کرتے ہیں اور شریعت مقدسہ کے احکام سے تنگ دل ہوتے ہیں بعض تو اتنے جری ہوتے ہیں کہ احکام خداوندی سے استہزاء بھی کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ! حضرات علماء کرام سے تمسخر کرتے ہیں یہ لوگ اپنے ایمان کی خیر منائیں اور ذرا رات کو لیٹتے وقت اپنی موت اور موت کے بعد قبر، پھر حشر اور پھر جہنم کی ہولناکیوں کو سوچیں اور اپنی جان پر ترس کھائیں ایسے حضرات کو اپنا حقیقی محسن سمجھیں جو لذات دنیا اور خواہشات نفسانی کو پس پشت ڈال کر ان کے ایمان بچانے کی فکر میں ہیں۔

حضرت عمیر بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:

"ایمان گھٹتا اور بڑھتا رہتا ہے، کسی شخص نے سوال کیا کہ
ایمان گھٹتا اور بڑھتا کیسے ہے؟"

فرمایا:

"جب ہم اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں تو
ایمان بڑھ جاتا ہے اور جب غافل ہو جاتے ہیں اور اللہ
تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں تو ایمان گھٹ جاتا ہے۔" (۸)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''ایمان کی مثال قمیص کی طرح ہے، جس کو کبھی تو پہن لیتے ہو اور کبھی اتار کر رکھ دیتے ہو۔''(۹)

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اس سیاہ کار (راقم الحروف) کو بھی کثرت ذکر کی توفیق عطا فرمائیں اور جب بھی موت آئے تو کمال ایمان کی حالت میں آئے۔ آمین



حوالہ جات:

(۱) رواہ الطبرانی فی الکبیر واسنادہ حسن (کذافی مجمع الزوائد ۱: ۵۲)
(۲) رواہ احمد واسنادہ جید، وفیہ سمیر بن نھار و ثقہ ابن حبان، مجمع الزوائد (۱: ۵۲)
(۳) ترجمان السنۃ
(۴) المصنف لابن ابی شیبۃ (۱۱: ۱۲) رقم (۱۰۳۷) واخرجہ ابن المبارک فی "الزھد" ص ۵۰۴
(۵) سنن ابن ماجۃ، ذکر الذنوب رقم الحدیث (۲۴۴)
(۶) ماخوذ از فضائل ذکر ص ۸۵ و تنبیہ الغافلین ص ۱۵۴
(۷) وعظ (منازعۃ الھویٰ، ص ۶۵)
(۸) المصنف لابن ابی شیبۃ (۱۱: ۱۳) رقم (۱۰۳۷۶) کتاب الایمان
(۹) مسند الفردوس الدیلمی (۱: ۱۱۵) رقم (۳۸۹)

دوسری فصل:

ایمان کے بغیر اعمالِ صالحہ کی حقیقت

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِبْنُ جُدْعَانَ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يَصِلُ الرَّحِمَ وَ يُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ، فَهَلْ ذَاكَ نَافِعُه؟ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْفَعُهُ اِنَّهُ لَمْ يَقُلْ يَوْمًا رَبِّ اغْفِرْلِيْ خَطِيْئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ (۱)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! ابن جدعان تو زمانہ جاہلیت میں صلہ رحمی بھی کرتا تھا اور مسکینوں کو کھانا وغیرہ بھی کھلاتا تھا تو کیا یہ نیک اعمال اس کے لیے نفع بخش ثابت ہوں گے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اعمال اس کو کچھ نفع نہیں دیں گے کیونکہ ایک دن بھی اس نے یہ نہیں کہا کہ اے میرے پروردگار! قیامت کے دن میری خطاؤں کو معاف فرما دینا۔''

فائدہ: اے میرے پروردگار! قیامت کے دن میری خطاؤں کو معاف فرما دینا'' امام نووی رحمۃ اللہ علیہ مسلم کی شرح ''المنہاج'' میں فرماتے ہیں کہ:

''مراد اس جملے سے یہ ہے کہ وہ ایمان نہیں لایا بلکہ کفر کی حالت میں موت آئی۔'' (۲)

ایمان اور عمل کا باقی ربط:

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''ایمان بغیر عمل کے مقبول نہیں اور نہ ہی کوئی عمل بغیر ایمان کے مقبول ہے۔'' (۳)

فائدہ: اس حدیث پاک سے جس طرح ایمان اور اعمال صالحہ کا آپس میں جوڑ اور تعلق سمجھ میں آتا ہے اسی طرح اس سے ایمان کی اہمیت کا اندازہ بھی خوب ہوتا ہے کہ کوئی بھی صالح عمل اس کے بغیر قبول نہیں، یہ تمام اعمال صالحہ کی قبولیت کے لیے شرط ہے، پس اگر کوئی کافر زندگی بھر اچھے اعمال کرتا رہا، مگر ایمان کی دولت سے بہرہ ور نہیں تھا تو اس کی یہ ساری محنت بیکار ہے اور یہ جو ارشاد فرمایا کہ ''ایمان بغیر عمل کے مقبول نہیں'' مطلب یہ ہے کہ اس کے ایمان کی قبولیت تامہ نہیں ہوگی، ورنہ نفس ایمان کی اتنی برکت نصوص سے ثابت ہے کہ اس کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں جانے سے بچ جائے گا اور اگر اللہ تعالیٰ محض اس کے ایمان کی وجہ سے اس کو بغیر حساب و کتاب جنت عطا فرمادیں اور اس کے اعمال کی طرف نظر نہ فرمائیں تو ان کے فضل و کرم اور رحمت و بخشش سے کچھ بعید نہیں۔

ایمان کے بغیر عمل کی حیثیت:

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے یحییٰ بن یعمر رحمۃ اللہ علیہ تابعی سے نقل فرمایا ہے کہ بصرہ میں سب سے پہلے جس شخص نے تقدیر خداوندی کے بارے میں کلام کیا، وہ معبد جہنی تھا۔ یحییٰ بن یعمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں اور حمید بن عبدالرحمٰن (تابعی) مکہ کے ارادہ سے نکلے، ہم نے سوچا کہ اگر ہماری ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی سے ہوگئی تو ہم ان اشکالات کے بارے میں ان سے دریافت کریں گے

جومعبد جہنی بیان کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ہماری ملاقات ہوگئی یحییٰ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک جانب اور میرے ساتھی ان کی دوسری جانب ہولیے، جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہماری طرف متوجہ ہوئے تو میں نے عرض کیا! اے ابوعبدالرحمٰن (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت)! ہمارے علاقے میں کچھ ایسے لوگوں کا ظہور ہوا ہے، جو ایک طرف تو علم دین کی طلب ظاہر کرتے ہیں اور دسری طرف ان کا عقیدہ یہ ہے کہ تقدیر کی کچھ حقیقت نہیں ہے، بس سارے کام اچانک ہی ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تمہاری ملاقات ان لوگوں سے ہو تو ان کو بتلا دیجیے کہ میں ان سے بری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ان میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا بھی اللہ کے راستے میں خرچ کر دے، اللہ تعالیٰ اس کو ذرہ برابر بھی قبول نہیں فرمائیں گے جب تک کہ وہ اچھی بری تقدیر پر ایمان نہ لے آئیں۔ (۴)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

> ''اللہ تعالیٰ کسی بدعتی کا روزہ قبول کرتے ہیں نہ نماز، صدقہ قبول کرتے ہیں نہ عمرہ، جہاد قبول کرتے ہیں اور نہ نفلی اور فرضی عبادت۔ وہ اسلام سے ایسے ہی نکل جاتا ہے، جیسے آٹے سے بال۔'' (۵)

فائدہ: مراد ایسی بدعت ہے جو کفر تک پہنچا دے۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

> ''میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے بھی ابو طالب کو کوئی نفع پہنچایا ہے؟ حالانکہ وہ آپ کی حفاظت بھی کرتے تھے اور آپ کی خاطر (مشرکین مکہ سے) غصہ بھی

ہو جاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! وہ
اب دوزخ میں صرف ٹخنوں کے برابر آگ میں ہے اگر میں
نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتے۔" (۶)

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"اہل دوزخ میں سب سے ہلکے عذاب میں ابو طالب مبتلا
ہے ان کو آگ کے ایسے جوتے پہنائے گئے ہیں، جن کی
گرمی کی شدت سے ان کا دماغ (ہنڈیا کی طرح) کھول رہا
ہے۔" (۷)

فائدہ: یہ عذاب تو دوسرے اہل دوزخ کی بہ نسبت سب سے ہلکا ہے، دوسرے وہ سرکش کفار، جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو تکالیف پہنچانے میں کوئی کسر روا نہیں رکھی اور جنہوں نے بے دریغ اسلام اور اہل اسلام کی مخالفت کی، ان کی سزا اور عذاب کس قدر دردناک اور خوفناک ہوگا! الامان والحفیظ!

کفار کی نیکیوں کا انجام:

ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں اہل عقل و دانش پر یہ حقیقت مخفی نہیں رہی کہ ایمان نہ ہونے کی وجہ سے کفار کی نیکیاں، فلاحی سرگرمیاں ان کی ہمدردی، ایثار، علم و ہنر وغیرہ اس دنیا میں تو نیک نامی کا باعث ہوسکتی ہیں مگر آخرت کی منڈی میں کھوٹے سکوں سے زیادہ ان کی کچھ بھی اہمیت نہیں ہے۔

اور ایسے حضرات کے لیے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں سب سے زیادہ سامان عبرت موجود ہے کہ ابو طالب...... باوجود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبی چچا ہونے کے، باوجودیکہ زندگی بھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر مشرکین مکہ پر غضب ناک ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنوں سے حفاظت، پرورش اور

دیگر ضروریات کا پیہم خیال رکھا، مگر مرتے دم تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انتھک تبلیغ کے باوجود ایمان نہیں لایا، خاندانی عار اور تکبر کی وجہ سے آپ کی دعوت ایمان کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا اور دولت ایمان سے محروم رہا آخر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کر لیا اور جہنم کی تکالیف انکا مقدر بن گئیں۔ الایمان الحفیظ!

ایمان کے بغیر اونچے نسب کا کوئی فائدہ نہیں:

اس حدیث مبارک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر خود اپنا ایمان اور عمل نہ ہو تو نسب خواہ کتنا ہی اعلیٰ اور ارفع کیوں نہ ہو اس سے نجات نہیں ہوگی، قرآن کریم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، جیسے حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے، اللہ کے ان پیارے پیغمبروں کی دعوت ایمان کو ٹھکرایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں بھی دردناک عذاب میں مبتلا کیا اور آخرت میں بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کا ایندھن بن گئے۔

اس حدیثِ مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ محض اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نجات کے لیے کافی نہیں جب تک کہ ایمان اور اطاعت نہ ہو۔

اس حدیث مبارک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل کفر اگر چہ جہنم کی دائمی سزا کے مستحق ہوں گے مگر ان کے دنیا میں کئے ہوئے نیک اعمال کی وجہ سے، اور ان کے جرائم کی نوعیت کے اعتبار سے عذاب کی نوعیت میں فرق ہو سکتا ہے، مگر دوزخ سے رہائی نصیب نہیں ہو سکتی۔

ایک شبہ کا جواب:

اس مقام پر کسی صاحب کو یہ شبہ ہو سکتا ہے، کہ ایک ایسا شخص جو ڈھیروں خوبیوں کا مالک ہے، ایثار و قومی ہمدردی اس میں، صداقت و دیانت کا وہ پیکر، خدمت خلق اور رفاحی سرگرمیوں میں پیش پیش اور علم و فن میں اپنی مثال آپ، اگر نہیں ہے تو صرف

مسلمان نہیں ہے، صرف ایک ایمان سے محروم ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ اتنی ڈھیر ساری خوبیوں کے ہوتے ہوئے اور صرف ایک خوبی (ایمان) نہ ہونے کی وجہ سے اس کو دائمی سزا دی جائے اور اس کا کوئی نیک عمل اور کوئی خوبی قابل داد نہ ہو؟

دوسری جانب ایک ایسا شخص ہے جو حلال وحرام کی پرواہ کرتا ہے، جائز و ناجائز کی، نہ فرائض ادا کرتا ہے، نہ نوافل سے سروکار، معاملات اس کے خراب، معاشرت اس کی تکلیف دہ، اخلاقیات میں وہ صفر۔ مگر ہے مسلمان، اس لیے کبھی نہ کبھی جنت میں ضرور جائے گا خواہ بداعمالیوں کی سزا پانے کے بعد ہی جائے، کیا وجہ ہے کہ پہلے شخص کی ساری خوبیاں صرف ایمان نہ ہونے کی وجہ سے کالعدم ہیں اور دوسرا شخص ساری غلطیوں کے باوجود جنت کا مستحق ہے؟

حضرت اقدس مجدد تھانوی قدس اللہ سرہ نے اس شبہ کا جواب ارشاد فرمایا کہ:

> ''اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی عدالت کسی ایسے مجرم کے لیے سزائے موت یا عمر قید کی سزا سناتی ہے جو باغی ہے۔ اور حکومت کا تختہ الٹنا چاہتا ہے، اب یہاں کسی صاحب کے دل میں فاضل جج کے اس فیصلہ پر کوئی وسوسہ نہیں آتا کہ یہ شخص تو بہت سی خوبیوں کے مالک ہیں، یہ تو صنعت کار بھی ہیں اور بڑا سائنس دان بھی، عقل و دانش میں اس کا ثانی نہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ محض ایک جرم بغاوت کی وجہ سے اتنی بڑی سزا دیدی گئی اور اس کے اتنے سارے اوصاف حمیدہ کی کچھ بھی پاسداری نہیں کی گئی؟ یہ شبہ فاضل جج کے اس فیصلہ پر اس لیے پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ہر شخص سمجھتا ہے کہ بغاوت ہی ایک ایسا جرم کافی ہے جس کی وجہ سے اس کی ساری خوبیاں دھل گئیں، جب کہ دوسری طرف ایسا شخص جو حکومت کا وفادار ہے اگرچہ اتنی ساری خوبیوں کا مالک نہیں، تو وہ

حکومت کا منظورِ نظر ہو سکتا ہے۔"

حضرت مجدد تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ:

"بالکل اسی طرح کفر بھی اللہ تعالیٰ سے بغاوت ہے، کافر خواہ کتنی خوبیوں کا مالک ہو، مگر اس کے مجرم ہونے کے لیے، کفر جیسی بغاوت ہی کافی ہے، جب کہ مسلمان وفادار ہے، اللہ تعالیٰ سے باغی نہیں ہے، یہی خوبی ایک مسلمان کو مقبولِ بارگاہ بنانے کے لیے کافی ہے۔"



حوالہ جات:

(۱) اخرجه مسلم (۱:۱۱۵) باب الدليل على ان من مات على الكفر لاينفعه عمل
(۲) المنهاج شرح مسلم (۱:۱۱۵)
(۳) مجمع الزوائد (۱:۳۵) وقال الهيثمي، رواه الطبرانی فی "الكبير، وفی اسناده سعيد بن زكريا و اختلف فی ثقته و جرجه
(۴) شرح السنة للامام البغوی (۱:۷) جامع الترمذی، ابواب الايمان
(۵) سنن ابن ماجة ص ۶ باب اجتناب البدع و الجدل
(۶) صحيح مسلم (۱:۱۱۵) كتاب الايمان
(۷) نفس المصدر
(۸) وعظ "ملت ابراهيم"

تیسری فصل:

ایمانی مجلسیں

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ اِذَا لَقِیَ الرَّجُلَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَعَالْ! نُؤْمِنْ بِرَبِّنَا سَاعَةً فَقَالَ ذَاتَ یَوْمٍ لِرَجُلٍ، فَغَضِبَ الرَّجُلُ، فَجَاءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَلَا تَرٰی اِلَی ابْنِ رَوَاحَةَ یَرْغَبُ عَنْ اِیْمَانِكَ اِلٰی اِیْمَانِ سَاعَةٍ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَرْحَمُ اللّٰهُ ابْنَ رَوَاحَةَ یُحِبُّ الْمَجَالِسَ الَّتِی تَتَبَاهٰی بِهَا الْمَلَائِكَةُ۔(۱)

’’حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے جب کسی شخص سے ملتے تو فرماتے: آؤ ہم اپنے رب پر تھوڑی دیر کے لیے ایمان لے آئیں! چنانچہ ایک دن کسی شخص سے یہی بات کہی تو وہ ناراض ہوگیا اور اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہوکر عرض کیا! اے اللہ کے رسول! آپ ابن

رواحہ رضی اللہ عنہ کی طرف نہیں دیکھتے کہ آپ کے ایمان
سے اعراض کر کے تھوڑی دیر کے ایمان کی طرف مائل
ہوتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ
ابن رواحہ پر رحم کرے، وہ ایسی مجالس کو پسند کرتا ہے جن پر
ملائکہ بھی فخر کرتے ہیں۔"

ذکر سے ایمان میں تازگی:

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت "بیہقی" میں اس طرح ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے اپنے ساتھی سے کہا کہ آؤ تھوڑی دیر کے لیے ایمان لائیں! اس ساتھی نے پوچھا کہ کیا ہم مؤمن نہیں ہیں؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا: بے شک ہم مؤمن ہیں، لیکن ہم اللہ کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جس کی وجہ سے ہمارے ایمان میں زیادتی ہو۔ (۲)

حضرت ابوالدرداء فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرا ہاتھ پکڑتے اور کہتے: آؤ تھوڑی دیر کے لیے ایمان تازہ کریں اس لیے کہ دل، پلٹ جانے میں اس ہانڈی سے بھی تیز ہے جو تیزی سے ابل رہی ہو۔ (۳)

حضرت اسود بن حلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ چلے جارہے تھے کہ انہوں نے ہم سے کہا کہ ہمارے ساتھ بیٹھو تا کہ ہم ایک گھڑی ایمان تازہ کرلیں۔ (۴)

حضرت صحابہؓ کو ایمان کی فکر:

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "صحیح بخاری" میں جلیل القدر تابعی حضرت ابن ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد نقل کیا ہے، آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس صحابہ سے ملاقات کی ہے، ان میں ہر ایک کو اپنے نفس پر نفاق کا

خوف رہتا تھا۔(۵)

اور صحیح بخاری میں حضرت حذیفہ بن الیمان کا ارشاد منقول ہے؛ کہ اور لوگ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے اور میں شر اور فتنوں کے بارے میں سوال کیا کرتا تھا، کیونکہ مجھے خوف لاحق رہتا تھا کہ کہیں کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔(۶)

فائدہ: یہ ہیں وہ حضرات صحابہ کرام۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کے ایمان کی شہادت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دی اور ان سے اپنی رضامندی کا اعلان فرمایا لیکن ان کو اگر فکر تھی تو بس دین و ایمان کی فکر تھی، کہ کہیں اس دولت عظمیٰ کو ضرر نہ پہنچ جائے، اور ایمان کی بہار اور تازگی میں کچھ فرق نہ آجائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ اور تربیت یافتہ ان نفوس قدسیہ کے ایک دو واقعات نہیں، سینکڑوں واقعات ایسے ہیں، جن کے بارے میں کتبِ احادیث، کتبِ سیر اور کتبِ تاریخ کے بے شمار اوراق گواہی دیتے ہیں، کہ ان حضرات کا محبوب ترین توشہ ایمان تھا اور ان کی نظر میں سب سے زیادہ شنیع اور مکروہ فعل کفر تھا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔



حوالہ جات:

(۱) رواہ احمد باسناد حسن کذافی الترغیب (۳:۶۳)
(۲) اخرجه البیهقی کذافی حیاة الصحابة (۳:۸) مجالس الایمان
(۳) مسند ابی داؤد الطیالس، کذافی حیاة الصحابة(۳:۸) و کذافی الکنز (۱:۱۰۱)
(۴) اخرجه ابو نعیم فی "الحلیة" (۱:۲۳۵)
(۵) صحیح البخاری (۱:۱۰۹)
(۶) صحیح البخاری (۱:۵۹)

چوتھی فصل:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا امت کے ایمان کی فکر کرنا

عَنْ اَبِی مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: قَالَ اِنَّمَا مَثَلِیْ وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰہُ بِہٖ کَمَثَلِ رَجُلٍ أَتٰی قَوْمًا فَقَالَ: یَا قَوْمِ، اِنِّی رَأَیْتُ الْجَیْشَ بِعَیْنَیَّ وَاِنِّی اَنَا النَّذِیْرُ الْعُرْیَانُ، فَالنَّجَاءَ النَّجَاءَ! فَاَطَاعَہُ طَائِفَۃٌ مِنْ قَوْمِہٖ فَاَدْلَجُوْا، فَانْطَلَقُوْا عَلٰی مَھَلِھِمْ، فَنَجَوْا وَکَذَّبَتْ طَائِفَۃٌ مِنْھُمْ فَاَصْبَحُوْا مَکَانَھُمْ، فَصَبَّحَھُمُ الْجَیْشُ فَاَھْلَکَھُمْ وَاجْتَاحَھُمْ فَذٰلِکَ مَثَلُ مَنْ اَطَاعَنِیْ، فَاتَّبَعَ مَا جِئْتُ بِہٖ وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِیْ وَکَذَّبَ بِمَا جِئْتُ بِہٖ مِنَ الْحَقِّ۔(۱)

''ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری مثال اور اس (شریعت) کی مثال جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس شخص کی طرح ہے جو اپنی قوم کے پاس آ کر کہے کہ اے میری قوم! یقین جانو میں نے اپنی آنکھوں سے لشکر آتے ہوئے دیکھا ہے اور میں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں، لہٰذا تم

بچنے کا راستہ تلاش کرلو۔ پس اس کی قوم کے کچھ افراد نے اس کی اطاعت کی، اور راتوں رات کہیں نکل گئے، اور نجات حاصل کرلی، اور قوم کے کچھ افراد نے اس کی تکذیب کی اور اپنے گھروں میں ہی رہے، صبح کے وقت لشکر نے ان کو پالیا اور ان کو تباہ و برباد کیا اور ان کو زخمی کیا، پس بعینہ یہی مثال ہے اس شخص کی جس نے میری اطاعت کی اور میری شریعت کا اتباع کیا اور اس شخص کی مثال ہے، جس نے میری نافرمانی کی اور میرے لائے ہوئے دین کو جھٹلایا۔''

تشریح: عرب میں دستور تھا کہ جب کوئی لشکر کسی قوم پر حملہ کرنے کی نیت سے پیش قدمی کرتا اور اس قوم کا کوئی فرد اس لشکر کو اپنی قوم کی طرف آتا ہوا دیکھ لیتا تو اپنی قوم کو اس لشکر کے برے عزائم سے خبردار کرنے کے لیے اپنے جسم سے کپڑے، قمیض وغیرہ اتار لیتا اور ننگا ہوکر اپنی قوم کی طرف دوڑتا ہوا آتا اب قوم کے دانا بینا لوگ جو اس فرد کی ایسی حالت کو سچا سمجھتے، کہ ضرور کوئی لشکر جرار اس قوم کی تباہی کا پیغام بن کر آرہا ہے، چنانچہ وہ اپنی حفاظت کی خاطر راتوں رات راہ فرار اختیار کر لیتے، یوں اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو ایک ناگہانی آفت اور تباہی سے بچالیتے، اور قوم کے جو لوگ اس شخص کو جھوٹا خیال کر کے، اس کی تنبیہ کو خاطر میں نہ لاتے، اور وہیں اپنے گھروں میں ہی رات بسر کرتے، تو صبح ہوتے ہی لشکر جرار ان کو پالیتا اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کرتا۔

ہمارے آقا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کو ڈرانے والے شخص سے اپنے آپ کو تشبیہ دیکر اپنی امت کو جہنم کی آفتوں اور مصیبتوں کے بارے میں متنبہ فرمادیا، اب جس شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی، ایمان کے نور سے اپنے قلب کو منور کیا، اور اعمال

سے خود کو آراستہ کیا، تو وہ جہنم کی ہولناک تباہیوں سے پہلے پہلے فضل الٰہی کا مورد بن گیا، اور ابدالآباد کی راحت وسکون ''جنت'' کا مستحق بن گیا، مگر افسوس صد افسوس! ان لوگوں کی حالت پر، جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق نہ کی، آپ پر ایمان نہ لائے، اور دنیا کی تاریک رات شہوات میں منہمک ہو کر گزار دی اور قیامت کی صبح ہوگئی، پھر ہمیشہ ہمیشہ کی آفتوں نے ان کو پکڑ لیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کو جہنم میں گرنے سے بچانا:

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میری مثال اس شخص کی مانند ہے، جس نے آگ روشن کی چنانچہ جب آگ نے چاروں طرف روشنی پھیلا دی، تو پروانے اور دوسرے وہ جانور جو آگ میں گرتے ہیں، آ کر آگ میں گرنے لگے، آگ روشن کرنے والے شخص نے ان کو روکنا شروع کیا، لیکن وہ نہیں رکتے بلکہ اس کی کوششوں پر غالب رہتے ہیں اور آگ میں گر پڑتے ہیں، اسی طرح میں بھی تمہاری کمریں پکڑ کر تمہیں آگ میں گرنے سے روکتا ہوں، اور تم آگ میں گرتے ہو'' یہ روایت ''بخاری'' کی ہے اور ''مسلم'' میں بھی ایسی ہی روایت ہے، البتہ ''مسلم'' کی روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بالکل ایسی ہی مثال میری اور تمہاری ہے، میں تمہاری کمریں پکڑے ہوئے ہوں کہ تمہیں آگ سے بچاتا ہوں اور یہ کہتا ہوں کہ دوزخ سے بچو!

میری طرف آؤ! دوزخ سے بچو! میری طرف آؤ! لیکن مجھ پر تم غالب آتے ہو اور آگ میں گر پڑتے ہو۔" (۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"ایک شخص تھا، جس کا نام عبداللہ اور لقب حمار تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے، اسے شراب نوشی کی وجہ سے سزا بھی دی، تھی ایک دفعہ پھر لایا گیا اور سزا کے حکم کی وجہ سے سزا دی گئی، ایک شخص نے کہا: اے اللہ اس پر لعنت کر! کس طرح بار بار اس کو لایا جاتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر لعنت نہ کرو، واللہ! میرا علم یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے۔" (۳)

فائدہ: حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: کہ دیکھئے! ان احادیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کو دوزخ کی آگ سے بچانے کا کس قدر اہتمام معلوم ہوتا ہے، یہ محبت نہیں تو اور کیا ہے؟! اگر ہمیں ایسی محبت والے سے محبت نہ ہو تو افسوس ہے! کیا اب بھی قلب میں آپ کی محبت میں جوش نہیں اٹھتا! اے مسلمانو! اگر ان سے محبت نہ کرو گے تو اور کس سے کرو گے؟! اے مسلمانو! ایسی مفت کی دولت جس میں نہ محنت نہ مشقت! کہاں نصیب ہوتی ہے؟! اس کو ہاتھ سے مت جانے دینا! اپنی رگ رگ میں اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عشق سما لینا اور رچا لینا۔ (۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی میدان عرفات میں دعا:

حضرت عباس بن مروان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے عرفہ
کی شام مغفرت کی دعا فرمائی۔ آپ کو جواب دیا گیا کہ میں
نے حقوق العباد کے علاوہ باقی گناہوں کی مغفرت کر دی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا اے پروردگار! اگر آپ
چاہیں تو مظلوم کو اس کے حق کا عوض جنت سے دیکر ظالم کی
مغفرت فرما سکتے ہیں مگر اس شام یہ دعا قبول نہیں ہوئی۔ پھر
مزدلفہ میں صبح کے وقت آپ نے پھر وہی دعا فرمائی اور آپ
کی دعا قبول ہوگئی چنانچہ آپ مسکرانے لگے۔ حضرت ابوبکر
اور حضرت عمر (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) کے استفسار پر، آپ
نے فرمایا: کہ جب ابلیس کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری
دعا قبول کر لی اور میری امت کی مغفرت فرمادی ہے، تو وہ
خاک لیکر اپنے سر پر ڈالنے لگا اور ہائے وائے کرنے لگا مجھے
اس کی یہ بے چینی اور اضطراب دیکھ کر ہنسی آ گئی۔'' (۵)

فائدہ: حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حقوق العباد علی الاطلاق بغیر سزا کے معاف ہو جائیں گے اور نہ یہ مطلب ہے، کہ خاص حج کرنے سے بغیر سزا کے معاف ہو جائیں گے، بلکہ اس دعا کے قبول ہونے سے پہلے دو احتمال تھے، ایک یہ کہ حقوق العباد کی سزا میں جہنم میں ہمیشہ جلنا پڑے، دوسرا یہ کہ گو جہنم میں ہمیشہ رہنا نہ ہو، لیکن سزا ضرور ہو۔ اب اس دعا کے قبول ہونے کے بعد دو وعدے ہوگئے، ایک یہ کہ سزا کے بعد کبھی نہ کبھی ضرور نجات ہو جائے گی۔ دوسرا یہ کہ بعض دفعہ بغیر سزا کے بھی اس طور پر نجات ہو جائے گی کہ مظلوم کو نعمتیں دیکر اس سے راضی نامہ دلوایا جائے گا۔



حوالہ جات:

(١) اخرجه البخاری، کتاب الرقاق، باب الانتهاء عن المعاصی
(٢) صحیح البخاری نفس الباب. و صحیح مسلم (٢٤٨/٢) کتاب الفضائل
(٣) صحیح البخاری، ما یکره من لعن شارب الخمر (١٠٠٢:٢)
(٤) حیات المسلمین
(٥) سنن ابن ماجة، باب الدعاء بعرفة ص،٢١٦
(٦) حیات المسلمین

پانچویں فصل:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی محبت اور ہمارا ایمان

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔(۱)

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک میری محبت اس کے دل میں اس کے والد اور اس کے بیٹوں اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت۔ کمالِ ایمانی کی علامت:

حضرت زہرہ بن معید کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا، کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں حاضر تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا، حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، کہ اے اللہ کے رسول! بلاشبہ آپ کی محبت اپنے دل میں سوائے اپنی جان کے ہر چیز سے زیادہ محسوس کرتا ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا کہ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم اس وقت تک (کامل) مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ میں تمہارے نزدیک تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ حضرت عمر نے عرض کیا: بے شک! اب تو آپ میری جان سے زیادہ محبوب ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! ہاں (اب تم کامل مومن ہو)۔ (۲)

محبت سے کونسی محبت مراد ہے؟:

حضرات علماء کرام نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس محبت سے مراد عقلی محبت ہے، طبعی اور اضطراری محبت، جو کہ غیر اختیاری ہے، مراد نہیں ہے، اور عقلی محبت کی علامت اور نشانی یہ ہے، کہ اس کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اور آپ کی مبارک سنت ساری مخلوق سے راجح ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے سامنے اگر جان، مال، اولاد، خواہشات، بلکہ تمام لوگوں کو قربان کرنا پڑے تب بھی دریغ نہ کرے، ایسا نہ ہو کہ والدین، اعزہ واحباب، بیوی، بچوں اور دوسرے لوگوں کی خاطر یا اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے آپ کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دے۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

(البقرة)

''آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں سے کہہ دیجیے! کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو، تو تم میرا اتباع کرو، خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے، اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دیں گے اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے ہیں، بڑے رحم فرمانے والے ہیں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کی علامت کو دوسری حدیث میں یوں بیان فرمایا گیا ہے کہ:

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا!
جب تک اس کی تمام خواہشات اس دین کے تابع نہ
ہوجائیں جس کو میں لیکر آیا ہوں۔'' (۳)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''مُنَبِّہات'' میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ:

محبت میں سچا ہونے کی تین علامتیں ہیں۔

۱۔ محبوب کے کلام کو دوسروں کے کلام پر ترجیح دینا۔

۲۔ محبوب کی مجالست کو دوسرے لوگوں کی مجالست پر ترجیح دینا۔

۳۔ محبوب کی رضا اور خوشنودی کو، دوسرے لوگوں کی رضا و خوشنودی کے مقابلے میں ترجیح دینا۔ (۴)

ایمان کا مزا حاصل کرنے کا طریقہ:

یہ بات یاد رہے! کہ ایمان کا مزا اور چاشنی اس وقت تک حاصل نہ ہوگی، جب تک کہ طبعی طور پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تمام محبتوں پر غالب نہ آجائے اور روح و جان کے رگ و ریشے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سرایت نہ کرجائے۔

اللہ تعالیٰ جب کسی خوش نصیب کو ایسی محبت عطا فرمادیں تو پھر اس کو اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا میں اتباع کے بغیر کسی لمحہ اور کسی کروٹ چین نہیں آتا، اس کی یہ حالت ہوجاتی ہے۔

ماہر چہ خواندہ ایم فراموش کردیم
الا حدیث یار کہ تکرار می کنیم

(مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین خصلتیں ایسی ہیں کہ وہ جس شخص میں بھی ہوں گی، وہ ایمان کی حلاوت پائے گا۔

۱۔اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوں۔

۲۔جس شخص سے بھی محبت کرے اللہ کے لیے کرے۔

۳۔وہ کفر پر لوٹنے کو ایسے ہی ناپسند سمجھے جیسے آگ میں جانے کو۔(۵)

ایک اور حدیث میں حضرت ابورزین العقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا اے اللہ کے رسول ! اللہ تعالیٰ مُردوں کو کس طرح زندہ کریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم کبھی اپنی بنجر زمین سے گزرے ہو، پھر اسی زمین سے تم گزرے ہو، اس حال میں کہ وہ سرسبز و شاداب ہو چکی ہو؟ ابورزین نے عرض کیا کہ جی ہاں ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی طرح نشور (یعنی مُردوں کا زندہ کیا جانا) ہوگا۔ ابورزین نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ! ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلے ہیں، ان کا کوئی شریک نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور یہ کہ اللہ اور اس کا رسول تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو اور یہ کہ تجھے آگ میں جل جانا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے سے زیادہ محبوب ہو۔

پس جب تو ایسا ہو جائے گا تو ایمان کی محبت تیرے دل میں ایسے ہی داخل ہو جائے گی جیسے سخت گرم دن میں پیاسے

کے دل میں پانی کی محبت ہوتی ہے، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ! مجھے یہ کیسے معلوم ہو کہ میں مؤمن ہوں ؟ آپ -صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس امت میں سے کوئی بندہ یہ سمجھ کر کوئی نیکی کرتا ہے کہ یہ نیکی ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی اچھی جزا دیں گے اور کوئی شخص (اس امت میں سے) کسی برائی کا ارتکاب کر لیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ سے اس غلطی پر مغفرت طلب کرتا ہے، اور وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیں گے (جس شخص کی یہ حالت ہو) وہ مؤمن ہے۔'' (٦)

احادیثِ مبارکہ کا پیغام:

ان احادیث مبارکہ کا کھلے لفظوں پیغام ہے کہ ایمان کی لذت اور حلاوت حاصل ہونے میں، اس بات کو بڑا دخل ہے کہ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، اس کے دل میں دنیا کی ہر چیز سے زیادہ ہو۔

نیز ان احادیث میں حسن خاتمہ کی بشارت بھی ہے جو بلاشبہ دنیا و آخرت کی سب سے بڑی نعمت ہے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہر چیز سے زیادہ ہوگی تو حلاوت ایمانی حاصل ہوتی ہے جب کہ ایک دوسری حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ جب دل میں ایمان کی حلاوت داخل ہو جائے تو پھر ایمان اس کے دل سے کبھی نہیں نکلتا۔

چنانچہ بخاری شریف کی روایت میں موجود ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے ابوسفیان بن حرب نے بتلایا کہ (شاہ روم ہرقل) نے مجھ سے کہا کہ ''میں نے تجھ سے پوچھا تھا کہ کیا مسلمان بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں، تو

تو نے بتلایا وہ بڑھ رہے ہیں اور ایمان کی حالت یہی ہوتی ہے حتی کہ وہ ایمان مکمل ہو جاتا ہے اور میں نے تجھ سے پوچھا تھا کہ کیا کوئی مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے ناراض ہو کر مرتد بھی ہوتا ہے؟ تو تو نے بتلایا کہ نہیں واقعی ایمان کی حالت یہی ہوتی ہے کہ جب اس کی بشاشت دلوں میں داخل ہو جاتی ہے تو پھر وہ کبھی اس سے نکلتی نہیں۔ (٧)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت۔ پروانۂ نجات:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ! قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا تو نے اس کے لیے کیا سامان کر رکھا ہے؟ (جو اس کے آنے کا شوق ہے) اس نے عرض کیا کہ میں نے اس کے لیے کچھ بہت نماز روزہ کا سامان تو نہیں کیا، مگر اتنی بات ہے کہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ (قیامت میں) ہر شخص اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہوگا (سو تجھ کو میرا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نصیب ہوگا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگا تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی ہوگا)۔''

''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مسلمانوں اسلام لانے (کی خوشی) کے بعد کسی بات پر اتنا خوش ہوتا نہیں دیکھا جتنا اس پر خوش ہوئے۔'' (٨)

فائدہ: اس حدیث میں کتنی بڑی بشارت ہے کہ اگر زیادہ عبادت کا ذخیرہ نہ بھی ہو تو

اللہ تعالیٰ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت سے اتنی بڑی دولت مل جائے گی۔

محبت کا حقیقی حق دار کون ہے؟:

کسی بھی شخص سے محبت کئی وجوہ سے ہو سکتی ہے:

۱۔اس کے کمالات وفضائل کی بناء پر۔

۲۔اس کے حسن وجمال کی بناء پر۔

۳۔اس کے احسانات وعنایات کی بناء پر۔

کمالات وفضائل کی طرف نظر کرتے ہیں تو رحمت کائنات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات برکات ہی ان کا منبع ومخزن ہے

لا یمکن الثناء کما کان حقہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اور حسن وجمال کو دیکھتے ہیں تو اس میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اشعار ہیں۔

لَوَاحِیُ زُلِیخَا لَورَاُیَنَ جَبِینَہ

لَآثرنَ بِالقَطْعِ القلوبِ عَلَیَ الیدِ

''زلیخا کی وہ سہیلیاں جنہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر انگلیاں کاٹ لی تھیں اگر میرے محبوب کو دیکھ لیں تو انگلیوں کی بجائے اپنے دل کاٹ لیں۔''

اور آپ کے احسانات کی طرف نظر کرتے ہیں تو وہ **لا تُعَدّوَ لا تُحصٰی** ہیں۔ بدن کا ہر مو اور جسم کا ہر ہر عضو زبان بن کر زندگی بھر درود وسلام کا نذرانہ بھیجتے رہیں تب بھی آپ کے ادنیٰ سے احسان کا بدلہ بھی نہیں چکایا جا سکتا۔ مفتی اعظم

پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ، نے کیا خوب ارشاد فرمایا۔

ہر موئے بدن بھی جو زبان بن کے کرے شکر
کم ہے بخدا ان کی عنایات سے کم ہے
رگ رگ میں محبت ہو رسول عربیؐ کی
جنت کے خزائن کی یہی بیع سلم ہے

مسلمانوں! ذرا سوچو تو سہی:

ایسی ذات جو کمالات میں یکتا، حسن و جمال میں بے مثل اور احسانات میں محسن حقیقی، جس نے امت مسلمہ کے ایمان اور ان کی نجات کی خاطر نہ صرف کفار و مشرکین کی طرف سے طعنے سنے بلکہ زخم کھائے، پھول سی نازک ایڑیاں خون سے رنگین ہوئیں۔ ہمارے محبوب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) کی دعوت و تبلیغ کے حالات سے تو شاید کوئی مسلمان ہی ناواقف ہوگا۔

بہت ہی حسرت اور افسوس کا مقام ہوگا کہ اب بھی کسی مسلمان کا دل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں نہ پسیجے...... اور اب بھی ہر مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے لیے کمر بستہ نہ ہو...... اور اب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے سامنے اپنی عقل وفہم پر کچھ اعتماد کرے!

اے مسلمان! جب تو کسی دنیاوی ادنیٰ سے محسن کی ناسپاسی کو نہایت برا خیال کرتا ہے اور اپنے آپ کو اس کی چوکھٹ کا غلام سمجھتا ہے تو پھر محسن حقیقی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کی ناسپاسی پر کیسے جرات کرتا ہے، اور کیوں تیرے دل کی زمین اپ کی اطاعت کے لیے زرخیز اور محبت کے لیے نرم ثابت نہیں ہوتی؟

محبت کا حال:

جب محبوب خدا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے دل زندہ ہوگا، تو پھر ہر

اس چیز سے محبت ہوگی جس کو ادنی نسبت بھی حاصل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے ساتھ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک صحابی، آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور ہوگا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے ہر مسئلہ کے سامنے سر تسلیم خم ہوگا...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبین حضرات خواہ فقہاء ہوں، علماء، صوفیاء ہوں یا محدثین سب کی عظمت و محبت سے دل لبریز ہوگا۔

دیکھئے لیلیٰ سے محبت نے مجنوں کو یہ کہنے پر مجبور کردیا ہے۔

اَمُرُّ عَلَى الدِّيَارِ دِيَارِ لَيْلٰى
اُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارِ وَ ذَا الْجِدَارِ
وَمَا حُبُّ الدِّيَارِ شَغَفْنَ قَلْبِي
وَلٰكِنْ حُبُّ مَنْ سَكَنَ الدِّيَارَ

''میں جب لیلیٰ کے مکانات سے گزرتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں اور کبھی اس دیوار کو، اور میرا یہ چومنا اس وجہ سے نہیں ہے کہ ان در و دیوار کی محبت میرے دل میں گھر کر چکی ہے ہاں! اس وجہ سے ضرور ہے کہ اس لیلیٰ کی محبت جوان مکانات میں رہتی ہے دل میں گھر کر چکی ہے۔''

محبت انسان کا فطری جذبہ ہے:

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ محبت ایک ایسا فطری جذبہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان بلکہ ہر مخلوق کے دل میں ودیعت رکھا ہے، اسی جذبہ کی وجہ سے دل محبوب کے لیے نرم و کشادہ ہوتا ہے، اور اس جذبہ میں ایک پرسکون لذت بھی پائی جاتی ہے چنانچہ یہی جذبہ محبت انسان کو اس کے محبوب کے سامنے عجز و نیاز اور اس کے احکام کی تابعداری کا سبب بنتا ہے۔ والدین کی محبت، اولاد کی محبت، اساتذہ و مشائخ کی محبت اور ہر محسن کی محبت وغیرہ وغیرہ جائز محبت کی فروع ہیں۔ اب اگر خدا

نخواستہ اس جوہر محبت کا استعمال کسی حرام محل میں ہو تو اس وقت محبت کی لذت کی حالت خارش کی طرح ہوتی ہے، جس کے کھجانے میں گو وقتی طور پر لذت محسوس ہوتی ہے، مگر کھجانے کے بعد پہلے سے زیادہ سوزش اور تکلیف اور بے سکونی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور اگر کوئی خوش بخت انسان اسی جوہر محبت کو ایسی جگہ استعمال کرے جو نہ صرف جائز بلکہ پسندیدہ...... بلکہ مامور بہ ہو، جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والے ہر شخص اور ہر چیز کی محبت تو ایسی محبت میں بھی پر کیف لذت ہوتی ہے۔ جیسے جیسے اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، اس کے دل میں سکون، راحت اور اطمینان بڑھتا رہتا ہے۔

اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کسی شدید گرم دن میں سخت پیاسے شخص کو ٹھنڈا اور شیریں پانی مل جائے تو اس کے قلب کو ایسی فرحت حاصل ہوتی ہے کہ اس کے دل و جان کے تار تار سے الحمد للہ نکلتا ہے۔

اس دور میں ناکارہ نے اپنے محبوب شیخ، قطب العالم، شفیق الامت حضرت مولانا شاہ محمد فاروق صاحب قدس اللہ سرہ کو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت آپ کے دل و جان میں اس طرح رچ بس چکی تھی حتیٰ کہ سوتے میں جب کبھی آواز نکلتی تو یہی نکلتی ''یا اللہ! اپنی محبت نصیب فرما'' گہری نیند میں بھی کروٹ بدلتے تو یہی آواز دل کی گہرائیوں سے نکلتی کہ ''یا اللہ! اپنی محبت نصیب فرما'' اور اپنے مواعظ و مجالس میں بارہا بڑی دلسوزی سے فرمایا کرتے تھے کہ ہماری دنیا و آخرت کے سارے مسائل کا حل اللہ تعالیٰ کی اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی ایک پڑیا ہے۔

قارئین سے گزارش ہے کہ اس سیاہ کار کے لیے محبت کی دعا فرماویں، کیا بعید کہ اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کی برکت سے اس پر اپنا فضل فرمادیں اور اپنی محبت نصیب فرمادیں۔

حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کرنے کا طریقہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے حصول کا ذریعہ یہ ہے:

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات ظاہرہ و باطنہ اور آپ کے اسوۂ حسنہ کا مطالعہ کرے۔

۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امت پر جو بے شمار احسانات ہیں ان کو سوچا کیا جائے۔

۳۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے حصول کی نیت سے کثرت سے درود شریف پڑھا جائے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے حصول کی دعا کی جائے۔

۵۔ وہ اہل اللہ کاملین جو اس دولت عظمیٰ سے اپنے قلب کو باغ و بہار بنا چکے ہیں ان کی صحبت و معیت اختیار کی جائے۔

اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے اس کمترین خلائق کے دل کو بھی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے بھر دے (آمین)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والوں کا تذکرہ:

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جماعت ہی ایسی مقدس جماعت ہے جن کے قلب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت رچ بس چکی تھی، اسی محبت کا ثمرہ تھا کہ کسی لمحہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت واطاعت کے بغیر چین نہیں تھا، احادیث و تاریخ کی کتب میں بے شمار ایسے واقعات منقول ہیں جن سے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے مثال محبت، دارفتگی اور کمال اطاعت ظاہر ہوتی ہے ان واقعات سے جہاں ان حضرات کی عظمت ومحبت سے ہمارے ضعیف قلوب کو تقویت حاصل ہوتی ہے وہاں ان کے نقش قدم پر چلنے کا داعیہ اور ان کی اتباع کو بے اختیار جی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ تمام امت

مسلمہ کو اس کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ حیات الصحابہؓ (مؤلفہ حضرت مولانا یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ) کا مطالعہ کیجیے۔ اور ان حضرات کے عشق و محبت کے ان واقعات سے اپنے ایمان کو تازگی دیجیے۔



حوالہ جات:

(۱) اخرجه البخاری (۱:۵۵) و مسلم (ص ۴۴) کذافی شرح السنة (۱:۵)

(۲) صحیح البخاری (۱۱:۳۵۸) کذافی شرح السنة (۱:۵۰)

(۳) احمد فی "مسنده" (۴:۲:۱۰۲) ابوداؤد فی سنة برقم (۴۵۹۷) کذافی شرح السنة ۱:۲۰۰)

(۴) منبهات لابن حجر ص ۴۱

(۵) البخاری (۱:۷) واخرجه الطبرانی فی الکبیر والصغیر، کذافی المجمع (۱:۵۶)

(۶) رواه احمد وفی اسناده سلیمان بن موسیٰ وقد وثقه ابن معین و ابو حاتم و ضعفه آخرون کذافی المجمع (۱:۵۳)

(۷) اخرجه البخاری (۱:۱۳)، باب کیف کان بدأ الوحی

(۸) صحیح مسلم (۲:۳۳۱) باب البرء مع من احب

چھٹی فصل:

تنگدستی اور ہمارا ایمان

عَنْ خَبَّاب بْنِ الاَرَتِّ قَالَ شَكَوْنَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً لَهُ فِيْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ فَقُلْنَا اَلَا تَسْتَغْفِرُلَنَا، اَلَا تَدْعُوُ اللّٰهَ لَنَا؟ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِيْمَنْ قَبْلَكُمْ يُحْفَرُ لَهُ فِي الْاَرْضِ فَيُجْعَلُ فِيْهَاءُ بِالْمِنْشَارِ فَيُوْضَعُ عَلَى رَاْسِهِ فَيُشَقُّ بِاثْنَيْنِ وَمَا يَصُدُّهُ عَنْ دِيْنِه وَ يُمْشَطُ بِاَمْشَاطِ الْحَدِيْدِ مَادُوْنَ لَحْمِهِ مِنْ عَظْمٍ اَوْعَصَبٍ وَمَا يَصُدُّهُ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهِ، وَاللّٰهِ لَيُتِمَّنَّ هٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰى يَسِيْرَ الرَّكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ اِلٰى حَضْرَ مَوْبَ لَا يَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ وَالذِئْبَ عَلَى غَنَمِهِ وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ۔(۱)

''حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں (کفار کی طرف سے پہنچنے والی مسلسل تکالیف اور شدائد کی) شکایت کی جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سایہ میں اپنی چادر سے ٹیک لگائے تشریف فرما تھے، ہم نے عرض کیا کہ آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار اور

ہمارے لیے دعا کیوں نہیں فرما دیتے (تا کہ ان مشکلات سے چھٹکارا حاصل ہو)، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (تم ابھی سے گھبرا گئے جب کہ) تم سے پہلے والی امتوں میں مومن آدمی کو (اس قدر ستایا جاتا تھا کہ اس کے لیے زمین میں ایک گڑھا کھودا جاتا تھا، پھر اس شخص کو اس گڑھے میں گاڑ دیا جاتا تھا، پھر ایک آرا لیکر اس کے سر پر رکھ کر چلایا جاتا تھا جس سے اس کے دو ٹکڑے ہو جاتے تھے، لیکن مجال ہے کہ (یہ تکالیف بھی) اس کو دین سے پھیر دیں اور کبھی لوہے کی کنگھیوں کے ساتھ اس کے گوشت کو ہڈیوں اور پٹھوں سے ادھیڑ دیا جاتا تھا، لیکن یہ تکالیف بھی اس کو دین سے نہیں پھیر سکتی تھیں خدا کی قسم! یہ امر (اسلام) ضرور پورا ہو کر رہے گا یہاں تک کہ (عنقریب) ایک سوار صنعاء (شہر کا نام) سے حضر موت (شہر کا نام) کا سفر شروع کرے گا مگر اس کے دل میں سوائے اللہ کے خوف اور اپنی بکریوں کے بارے میں بھیڑیے کے خوف کے علاوہ کسی کا خوف نہیں ہوگا لیکن تم تو بہت جلدی مچا رہے ہو۔"

ایمان کا امتحان ہوتا ہے:

حضرت مصعب بن سعد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ کون شخص تنگی اور مصیبت میں مبتلا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء سب سے زیادہ تنگی میں مبتلا ہیں، پھر وہ لوگ جو انبیاء کے بعد فضیلت والے

ہیں، پھر وہ لوگ جوان کے بعد فضیلت والے ہیں، جو آدمی
دین کے اعتبار سے جتنا مضبوط ہوتا ہے اسی اعتبار سے اس
کو آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے لہٰذا جو شخص دین میں مضبوط
ہوگا اس کی آزمائش بھی سخت ہوگی اور جو شخص دین میں کمزور
ہوگا اس کی آزمائش بھی اتنی ہی کمزور ہوگی۔'' (۲)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:

''ہرگز اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرانا اگر چہ تجھے قتل کر دیا
جائے یا جلا دیا جائے اور ہرگز اپنے والدین کی نافرمانی نہ
کرنا اگر چہ وہ تجھے حکم دیں کہ تو اپنے اہل وعیال اور اپنے
مال کو چھوڑ کر نکل جا۔'' (۳)

حافظ ابن حجر نے ''منبہات'' میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ:

ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایک جماعت کے پاس تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ (بھلا تم بتلاؤ) کہ تم نے صبح کس حال میں کی؟؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے صبح اس حال میں کی ہے کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تمہارے ایمان کی کیا علامت ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا (ہمارے ایمان کی علامت یہ ہے) کہ ہم مصائب پر صبر کرتے ہیں اور فراخی کی حالت میں شکر کرتے ہیں اور ہم اللہ جل شانہ کے فیصلے پر راضی رہتے ہیں۔ (یہ جواب سن کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم! تم لوگ پکے اور سچے مومن ہو۔ (۴)

تنگ دست اہل ایمان کے لیے سامان تسلی:

ان احادیث مبارکہ میں ان مسلمانوں کے لیے کافی سامان تسلی موجود ہے جن کو

بھوک وافلاس اور بے سروسامانی نے پریشان حال اور تنگ کررکھا ہے، ایسے ہی سادہ لوح غریب مسلمان کفار کی ظاہری شان وشوکت اور زرق برق سے متاثر ہو جاتے ہیں اور شیطان بھی ان کی تنگ حالی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کو طرح طرح کے وساوس میں مبتلا کر دیتا ہے جس سے (معاذ اللہ!) اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر دل میں شکایات کا بیج اگنا شروع ہو جاتا ہے۔

اور پھر دوسری طرف کفار مشنریاں اور مبلغین ایسے مفلوک الحال مسلمانوں کو مال و دولت، ملازمت اور غیر ملکی ویزا اور شہریت کا جھانسہ دیکر ان کے عقائد اور ایمان کی جڑیں کھوکھلی کر دیتے ہیں اور بعض اوقات روٹی کے چند لقموں کو ترسا ہوا یہ مسلمان (معاذ اللہ! معاذ اللہ!) اپنے مذہب سے بیزاری ظاہر کر کے عیسائیت، یہودیت قادیانیت وغیرہ کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔

خدا کے لیے! کبھی بھی دولت کی طمع میں اور پیٹ کی بھوک مٹانے کے لیے ایمان کی دولت عظمیٰ سے ہاتھ مت جاڑھیئے! خدارا! زیادہ سے زیادہ تکلیف آپ کو یہ ہوسکتی ہے کہ شاید بھوک کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر مر جائیں گے اگر ایمان سلامت رہا تو پھر بھوک کی حالت میں مر جانے کا بھی کوئی غم نہیں، اس ایمان اور فقر و فاقہ پر صبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ایسی ایسی ہمیشہ ہمیشہ کی نعمتوں سے نوازیں گے کہ دنیا کی تمام تکالیف کا احساس مٹ جائے گا۔

دنیا میں تنگ حالی اور خوش حالی کی حقیقت:

چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''قیامت کے دن، ان لوگوں میں سے جن کے لیے دوزخ
کا فیصلہ ہو چکا ہوگا ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں
سب سے زیادہ عیش اور مزے میں تھا اور اس کو دوزخ کی

آ گ میں ایک غوطہ دیا جائے گا پھر اس سے کہا جائے گا کہ
اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی کوئی بھلائی دیکھی ہے؟ کیا کبھی
کوئی نعمت تیرے قریب سے بھی گزری ہے؟ وہ عرض کرے
گا: اے میرے رب! آپ کی ذات کی قسم! بالکل نہیں (نہ ہی
کبھی کوئی خیر دیکھی اور نہ ہی کسی نعمت کا میرے پاس سے گزر
ہوا) پھر قیامت والے دن ان لوگوں میں سے جن کے لیے
جنت کا فیصلہ ہو چکا ہوگا ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جو دنیا
میں تمام لوگوں سے زیادہ تنگی میں مبتلا رہا، پھر اس کو جنت میں
ایک جھونکا دیا جائے گا، پھر اس سے کہا جائے گا کہ اے ابن
آدم! کیا تو نے کبھی کوئی تنگی دیکھی ہے......؟ کیا کبھی تیرے
قریب سے کسی مصیبت کا گزر ہوا......؟ وہ عرض کرے گا:
اے میرے رب! آپ کی قسم! نہ ہی میرے قریب سے کبھی
کوئی تنگی گزری اور نہ ہی میں نے کبھی کسی مصیبت کا سامنا
کیا۔'' (۵)

ایک عبرتناک واقعہ:

امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے نوف بکالی سے ایک عجیب حکایت نقل فرمائی ہے، فرمایا کہ ایک مرتبہ دو شخص مچھلیوں کے شکار کی غرض سے نکلے، ان میں ایک کافر تھا اور دوسرا مسلمان، کافر اپنا جال ڈالتے وقت اپنے معبودوں کا نام لیتا جس کی وجہ سے اس کا جال مچھلیوں سے بھر جاتا اور مسلمان اپنا جال ڈالتے وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام لیتا لیکن کوئی مچھلی اس کے ہاتھ نہ آتی، اس کا جال خالی رہتا، اسی طرح غروب آفتاب تک دونوں شکار کرتے رہے، آخر کار ایک مچھلی مسلمان کے ہاتھ لگی، لیکن وائے ناکامی! وہ مچھلی بھی اس کے ہاتھ سے اچھل کر پانی میں کود گئی، یہاں تک کہ یہ بیچارہ

غریب مسلمان شکار گاہ سے ایسا خائب و خاسر لوٹا کہ اس کے ساتھ کوئی شکار نہ تھا، اور کافر ایسا کامیاب لوٹا کہ اس کا کشکول مچھلیوں سے بھرا ہوا تھا، اس عجیب و غریب حیرت ناک واقعہ سے فرشتہ مومن کو سخت افسوس ہوا اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ اے میرے رب! یہ کیا بات ہے کہ تیرا ایک مؤمن بندہ جو تیرا نام لیتا ہے ایسی حالت میں لوٹتا ہے کہ اس کے ساتھ کوئی شکار نہیں ہوتا، اور تیرا کافر بندہ ایسا کامیاب واپس آتا ہے کہ اس کا کشکول مچھلیوں سے لبریز ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس مرد مومن کا عالی شان محل دکھا کر جو اس کے لیے جنت میں تیار کر رکھا ہے فرشتہ مومن سے خطاب فرمایا کہ اے فرشتہ! کیا اس مقام کو حاصل کرنے کے بعد میرے اس بندہ مؤمن کو جو رنج و تعب جو دنیا میں مچھلیوں کے شکار میں ناکامی کے باعث ہوا تھا، باقی رہے گا؟...... اور کافر کے اس بدترین مقام کو دکھلا کر جو اس کے لیے جہنم میں تیار کر رکھا ہے ارشاد فرمایا کہ کافر کی وہ چیزیں جو اس کو دنیا میں عطا کی گئیں اس کو جہنم کے دائمی عذاب سے نجات دلا سکتی ہیں؟ فرشتے نے جواب دیا کہ اے میرے پروردگار! آپ کی ذات کی قسم، بالکل ایسا نہیں ہو سکتا۔

فائدہ: سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کے ہاں ایمان کی کتنی قدر و منزلت ہے، مسلمانو! اس کی قدر کرو، کسی دنیوی مصیبت کی وجہ سے پست ہمت اور ملول مت ہوں! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے دنیا کے عوض ایسی ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان سے سنی اور نہ ہی کسی کے دل میں ان کے بارے میں کوئی خیال گزرا۔(٦)

اور اگر خدانخواستہ ایمان بیچ کر دنیوی راحت و لذت حاصل کر لی اور اسی حالت میں موت نے دبوچ لیا تو پھر مرتے ہی ایسی خوفناک تکالیف اور دردناک عذابوں کا سامنا ہوگا کہ خدا کی پناہ! پھر سوائے حسرت و ندامت اور چیخ و پکار اور آگ کے عذاب کے کچھ حاصل نہ ہوگا کیونکہ مہلت کا وقت ختم ہو چکا ہوگا۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابَ۔

اہل اسلام کی تنگ حالی اور کفار کی عیش ومستی کی حقیقت:

دنیاوی زندگی میں عام طور پر مسلمان فقر وفاقہ اور تنگیوں میں مبتلا ہیں اور کفار خوب عیش وعشرت اور مزے کی زندگی میں نظر آرہے ہیں لیکن خوب یاد رکھئے! یہ سلسلہ صرف چندروزہ زندگی تک محدود ہے پھر دیکھنا! اہل ایمان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کامیاب وکامران ہوں گے اور کفار ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خائب وخاسر!

اللہ تعالیٰ حضرت مجدد تھانوی قدس سرہ کی قبر کو نور سے بھر دے جنہوں نے اس حقیقت کو ایک مثال سے خوب سمجھایا ہے، کہ اگر گلاب کی شاخیں کسی گملے میں لگادی جائیں اور اس کے بالمقابل ویسے ہی کاغذ کے پھول بنا کر رکھ دیئے جائیں تو اس وقت اگرچہ اصل گلاب کے پھولوں کی بہ نسبت کاغذ کے مصنوعی پھولوں میں رونق و شادابی زیادہ ہوگی مگر ایک چھینٹا بارش کا پڑ جائے تو پھر دیکھئے کہ گلاب کا رنگ کیسے نکھر کر سامنے آتا ہے اور کاغذ کے پھول کیسے بدرنگ ہوجاتے ہیں۔

اسی طرح مسلمان دنیا میں خواہ کسی حالت میں ہوں لیکن قیامت کے دن ابرِ رحمت برسے گا تو دیکھنا مسلمان کا اصلی رنگ کیسے نکھرتا ہے اور کافر کی زرق برق حالت پر کیا پانی پڑتا ہے۔(۷)

شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

فَسَوْفَ تَرَیٰ اِذِ انْکَشَفَ الْغُبَارُ
اَفَرَسٌ تَحْتَ رِجْلِکَ اَمْ حِمَارُ

''جب غبار چھٹ جائے گا تو بہت جلد ہی تجھے معلوم ہوجائے گا کہ گھوڑے پر سوار تھا یا گدھے پر) یعنی مرنے کے فوراً بعد معلوم ہوجائے گا کہ تو نے اچھا کیا یا برا کیا۔''

یہاں ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

ایک سبق آموز مثال:

دوسری مثال سے یوں سمجھئے! جیسے ایک مجرم قید خانہ میں پڑا یہ خواب دیکھ رہا ہے کہ طرح طرح کے باغات ہیں، کھانے پینے کے لیے انواع واقسام کے ماکولات و مشروبات ہیں، دل بہلانے کو غلام اور لونڈیوں کا مجمع ہے، غرض بڑے مزے ہی مزے ہیں لیکن اچانک جو اس خواب سے آنکھ کھلی تو دیکھتا ہے کہ وہی تنگ وتاریک قید خانہ ہے، ہاتھ پاؤں بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ہیں، قید خانہ کے سپاہی لوہے کے گُرز لیے پیٹنے کو ہر وقت سر پر مسلط ہیں تو اب بتلائیے اس قیدی کے اس سہانے خواب کی کیا حقیقت نکلی؟ کیا بیدار ہوکر یہ خواب اس کو کچھ بھی بھلا معلوم ہوگا......؟

یہی حال کافروں کا ہے جو دنیوی حیات بڑی عیش ومستی سے گزارتے ہوئے نظر آرہے ہیں، لیکن اس دنیوی خواب سے بیدار ہوکر ہمیشہ کی زندگی کے لیے جب آنکھ کھلے گی تو دنیوی حیات کے عیش ومستی میں ڈوب کر وہ ایام جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی میں گزارے کچھ بھلے معلوم نہیں ہوں گے۔

دوسری طرف ایک شخص خواب میں دیکھ رہا ہے کہ سخت مصائب اور تکالیف سے دوچار ہے، فقر وفاقہ، افلاس وتنگ دستی نے پریشان کر رکھا ہے لیکن جونہی وہ خواب سے بیدار ہوا تو دیکھتا ہے کہ عالیشان باغات ومحلات اس کا مسکن ہے، اور ہر نوع کے ماکولات ومشروبات میسر ہیں، غلام اور باندیاں نوکر چاکر ہیں آپ خود اندازہ فرمائیں کہ کیا ایسے شخص کو خواب میں پیش آنے والی مصیبتوں اور تکالیف کا کچھ احساس ہوگا؟ کیا اب بھی یہ پریشان ہی رہے گا؟ ظاہر ہے کہ جواب نفی میں ہے۔

بالکل اسی طرح وہ مسلمان جس نے دنیوی زندگی سخت کٹھن حالات میں بسر کی، کوئی ایسی مصیبت نہ تھی جس میں گرفتار نہ تھا مگر جونہی پیغام اجل آئے گا اور اس دنیا

سے آنکھ بند ہو کر آخرت کی زندگی کے لیے آنکھ کھلے گی اور وہ اپنے ایمان اور اعمال کی برکت سے جنت اور جنت کی نعمتیں دیکھے گا تو دنیوی زندگی کی تکالیف ایک خواب کی طرح محسوس ہوں گی، جس کی کلفت کا کچھ بھی احساس باقی نہیں رہے گا۔

تنگ دست مسلمانوں کے لیے سامان تسلی:

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالا خانہ میں تشریف فرما تھے، وہاں صرف ایک چٹائی بچھی ہوئی تھی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹے ہوئے تھے، جسم اطہر پر چٹائی کے نشانات بن گئے تھے اور سرہانے کی جانب کچھ چمڑے لٹک رہے تھے، پائنتی کی جانب ببول کی کچھ پتیاں پڑی ہوئی تھیں تاکہ ان چمڑوں کو ان سے دباغت دیا جاسکے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حالت کو دیکھ کر رونے لگے، آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے اور عرض کرنے لگے! اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! قیصر و کسریٰ وغیرہ جو شرک و کفر میں مبتلا ہیں، خدا کی عبادت نہیں کرتے وہ تو چین و آرام سے زندگی بسر کریں اور آپ اس تنگی کی حالت میں، آپ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو وسعت عطا فرمادیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ کمال ادب تھا کہ امت کی وسعت کے لیے دعا کی درخواست کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَفِی شَکٍّ اَنْتَ یَا ابْنَ الْخَطَّابِ......؟

''اے عمر بن خطاب! کیا تم ابھی تک شک میں پڑے ہوئے ہو؟''

اُولٰئِکَ عُجِّلَتْ لَھُمْ طَیِّبَاتُھُمْ فِی الدُّنْیَا

''ان لوگوں کو ان کی لذیذ چیزیں دنیا ہی میں دے دی گئیں۔''

مطلب یہ کہ تمام آسائش و آرام کفار کو دنیا ہی میں مل گیا ہے آخرت میں وہ محروم رہیں گے اور ہم لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے آخرت میں ذخیرہ کر رکھا ہے۔(۸)

فائدہ: حضرت اقدس مجدد تھانوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے صاف معلوم ہوگیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کے افلاس اور تنگ دستی کی شکایت کی تھی اور چاہا تھا کہ دعا کردی جائے اور فراخی و وسعت ہوجائے دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ ترقی کی درخواست کی تھی اور چاہا تھا کہ جس طرح کفار مال و دولت میں ترقی کرتے ہیں اسی طرح مسلمان بھی ترقی کریں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمادیا کہ ان کو مال و متاع یہاں دنیا ہی میں مل گیا اور ہم مسلمانوں کو قیامت میں ملے گا۔(۹)

اصحٰب الأخدود (خندق والوں) کا واقعہ:

پچھلے زمانہ میں ایک بادشاہ تھا، اس کے ہاں ایک جادوگر تھا جب جادوگر بوڑھا ہوگیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ اب میں بوڑھا ہوگیا ہوں اور میری موت کا وقت آرہا ہے مجھے کوئی بچہ کو سونپ دو تو میں اسے جادو سکھادوں۔ چنانچہ ایک ذہین لڑکے کو وہ تعلیم دینے لگا۔ لڑکا اس کے پاس جاتا تو راستہ میں ایک راہب کا گھر پڑتا جہاں وہ عبادت میں اور کبھی وعظ میں مشغول ہوتا یہ بھی کھڑا ہوجاتا اور اس کے طریق عبادت کو دیکھتا اور وعظ سنتا۔ آتے جاتے یہاں رک جایا کرتا تھا۔ جادوگر بھی مارتا اور ماں باپ بھی کیونکہ وہاں بھی دیر میں پہنچتا اور یہاں بھی دیر میں آتا۔

ایک دن اس بچے نے راہب کے سامنے اپنی شکایت بیان کی راہب نے کہا کہ جب جادوگر تجھ سے پوچھے کہ کیوں دیر لگ گئی؟ تو کہہ دینا کہ گھر والوں نے روک لیا تھا اور گھر والے بگڑیں تو کہہ دینا کہ آج جادوگر نے روک لیا تھا یونہی ایک زمانہ گزر

گیا کہ ایک طرف تو وہ جادو سیکھتا تھا، دوسری جانب کلام اللہ اور دین الٰہی سیکھتا تھا۔ ایک دن یہ دیکھتا ہے کہ راستہ میں ایک زبردست ہیبت ناک جانور پڑا ہوا ہے، اس نے لوگوں کی آمد و رفت بند کر رکھی ہے، اِدھر والے اُدھر اور اُدھر والے اِدھر نہیں آ سکتے اور سب لوگ ادھر ادھر حیران و پریشان کھڑے ہیں۔ اس نے اپنے دل میں سوچا کہ آج موقعہ ہے کہ میں امتحان کرلوں کہ راہب کا دین خدا کو پسند ہے یا جادوگر کا۔ چنانچہ اس نے ایک پتھر اٹھایا اور یہ کہہ کر اس پر پھینکا کہ:

''خدایا! اگر تیرے نزدیک راہب کا دین اور اس کی تعلیم جادوگر کے امر سے زیادہ محبوب ہے تو تو اس جانور کو اس پتھر سے ہلاک کردے، تاکہ لوگوں کو اس بلا سے نجات ملے۔''

پتھر کے لگتے ہی وہ جانور مر گیا اور لوگوں کا آنا جانا شروع ہو گیا پھر جا کر راہب کو خبر دی، اس نے کہا پیارے بچے! تو مجھ سے افضل ہے اب خدا کی طرف سے تیری آزمائش ہوگی اگر ایسا ہو تو کسی کو میری خبر نہ کرنا، اب اس بچے کے پاس حاجت مند لوگوں کا تانتا لگ گیا اور اس کی دعا سے مادرزاد اندھے کوڑھی جذامی اور ہر قسم کے بیمار اچھے ہونے لگے۔

بادشاہ کے ایک نابینا وزیر کے کان میں بھی یہ آواز پڑی وہ بڑے تحفے تحائف لیکر حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اگر تو مجھے شفا دیدے تو یہ سب میں تجھے دیدوں گا۔ اس نے کہا کہ شفا میرے ہاتھ نہیں، میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا، شفا دینے والا تو اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے، اگر تو اس پر ایمان لانے کا وعدہ کرے تو میں اس سے دعا کروں اس نے اقرار کیا، بچے نے اس کے لیے دعا کی تو اللہ نے اسے شفا دے دی۔

وہ بادشاہ کے دربار میں آیا اور جس طرح اندھا ہونے سے پہلے کام کرتا تھا کرنے لگا اور آنکھیں بالکل روشن تھیں بادشاہ نے متعجب ہو کر پوچھا کہ تجھے آنکھیں کس نے دیں؟ اس نے کہا: میرے رب نے بادشاہ نے کہا ہاں! یعنی میں نے۔ وزیر نے کہا: نہیں نہیں، میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔ بادشاہ نے کہا اچھا تو کیا میرے سوا تیرا

کوئی اور رب بھی ہے، وزیر نے کہا: ہاں! میرا اور تیرا رب اللہ عزوجل ہے اب اس نے اس کی مار پیٹ شروع کر دی اور طرح طرح کی تکلیفیں اور ایذائیں پہنچانے لگا اور پوچھنے لگا تجھے یہ تعلیم کس نے دی؟ آخر اس نے بتا دیا کہ اس بچے کے ہاتھ پر میں نے اسلام قبول کیا۔ اس نے اسے بلوایا اور کہا اب تو تم جادو میں خوب کامل ہو گئے ہو کہ اندھوں کو بینا اور بیماروں کو تندرست کرنے لگ گئے۔ اس نے کہا غلط ہے نہ میں کسی کو شفا دے سکتا ہوں نہ جادو۔ شفا اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے۔ کہنے لگا: ہاں! یعنی میرے ہاتھ میں ہے کیونکہ اللہ تو میں ہی ہوں۔ اس نے کہا ہرگز نہیں۔ کہا پھر کیا تو میرے سوا کسی اور کو رب مانتا ہے؟ تو وہ کہنے لگا: ہاں! میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ اس نے اب اسے بھی طرح طرح کی سزائیں دینی شروع کیں یہاں تک کہ راہب کا پتہ لگا لیا، راہب کو بلا کر اس سے کہا کہ تو اسلام کو چھوڑ دے اور اس دین سے پلٹ جا اس نے انکار کیا تو اس بادشاہ نے آرے سے اسے چیر دیا اور ٹھیک دو ٹکڑے کر کے پھینک دیا، پھر اس نوجوان سے کہا کہ تو بھی اس دین سے پھر جا۔ اس نے بھی انکار کیا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ ہمارے سپاہی اسے فلاں فلاں پہاڑ پر لے جائیں اور اس کی بلند چوٹی پر پہنچ کر پھر اسے اس کے دین چھوڑ دینے کو کہیں اگر مان لے تو اچھا ورنہ وہیں سے اسے لڑھکا دیں۔

چنانچہ یہ لوگ اسے لے گئے جب وہاں سے دھکا دینا چاہا تو اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کی:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْھِمْ بِمَا شِئْتَ

''خدایا جس طرح چاہے مجھے ان سے نجات دے۔''

اس دعا کے ساتھ ہی پہاڑ ہلا اور وہ سب سپاہی لڑھک گئے، صرف وہ بچہ ہی بچا رہا، وہاں سے وہ اترا اور ہنسی خوشی پھر اس ظالم بادشاہ کے پاس آ گیا، بادشاہ نے کہا یہ کیا ہوا؟ میرے سپاہی کہاں ہیں؟ فرمایا میرے خدا نے مجھے ان سے بچا لیا، اس نے کچھ اور سپاہی بلوائے اور ان سے کہا کہ اسے کشتی میں بٹھا کر لے جاؤ اور بیچوں بیچ

سمندر میں ڈبو کر چلے آؤ۔ یہ اسے لے کر چلے اور بیچ میں پہنچ کر جب سمندر میں پھینکنا چاہا تو اس نے پھر وہی دعا کی کہ:

''بارالہا! جس طرح چاہے مجھے ان سے بچا۔''

موج اٹھی اور وہ سپاہی سارے کے سارے سمندر میں ڈوب گئے، صرف وہ بچہ ہی باقی رہ گیا۔ یہ پھر بادشاہ کے پاس آیا اور کہا میرے رب نے مجھے ان سے بھی بچالیا اے بادشاہ! تو چاہے تمام تدبیریں کر ڈال لیکن مجھے ہلاک نہیں کرسکتا ہاں جس طرح میں کہوں اس طرح اگر تو کرے تو میری جان نکل جائے گی۔ اس نے کہا کیا کروں؟ فرمایا تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر پھر کھجور کے تنے پر سولی چڑھا اور میرے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر میری کمان پر چڑھا اور **بسم اللہ رب ھذا الغلا** یعنی اس اللہ تعالیٰ کے نام سے جو اس بچے کا رب ہے، کہہ کے وہ میری طرف پھینک! وہ مجھے لگے گا اور اس سے میں مروں گا چنانچہ بادشاہ نے یہی کیا تیر بچے کی کنپٹی میں لگا اس نے اپنا ہاتھ اس جگہ رکھ لیا اور شہید ہوگیا اس کے اس طرح شہید ہوتے ہی لوگوں کو اس کے دین کی سچائی کا یقین آ گیا ہر طرف سے یہ آوازیں اٹھنے لگیں کہ ہم سب اس بچے کے رب پر ایمان لا چکے، یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے ساتھی بڑے گھبرائے اور بادشاہ سے کہنے لگے اس لڑکے کی ترکیب ہم تو سمجھے ہی نہیں، دیکھئے اس کا یہ اثر پڑا ہے کہ تمام لوگ اس کے مذہب پر ہوگئے ہم نے تو اسی لیے اسے قتل کیا تھا کہ کہیں یہ مذہب پھیل نہ پڑے لیکن وہ ڈر تو سامنے ہی آ گیا اور سب مسلمان ہوگئے بادشاہ نے کہا اچھا! یہ کرو کہ تمام محلوں اور راستوں میں خندقیں کھدواؤ، ان میں لکڑیاں بھرو اور ان میں آگ لگادو، جو اس دین سے پھر جائے اسے چھوڑ دو اور جو نہ مانے اسے اس آگ میں ڈال دو، ان مسلمانوں نے صبر و سہار کے ساتھ آگ میں جلنا منظور کرلیا اور اس میں کود کود کر گرنے لگے البتہ ایک عورت جس کی گود میں دودھ پیتا چھوٹا سا بچہ تھا وہ ذرا جھجکی تو اس بچہ کو خدا تعالیٰ نے بولنے کی طاقت دی اس نے کہا اماں کیا کر رہی ہو، تم تو حق پر ہو، صبر کرو اس میں کود پڑو۔

فائدہ: اللہ اکبر! یہ تھے وہ کامیاب لوگ جنہوں نے جان پر کھیلنا تو گوارا کرلیا مگر اپنے دین اور ایمان پر کوئی آنچ نہ آنے دی اور اپنے ایمان کی سلامتی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہو گئے۔(۱۰)

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

صحیح بخاری میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے متعلق مذکور ہے کہ جب کفار مکہ ان کو گرفتار کرکے سولی کے تختہ پر لے گئے تو حضرت خبیب نے کفار سے کہا کہ سولی سے پہلے مجھے دو رکعت نفل پڑھ لینے دو۔ چنانچہ مشرکین کی اجازت سے دو رکعتیں پڑھیں اور ان سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

''خدا کی قسم! اگر مجھے تمہارے بارے میں یہ گمان نہ ہوتا کہ تم مجھے خوف زدہ اور بزدل خیال کروگے تو میں اور زیادہ نفل پڑھتا۔''

پھر حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کفار کے خلاف یہ دعا فرمائی:

''اے اللہ! ان کو گن گن کر مار اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کردے اور ان میں کسی کو بھی نہ چھوڑ۔''

پھر تختہ دار پر یہ والہانہ اشعار پڑھے جو ہمیشہ اہل ایمان کے دلوں کو گرماتے رہیں گے۔

فَلَسْتُ اُبَالِی حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰی اَیِّ جَنْبٍ کَانَ لِلّٰہِ مَصْرَعِیْ
وَذٰلِکَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰہِ وَاِنْ یَشَأْ
یُبَارِکْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعٖ

''آج اگر مجھے اسلام کی وجہ سے اللہ کے لیے قتل کیا جا رہا ہے تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ جی ہاں! مجھے کوئی پرواہ نہیں

ہے کہ میرا پچھڑنا کس پہلو ہے۔
اور اگر میرا یہ فعل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہے تو پھر وہ ذات
اگر چاہے تو بکھرے ہوئے ٹکڑوں میں بھی برکت ڈال سکتی
ہے۔"

اس کے بعد مشرکین میں سے غصبہ بن حارث آگے بڑھے اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ (۱۱)

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کی استقامت کا ایمان افروز واقعہ:

یہ ان دنوں کا واقعہ ہے جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مسلمانوں کا ایک لشکر رومیوں کے مقابلہ کے لیے روانہ فرمایا اور حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس لشکر کے ایک سپاہی تھے۔ روم کے بادشاہ قیصر نے اپنے سپاہیوں سے یہ پہلے ہی کہہ رکھا تھا کہ اگر وہ مسلمان کو دیکھیں تو دھوکہ سے گرفتار کر کے میرے پاس زندہ لائیں۔ چنانچہ رومی سپاہیوں نے دھوکہ سے چند مسلمانوں کو گرفتار کر لیا ان میں حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، مسلمان قیدیوں کو بادشاہ کے سامنے لا کھڑا کر دیا۔ بادشاہ نے حضرت حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھ کر کہا کہ میں تیرے سامنے ایک بات پیش کرتا ہوں اگر اس کو قبول کر لے گا تو تجھے رہا کر دوں گا اور تجھے خوب نوازوں گا۔ وہ بات یہ ہے کہ تو عیسائی ہو جا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے استغناء اور وقار کے ساتھ فرمایا کہ یہ بات مجھ سے بہت بعید ہے کہ تیری بات مان لوں، ہزار مرتبہ مر جانا مجھے عیسائی بننے سے زیادہ محبوب ہے۔

قیصر نے کہا: دیکھو! سنو! مجھے آپ بڑے سمجھدار آدمی لگ رہے ہیں، اگر میری

دعوت قبول کرلو گے تو میں تجھے بادشاہت میں شریک کرلوں گا۔

ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کا زیور پہنے ہوئے حضرت حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

خدا کی قسم! تم اپنی ساری بادشاہت اور عرب کی ساری بادشاہت دیدو اور مجھ سے یہ امید رکھو کہ میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین سے ایک پلک جھپکنے کی مقدار پھر جاؤں تو مجھے یہ بھی گوارا نہیں۔

بادشاہ نے کہا: پھر میں تجھے قتل کر دوں گا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا: شوق سے...... بادشاہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو سولی پر چڑھانے کا حکم دیدیا، جلاد نے پہلے ان کے ہاتھوں کے قریب تیر کا نشانہ لیا اور نصرانیت پیش کی، لیکن حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے انکار کردیا۔ بادشاہ نے کہا کہ اب اس کے پاؤں کے قریب کا نشانہ لو اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو دین اسلام سے پھر جانے کی ترغیب دی۔ مگر انہوں نے پھر انکار کردیا۔

قیصر کو حضرت عبداللہ بن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو دین اسلام سے پھرنے کی ایک نئی ترکیب سوجھی اس نے ایک بہت بڑی دیگ منگائی، اور تیل ڈال کر آگ پر گرم کرنے کا حکم دیا، جب تیل ابلنے لگا تو ایک مسلمان قیدی کو اس ابلتے ہوئے تیل میں پھنکوادیا۔ بس کیا تھا۔ ان کا سارا گوشت جل کر راکھ ہوگیا اور ہڈیاں صاف نظر آنے لگیں۔ اب بادشاہ پھر اس کامل الایمان صحابی کی طرف متوجہ ہوا اور نصرانیت کی دعوت دی، مگر اب حضرت عبداللہ بن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے پہلے سے بھی زیادہ سختی سے انکار کیا اور اسلام پر ثابت قدمی کا اظہار کیا۔

جب بادشاہ ہر طرح سے مایوس ہوگیا تو حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو دیگ میں پھینکنے کا حکم دیدیا جب انہیں دیگ کے قریب لے گئے تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے بادشاہ نے جب یہ منظر دیکھا تو خوش فہمی میں پھر نصرانیت کی دعوت دی

اور اسلام سے پھر جانے کی ترغیب دی، لیکن انہوں نے پھر انکار کر دیا۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ پھر رونے کی کیا وجہ ہے؟

اللہ اکبر! حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو ایمان افروز جواب دیا ہے تاریخ کے امانت دار سینے نے ہمارے لیے محفوظ کر لیا ہے:

''جب میرے دل میں یہ خیال آیا کہ آج تو اکیلا اس دیگ میں ڈالا جائے گا اور تیری روح نکل جائے گی کاش! میرے بدن کے بالوں کے برابر میری جانیں ہوتیں اور آج ان سب کو اللہ کے راستے میں اس دیگ کی نذر کیا جاتا، تو اس حسرت پر مجھے بے اختیار رونا آ گیا۔''

اللہ اکبر! کوئی لالچ اور خوف اس بطلِ جلیل کے پائے استقامت میں لغزش پیدا نہ کر سکا۔ شاہِ روم کو بڑی حیرت ہوئی کہنے لگا ''تم میرے سر کو بوسہ دیدو'' میں تمہیں چھوڑ دوں گا، فرمانے لگے صرف مجھے نہیں، میرے ساتھیوں کو بھی، شاہِ روم نے کہا: ٹھیک ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے سر کو بوسہ دیا اور شاہ روم نے حسب وعدہ تمام مسلمان قیدیوں کو آزاد کر دیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آ کر حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کو بوسہ دیا۔ (۱۲)

فائدہ: اللہ اکبر! یہ تھے وہ حضرات جن کو ایمان کی بشاشت اور حلاوت حاصل ہو چکی تھی، جنہوں نے ہر بڑی سے بڑی تکلیف کو برداشت کر لیا مگر اپنے ایمان اور یقین پر ذرہ برابر آنچ نہ آنے دی۔

ان عبرت ناک واقعات سے ایسے مسلمان سبق حاصل کریں، ذرا سی تنگی اور فقر و فاقہ جن کے ایمان کی بنیادوں میں تزلزل پیدا کر دیتا ہے، غیر مسلم مشنریاں خاص طور پر قادیانی، آغا خانی اور عیسائی مبلغین کی طرف سے دکھائے گئے سبز باغوں کی وجہ غیر ملکی ویزا اور شہریت کی لالچ میں آ کر اپنے

ایمان ویقین کو خیر باد کہہ دیتے ہیں۔ہائے افسوس!اس فانی زندگی کے چند ایام میں زبان کی لذت حاصل کرنے اور پیٹ کی ہوس مٹانے کی خاطر ہمیشہ ہمیشہ کی ہلاکت کے گڑھے میں گر جاتے ہیں۔العیاذ باللہ تعالیٰ۔



حوالہ جات:

(۱) صحیح البخاری (۱:۰۱ ۵)
(۲) اخرجه الحاکم الترمذی (ص ۱۲) باب فی الصبر علی البلاء، فی ابواب الزھد، وقال صحیح علی شرط الشیخین
(۳) مجمع الزوائد (۱:۱۰۱) باب فی الکبائر
(۴) منبهات لابن حجر ص ۳۰
(۵) رواه مسلم، کذافی المشکوٰۃ
(۶) ثمرات الاوراق لمولانا المفتی محمد شفیع حیوٰۃ الحیوان
(۷) وعظ "تفاضل الایمان" ص ۲۸
(۸) اخرجه البخاری و مسلم کما فی المشکوٰۃ، باب فضل الفقراء
(۹) وعظ "حقیقت احسان" ص ۷
(۱۰) تفسیر ابن کثیر (سورۃ البروج)
(۱۱) صحیح البخاری (۲:۵۶۸۔۵۶۹) کتاب المغازی
(۱۲) الاصابة فی تمییز الصحابة (۲:۲۹۶:۲۹۷) رقم الترجمة ۲۶۲۲

ساتویں فصل:

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور ہمارا ایمان

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَایَزْنِی الزَّانِی حِیْنَ یَزْنِیْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَسْرِقُ السَّارِقُ حِیْنَ یَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَشْرَبُ الْخَمْرَ حِیْنَ یَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَنْتَهِبُ نُهْبَةً یَرْفَعُ النَّاسُ اِلَیْهِ فِیْهَا اَبْصَارَهُمْ حِیْنَ یَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَغُلُّ اَحَدُکُمْ حِیْنَ یَغُلُّ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاِیَّاکُمْ اِیَّاکُمْ. متفق علیه وفی روایة ابن عباسؓ. وَلَا یُقْتُلُ حِیْنَ یَقْتُلُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ قَالَ عِکْرِمَةُ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ کَیْفَ یُنْزَعُ الْاِیْمَانُ مِنْهُ قَالَ هٰکَذَا وَشَبَّکَ بَیْنَ اَصَابِعِهٖ ثُمَّ اَخْرَجَهَا فَاِنْ تَابَ عَادَ اِلَیْهِ هٰکَذَا وَشَبَّکَ بَیْنَ اَصَابِعِهٖ وَقَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ لَا یَکُوْنُ هٰذَا مُؤْمِنًا تَامًّا وَلَا یَکُوْنَ لَهٗ نُوْرُ الْاِیْمَانِ۔(۱)

''حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! زنا کرنے والا جب زنا کرتا ہے تو اس وقت اس کا ایمان باقی نہیں رہتا، شراب پینے والا جب شراب پیتا ہے تو اس وقت اس کا ایمان باقی نہیں رہتا اور

چھینا جھپٹی کرتا ہے اور لوگ اس کو (کھلم کھلا) چھینا جھپٹی کرتے ہوئے دیکھتے ہیں (لیکن خوف و دہشت کے مارے بے بس ہو جاتے ہیں اور چیخ و پکار کے علاوہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ پاتے) تو اس وقت اس کا ایمان باقی نہیں رہتا پس تم (ان گناہوں سے) بچو (بخاری و مسلم) اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ قتل کرنے والا جب ناحق قتل کرتا ہے تو اس وقت اس کا ایمان باقی نہیں رہتا۔ عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے (یہ حدیث سن کر) پوچھا کہ اس سے ایمان علیحدہ کس طرح کرلیا جاتا ہے تو انہوں نے کہا کہ اس طرح (یہ کہہ کر) انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کیں اور پھر ان انگلیوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرلیا اس کے بعد انہوں نے فرمایا: اگر وہ توبہ کرلیتا ہے تو ایمان اس طرح واپس آ جاتا ہے، اور (یہ کہہ کر) انہوں نے اپنی انگلیوں کو پھر ایک دوسرے میں داخل کرلیا نیز ابو عبداللہ (یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا ہے کہ (اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ) وہ شخص (ارتکاب معصیت کے وقت) مومن کامل نہیں رہتا اور اس میں سے ایمان کا نور نکل جاتا ہے۔''

گناہ کی حالت میں ایمان کی بے بسی:

جیسا کہ پہلے بھی بتایا گیا ہے کہ مومن کا قلب ایک ایسے حساس و پاکیزہ ظرف کی مانند ہے جس میں صرف ایمان کا نور ٹھہر سکتا ہے، ایمان کے منافی کوئی بھی چیز اثر

انداز ہونے کی کوشش کرتی ہے تو نہ قلب مؤمن اس کا روادار ہوتا ہے اور نہ نور ایمان اس کو برداشت کرتا ہے چنانچہ وہ بدترین اور سنگین گناہ جس کا حدیث بالا میں ذکر ہوا، ایسی منافی ایمان باتیں ہیں جن کا تحمل نور ایمان کسی حالت میں نہیں کرسکتا، ادھر انسان ان میں سے کسی گناہ کا ارتکاب شروع کرتا ہے تو ادھر نور ایمان اس کے قلب سے رخصت ہوجاتا ہے اور پھر جب تک کہ اس گناہ پر نادم وشرمندہ ہوکر آئندہ کے لیے خلوص دل سے توبہ نہیں کرلیتا ایمان کی وہ نورانی کیفیت جو ارتکاب گناہ سے قبل اس کو حاصل تھی، اس کے قلب میں واپس نہیں آتی، اسی صورت حال کو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی انگلیوں کی مثال کے ذریعہ واضح کیا، انہوں نے پہلے اپنے ایک ہاتھ کے پنجہ کو دوسرے ہاتھ کے پنجہ میں داخل کیا اور دکھایا کہ یہ گویا ارتکاب معصیت سے قبل کی حالت ہے کہ نور ایمان مومن کے قلب میں جاگزیں ہے پھر انہوں نے دونوں پنجوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر کے بتایا کہ جس طرح ایک پنجہ دوسرے پنجہ سے الگ ہوگیا ہے، اسی طرح ارتکاب معصیت کے وقت نور ایمان مومن کے قلب سے علیحدہ ہوجاتا ہے، اور پھر انہوں نے دوسرے پنجوں کو ایک دوسرے میں داخل کردیا اور کہا کہ جس طرح یہ پنجے پھر ایک دوسرے میں داخل ہوگئے ہیں اسی طرح اگر مومن ارتکاب معصیت کے بعد توبہ کرلیتا ہے تو اس کا نور ایمان پہلے کی طرح اپنی جگہ واپس آجاتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

> ''ارتکاب معصیت کے وقت ایمان کے باقی نہ رہنے کا مطلب یہ ہے کہ مرتکب معصیت کامل مؤمن نہیں رہتا اس کا ایمان ناقص ہوجاتا ہے۔''

اور یہی حاصل امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے قول کا ہے جو روایت کے آخری فقرہ سے معلوم ہوا۔ (۲)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ:

''جب بندہ زنا کرتا ہے تو ایمان اس سے نکل جاتا ہے اور اس کے سر پر سائبان کی طرح معلق ہو جاتا ہے اور پھر جب وہ اس معصیت سے فارغ ہو جاتا ہے تو ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔'' (۳)

حافظ ابن تیمیہؒ کا ارشاد:

حافظ ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس موقع پر بڑی اچھی مثال دی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک گناہ گار کی مثال ایسی ہے جیسے آنکھیں بند کرنے والا بینا شخص جب آنکھیں بند کر لے تو اس کو کچھ بھی نظر نہیں آتا اور اس لحاظ سے یہ بینا اور نابینا شخص جب آنکھیں بند کر لے تو اس کو کچھ بھی نظر نہیں آتا اور اس لحاظ سے یہ بینا اور نابینا شخص دونوں برابر ہو جاتے ہیں، نہ یہ دیکھتا ہے اور نہ وہ۔ لیکن فرق یہ ہے کہ نابینا شخص کو آنکھوں کی روشنی ہی حاصل نہیں ہوتی اور بینا شخص اگر چہ روشنی رکھتا ہے مگر غلاف چشم کی وجہ سے وہ روشنی کام نہیں کرتی، اسی طرح ایک مؤمن کے نور بصیرت پر جب بہیمت اور ضلالت کا حجاب پڑ جاتا ہے تو وہ کافر کی طرح معصیت اور طاعت کا فرق نہیں پہچانتا اس لیے یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ مؤمن جس حالت میں زنا کرتا ہے تو اس کا نور ایمانی بہیمیت اور معصیت کی تاریکی سے ایسا مدہم پڑ جاتا ہے کہ اسے بھی معصیت کرنے سے کوئی حجاب باقی نہیں رہتا، اور جب بندہ اس معصیت کے بعد صدق دل سے توبہ کر لیتا ہے تو یہ حجاب بہیمیت پھر چاک ہو جاتا ہے اور نور ایمانی پھر جگمگانے لگتا ہے۔ (۴)

پہلی فصل ''ایمان کی تجدید'' کے بیان میں فقیہ ابو اللیث رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد گزر چکا ہے کہ گناہوں میں انہماک سے بلآخر ایسی نوبت آجاتی ہے کہ سلب ایمان کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ العیاذ باللہ!

چنانچہ بیہقی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''غصہ ایمان کو ایسے خراب کر دیتا ہے، جس طرح ایلوا شہد کو بگاڑ دیتا ہے۔'' (۵)

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

''جو شخص کسی ظالم کی مدد اور نصرت کے لیے نکلتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ وہ شخص ظالم ہے تو بلاشبہ یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا۔'' (٦)

ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا مؤمن بزدل ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ پھر پوچھا گیا کہ کیا مومن بخیل ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! پھر پوچھا گیا کہ کیا مومن جھوٹا ہوسکتا ہے فرمایا: نہیں (مومن جھوٹا نہیں ہوسکتا)۔'' (۸)

احادیث بالا سے معلوم ہوا کہ، غصہ (مراد غصہ کا ناجائز استعمال ہے کیونکہ محض غصہ آ جانا برا نہیں اس لیے کہ ہے یہ تو طبعی چیز ہے) ظالم کی نصرت اور جھوٹ ایسے گھناؤنے جرم اور گناہ ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے ایمان میں بگاڑ آ جاتا ہے یا ایمان گویا کالعدم ہو جاتا ہے۔

جس طرح گناہوں کے صدور سے ایمان مضمحل اور بے نور ہو جاتا ہے اسی طرح اس کے بالعکس اگر کوئی سعادت مند شخص کسی کامل اللہ والے کی صحبت و معیت میں تزکیہ نفس کے ذریعے اپنے قلب کو نور ایمان سے جگمگا لے، تو اس کے لیے گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔

ایمانِ کامل گناہوں سے رکاوٹ بنتا ہے:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے

ہیں کہ:

''جو شخص اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اخلاص (کی علامت) کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حرام کاموں سے اس کو روک دے۔''(۸)

سعادت مندی اور بدبختی کے اسباب:

حافظ ابن حجر نے منبہات میں لکھا ہے کہ حضرت محمد بن دردی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیطان پانچ وجہ سے بد بخت ہوا۔

۱۔اس نے اپنے گناہ کا اقرار نہیں کیا۔

۲۔اور نہ ہی اس پر نادم ہوا۔

۳۔اور نہ ہی اس جرم پر اپنے نفس کو ملامت کی۔

۴۔اور نہ ہی توبہ کا ارادہ کیا۔

۵۔اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہوا۔

جب کہ حضرت آدم علیہ السلام پانچ وجہ سے خوش بخت ہوئے۔

۱۔اپنی غلطی کا اقرار کیا۔

۲۔اس پر نادم ہوئے۔

۳۔اس پر اپنے نفس کو ملامت کی۔

۴۔اور توبہ میں جلدی کی۔

۵۔اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوئے۔(۹)

لمحہ فکریہ:

کس قدر افسوس اور حسرت کا مقام ہے کہ ہم مسلمان گناہوں کے گھٹا ٹوپ

اندھیرے میں غرق ہیں مگر یہ احساس ہی نہیں ہے کہ کہیں ہماری اس دولت ایمان کو جس پر اخروی نجات موقوف ہے، نقصان نہ پہنچ جائے بعض وہ حضرات جو اپنے دل میں کچھ آخرت کی فکر رکھتے ہیں ظاہری گناہوں مثلاً چوری، زنا، شراب نوشی وغیرہ سے بچنے کی تو کوشش کرتے ہیں مگر باطنی گناہوں، جیسے تکبر، عجب، حسد، بغض وغیرہ سے بچنے کا اہتمام ان کی طرف سے گویا کالعدم ہے حالانکہ ان ظاہری گناہوں سے کہیں زیادہ خطرناک باطنی گناہ ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ:

''ہر ایسا گناہ جس کا منشا شہوت ہو اس کے معاف ہونے کی امید ہے مگر ایسا گناہ جس کا منشا کبر ہو (جو کہ باطنی رذیلہ ہے) اس کے معاف ہونے کی امید نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ ابلیس لعین کا گناہ (سجدہ سے انکار) معاف نہیں ہے اس کی وجہ اس کا تکبر تھا اور آدم علیہ السلام کی خطا (جنت کا درخت کھالینا جس سے منع کیا گیا تھا) معاف کردی گئی کیونکہ اس خطا کا منشا شہوت تھا۔'' (۱۰)

ایمان کے نقصان سے بے فکری کا سبب:

سوچئے! آخر کیا وجہ ہے کہ ہمارا سراپا دن رات گناہوں میں غرق ہے مگر پھر بھی یہ احساس نہیں ہے کہ ہم گناہوں میں مبتلا ہو کر اپنے ایمان کی جڑیں کھوکھلی کر رہے ہیں ...... حضرت اقدس مجدد تھانوی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ:

''اس شخص کی ایسی ہی مثال ہے جیسے کوئی شخص پیدائش کے وقت سے اب تک اندھیری کوٹھڑی میں رہا ہو اور کبھی روشنی کی کرن کا نظارہ نہ کیا ہو تو ایسے شخص کو اندھیرے سے بالکل

وحشت نہیں ہوتی بلکہ اسی میں راحت وفرحت محسوس کرتا ہے
اسی طرح وہ لوگ جو دن رات گناہوں میں مبتلا ہیں اور وہ
ایسے مرض میں مبتلا ہیں جن سے ان کو کبھی صحت نصیب نہیں
ہوئی، اس لیے ان میں مرض کی تکلیف اور صحت کی راحت کا
احساس باقی نہیں رہا۔" (۱۱)

اور اطباء کا کہنا ہے کہ:

"ایسا مرض جس کے مرض ہونے کا احساس ہی نہ رہے سب
سے مہلک اور خطرناک مرض ہوتا ہے اس لیے خدارا! اپنے
آپ کو گناہوں اور لذات نفسانی سے بچاؤ۔ کم از کم گناہ کے
گناہ ہونے کا احساس تو پیدا کرلو! رات کو بستر پر لیٹتے وقت
اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیا کرو۔"

علامہ ابن جوزی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"سب سے بڑا عذاب یہ ہے کہ معذب کو اس کے عذاب
ہونے کا احساس نہ ہوا اور اس سے بھی سخت حالت یہ ہے کہ
اس عذاب پر خوشی محسوس کرے۔" (۱۲)

گناہ کی لذت خارش کی طرح ہے:

گناہوں اور لذات نفسانی میں انہماک کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے خارش کہ بدن پر سوزش محسوس ہونے پر جب آدمی خارش کرتا ہے تو اس کو وقتی طور پر لذت محسوس ہوتی ہے لیکن یہ وقتی لذت ایک بڑی تکلیف کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے اگر خارش کرنا چھوڑ دے تو پھر پہلے سے زیادہ تکلیف محسوس ہوتی ہے۔

یہی حال آج کے دور کے فواحش کا ہے کہ ان گناہوں میں انہماک کے وقت اس کا نفس لذت محسوس کرتا ہے مگر درحقیقت اس کی بیماری اور عذاب میں اضافہ ہو رہا

ہے جس کا وقتی طور پر اسے احساس نہیں ہوتا۔

ایسا شخص اپنے نفس کے معالجے کے لیے ذرا تھوڑی دیر کے لیے اپنی انگلی آگ کے قریب کر کے دیکھے کہ وہ اس ہلکی سی آگ کے قرب کو کتنا برداشت کر سکتا ہے! تو پھر خود ہی سوچ لے کہ جہنم کی خوفناک آگ پر اتنی دلیری کیوں کر رہا ہے۔ الامان! الحفیظ!

لذتوں کے پردے میں آگ:

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

> "جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ جاؤ جنت کا نظارہ کرو۔ حضرت جبریل علیہ السلام گئے اور جب جنت کے مناظر دیکھے تو عرض کرنے لگے! (اے میرے رب) کہ یہ جنت (تو اتنی حسین ہے) کہ جو بھی اس کے بارے میں سنے گا ضرور اس میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس جنت کو مشقت والے (ناپسندیدہ) اعمال کے ساتھ ڈھانپ دیا، پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جاؤ اب جا کر دیکھو۔ چنانچہ (حکم کی تعمیل میں) حضرت جبرائیل علیہ السلام گئے اور جا کر جنت کو اس حالت میں دیکھا تو عرض کرنے لگے: اے اللہ! آپ کی عزت کی قسم!!! اب مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی بھی اس میں داخل نہ ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو پیدا کیا اور جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جاؤ اور دوزخ کو دیکھو حضرت جبرائیل علیہ السلام گئے اور جب دوزخ کو دیکھا تو عرض کرنے لگے اے میرے پروردگار! کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جو اس دوزخ

کے بارے میں سنے اور پھر اس میں داخل ہونے کا حوصلہ کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو شہوات اور لذات سے ڈھانپ دیا، پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جاؤ! ذرا اب جا کر دیکھو! حضرت جبرائیل علیہ السلام گئے اور اب دوزخ کو دیکھا تو عرض کرنے لگے: اے میرے پروردگار! آپ کی عزت کی قسم!! مجھے ڈر ہے کہ اب تو کوئی شخص بھی اس میں داخل ہونے سے بچ نہیں سکے گا۔" (۱۳)

ایمان اور شہوت کا معرکہ:

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے دولت ایمان سے مشرف فرمایا ہے وہ گناہوں میں منہمک نہیں ہوتا، اگر باقتضائے بشریت شہوت اس کو گناہ پر مجبور کرتی ہے تو اس کا ایمان اس شہوت کو توڑ دیتا ہے، یوں وہ گناہ سے بچ جاتا ہے۔"

جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حسد کی بناء پر حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے کے سنگین گناہ کا ارادہ کیا تھا تو پھر ایمان نے شہوت حسد کو توڑ کر اس گھناؤنے جرم سے باز رکھا، چنانچہ سب سے پہلے بھائیوں نے قتل ہی کا عزم کیا۔

اُقْتُلُوا يُوسُفَ

"یوسف کو قتل کردو۔"

پھر جب اندر کے ایمان نے جھنجھوڑا تو کہنے لگے:

اَوِ اطْرَحُوهُ اَرْضًا

"یا کسی دور زمین میں پھینک آؤ۔"

وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ

چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائی جنگل کی طرف لیکر نکلے اور دل میں پوشیدہ حسد کی بنا پر ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو بڑے بھائی نے کہا:

لَا تَقْتُلُوا یُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ

''یعنی یوسف کو قتل مت کرو البتہ اس کو کسی کنویں میں پھینک دو۔''

اور کنویں میں پھنکوانے کا مقصد مارنا نہیں تھا بلکہ:

یَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّیَّارَةِ

''یعنی اس کو کوئی گزرنے والا قافلہ اٹھا لے گا چنانچہ ان بھائیوں نے ایسا ہی کیا۔'' (۱۴)

آخر میں دل و جان سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان میں نور اور کمال پیدا فرمادیں اور قارئین سے دلی استدعا ہے کہ سیاہ کار راقم الحروف کے لیے بھی دعا فرمادیں، کیا بعید ہے، کہ آپ حضرات کی دعاؤں کی برکت سے یہ سیاہ کار بھی گناہوں سے بچ جائے اور اس کے ایمان کی تکمیل ہو جائے۔



حوالہ جات:

(۱) صحیح البخاری (کتاب الححابرمین، باب اثم الزناة رقم (۶۴۲۴)
(۲) مظاهر حق
(۳) رواه الترمذی و ابوداؤد کما فی المشکوٰة (۱:۱۸)
(۴) مظاهر حق
(۵) اخرجه البهیقی، کذافی المشکوٰة، باب الغضب والکبر ص ۴۳۴
(۶) اخرجه البهیقی
(۷) کذافی معارف الحدیث
(۸) رواه الطبرانی فی (الکبیر) والاوسط
(۹) منبهات لابن حجر ص ۴۷
(۱۰) منبهات ص ۲۳
(۱۱) وعظ "ضرورة العلم بالدین"
(۱۲) صید الخاطر ص ۱۹
(۱۳) سنن الترمذی (۴:۶۹۳) رقم (۲۵۶۰)
(۱۴) صید الخاطر ص ۱۴۴

آٹھویں فصل:

اعمالِ صالحہ کی اہمیت اور ہمارا ایمان

عَنْ عَلِيّ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ وَ مَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَلَا نَتَّكِلُ عَلَى كِتَابِنَا وَ نَدَعُ الْعَمَلَ؟ قَالَ: اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ، اَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ وَاَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَسَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ الشَّقَاوَةِ ثُمَّ قَرَأَ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى الاية (۱)

''حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے کہ اس کا دوزخ اور جنت کا ٹھکانہ نہ لکھ دیا گیا ہو۔ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم لکھے ہوئے (مقدر) پر بھروسہ کر کے عمل کو چھوڑ نہ دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (نہیں) تم عمل کرتے رہو اس لیے کہ ہر شخص کے لیے وہی عمل آسان کیا جاتا ہے جس کے لیے اس کو پیدا کیا

گیا ہے۔ بہرحال اگر وہ اہل سعادت (اہل جنت) میں
سے ہے تو اس کے لیے نیک اعمال آسان کردیئے جاتے
ہیں اور اگر وہ اہل شقاوت (اہل دوزخ) میں سے ہے تو
اس کے لیے برے اعمال آسان کردیئے جاتے ہیں۔ پھر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

أَفَامَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی

فائدہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مبارک ارشاد سے ایمان کے ساتھ ساتھ اعمال کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ دنیوی زندگی میں اعمال وہ کسوٹی ہے جس کے ذریعے ہی اس کے سعید (نیک بخت) یا شقی (بدبخت) ہونے کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

''ایک مرتبہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف (سواری پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے) تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! انہوں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ وسعدیک! (اے اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں) ......
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ اسی طرح پکارا اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تینوں مرتبہ اسی طرح جواب دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بھی سچے دل سے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس پر دوزخ کی آگ کو حرام کردیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

کیا میں لوگوں کو یہ خوشخبری سنادوں تاکہ وہ خوش ہو جائیں؟
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تو یہ لوگ بھروسہ
کر کے بیٹھے رہیں گے (عمل نہیں کریں گے) آخر کار
کتمان علم (علم چھپانا) کے گناہ سے بچنے کے لیے یہ حدیث
حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت
سنادی۔" (۲)

ایمان وعمل میں باہمی رابطہ:

احادیث مبارکہ کی بہت بڑی تعداد ایسی ہے جس میں اعمال صالحہ کی بڑی تاکید وارد ہے حضرت امام بخاری نے اپنی کتاب "صحیح بخاری" کی "کتاب الایمان" میں تقریباً بیس سے زائد ابواب اس موضوع پر قائم فرمائے کہ فلاں فلاں عمل ایمان کا حصہ ہے۔ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ اس طرز تحریر سے اس بات کی ضرورت دل نشین کرانا چاہتے ہیں کہ صرف ایمان کی برکت سے اگر چہ کبھی نہ کبھی تو نجات ہو ہی جائے گی مگر کامل نجات (یعنی دوزخ کے عذاب سے مکمل طور پر آزاد ہو کر شروع ہی میں جنت کا فیصلہ ہو جائے) کے لیے ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی بھی ضرورت ہے تاہم! اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے محض ایمان کی برکت سے عذاب سے بچا کر جنت میں داخل فرمادیں اور کچھ بھی حساب نہ لیں تو یہ بھی ان کی رحمتِ واسعہ سے ذرا بعید نہیں۔

العیاذ باللہ! اگر عملی کوتاہی کی سزا بھگتنے کے لیے تھوڑی دیر کے لیے بھی دوزخ میں جانا پڑا تو کون ایسا شخص ہے جو آخرت کے عذاب کے چھوٹے سے ذرے کی بھی سہار کر سکے۔ **اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ**۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایمان کی دولت سے مشرف فرمایا ہے تو حتی المقدور عمل میں کوتاہی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق نصیب فرمائیں۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کا سبق آموز واقعہ:

فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ: ایک مرتبہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے حمام (نہانے کی جگہ) میں جانے کا ارادہ کیا، پیسے پاس تھے نہیں، مالک نے یہ کہہ کر روک دیا کہ اجرت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتے، یہ سن کر ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ رونے لگے اور یوں فرمایا کہ یا اللہ! مجھے شیطان کے اس گھر (غسل خانہ) میں بلا اجرت داخلہ کی اجازت نہیں دی جا رہی، جنت تو انبیاء وصدیقین کا گھر ہے اس میں اجرت کے بغیر داخلہ کیسے ہو سکے گا۔ (۳)

اسلام کی اساس اعمال ہیں:

بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اعمال پر اسلام کی بنیاد رکھی ہے، ایمان کے ساتھ اعمال کی بھی تاکید فرمائی ہے چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔

۱۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

۲۔ اور نماز قائم کرنا۔

۳۔ اور زکوۃ ادا کرنا۔

۴۔ اور حج کرنا۔

۵۔ اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔ (۴)

اور دیگر بہت سی روایات میں اعمال کو ایمان کی شاخیں قرار دیا گیا ہے اور خود قرآن کریم میں متعدد مواضع میں جہاں اہل ایمان کو جنت کی بشارت سنائی گئی وہاں ایمان کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ کا تذکرہ بھی موجود ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

''دنیا کی عزت تو مال و اسباب سے حاصل ہوتی ہے اور
آخرت کی عزت اعمال صالحہ کے ساتھ ہے۔'' (۵)

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک اسوۂ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بابرکت حالات زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہیں جب کہ ان نفوسِ قدسیہ کے جنتی ہونے اور کامل الایمان ہونے میں کسی وسوسہ کی گنجائش نہیں۔ خود قرآن کریم نے بارہا ان کے ایمان کی شہادت دی اور اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنی رضامندی کا اعلان فرمایا اور انکی خطاؤں کی معافی کا وعدہ فرمایا لیکن ان حضرات کے اعمال صالحہ کے شوق اور اعمال میں محنت کے واقعات اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کو بطور نمونہ ذکر کرنا بھی ایک مطول کتاب کی داغ بیل ڈالنے کے مترادف ہوگا۔ حیات الصحابہ (مؤلفہ مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمتہ اللہ علیہ) حکایات صحابہ (مؤلفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمتہ اللہ علیہ) اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زندگی کے واقعات پر لکھی گئیں بیسیوں کتابیں ان کے مجاہدات اور ریاضات پر کھلی شاہد ہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

اس مقام پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بعض ان لوگوں کی غلط فہمی کا ازالہ کیا جائے جو بظاہر کم علمی۔ لیکن درحقیقت شیطانی ونفسانی خیالات سے مغلوب ہوکر غلط فہمی کا شکار ہیں یا احکام خداوندی سے تجاہلِ عارفانہ کرتے ہوئے محض طبعی سستی کی وجہ سے اعمال ظاہرہ کا انکار کرنے لگتے ہیں۔

زیادہ باعث لطف و برکت ہوگا اگر اس مقام کی تفصیل حضرت مجدد تھانوی قدس سرہ کی زبان حق ترجمان سے بیان کردی جائے! حضرت رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

مقام افسوس ہے کہ دور حاضر میں بعض لوگ یوں کہتے ہیں کہ نماز کی اب کیا ضرورت ہے، ہم تو مسلمان کے گھر میں پیدا ہوئے ہیں، ابتدائے اسلام میں چونکہ

بت پرستی کا غلبہ تھا، اس لیے عقیدۂ توحید کے راسخ کرنے کے لیے نماز کا حکم ہوا۔ روزہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں رزق کی تنگی کے سبب اس کا حکم کیا گیا تھا، اب فراخی کے زمانہ میں فاقہ کی کیا ضرورت ہے، غرض زکوٰۃ، قربانی، فطرانہ ہر ایک حکم کو نکالنا چاہتے ہیں۔

عارف رومی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مثال میں خوب بیان فرمایا ہے کہ ایسے لوگوں کو تو اسلام ہی کا نام بدل دینا چاہئیے۔ چنانچہ مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی مثنوی میں ایک قصہ بیان فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں بعض علاقوں میں یہ رسم تھی کہ لوگ اپنے ہاتھوں پر شیر یا چیتے وغیرہ کی تصویر بنوالیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک مصور سے کسی شخص نے کہا کہ میرے ہاتھ پر شیر کی تصویر بنادے، چنانچہ اس نے تصویر بنانے کے لیے جب سوئی آگ میں گرم کر کے اس کے ہاتھ پر رکھی تو تکلیف سے اس کی چیخ نکل گئی اور کہا ارے! کیا بناتا ہے؟ اس نے کہا کہ دم بنا رہا ہوں، کہا: ارے بغیر دم کے بھی تو شیر بن سکتا ہے، اس مصور نے دوبارہ سوئی آگ پر گرم کی اور اس کی کھال پر رکھی، وہ پھر چلایا، اور کہا کہ اب کیا بنانے لگے ہو؟ مصور نے کہا اب کان بناتا ہوں، کہا ارے ظالم! بغیر کان کے بھی تو شیر ہوسکتا ہے، مصور نے پھر سوئی گرم کی اور اس کی کھال پر رکھی یہ پھر چیخا کہ اب کیا بنانے لگے ہو، مصور نے کہا کہ اب شکم بنانے لگا ہوں، اس نے کہا رہنے بھی دو، بس بغیر شکم ہی کے شیر بنادو، اسی طرح جب سر کی باری آئی تو وہ چیخا تو مصور نے جھلا کر سوئی پھینک دی اور کہا کہ دور ہو جا یہاں سے ؎

شیر بے گوش و سر و شکم کے دید
ایں چنیں شیرے خدا ہم نا آفرید
چوں نداری طاقتِ سوزن زدن
از چنیں شیر زیاں پس دم مزن

مطلب یہ کہ:

''بغیر کانوں، بغیر سر اور بغیر پیٹ کے شیر بھی کسی نے دیکھا

ہے، ایسا شیر تو خدا نے بھی نہیں بنایا۔ جب تو سوئی کی تکلیف
برداشت نہیں کرسکتا تو پھر ایسے شیر بنانے کی تمنا ہی مت
کرے''(۶)

احکامِ خداوندی میں کانٹ چھانٹ کی حیثیت:

حضرت اقدس مجدد تھانوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایمان اور اس کے سب فروع (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، وغیرہ) اور شریعت کا ہر جز و ایسا ہے کہ اگر اس میں ایک ذرہ بھی کم کردیا جائے تو اس کی بدنمائی ہوگی اس اختصار کی مثال ایسی ہی ہوگی جیسے ایک شاہی باز، محل سے اڑ کر ایک بڑھیا کے گھر پہنچ گیا تھا، بڑھیا نے اس کو پکڑ لیا اور اس کی چونچ دیکھی جو بہت بڑی تھی، تو اس بڑھیا کے دل میں بہت رحم آیا اور بہت افسوس کیا کہ ہائے یہ کھاتا کیسے ہوگا؟! چنانچہ ہمدردی کے جوش میں بڑھیا نے قینچی لیکر اس کی چونچ کتر دی، پنجے اور پاؤں دیکھے تو وہ بھی لمبے لمبے تھے، کہنے لگی ہائے! یہ چلتا کیسے ہوگا چنانچہ ازراہ شفقت اس کے پنجے بھی کاٹ دیئے، غرض اس کم فہم بڑھیا نے جو جو چیزیں اس باز میں کمال اور امتیازی شان رکھتی تھیں، سب اڑادیں۔

اسی طرح بعض محبان دین، اسلامی ہمدردی میں، اسلام کے امتیازی اور پر شوکت احکام ہی کو سرے سے اڑانا چاہتے ہیں، چنانچہ جب بھی لادین عناصر، غیر مسلم اقوام اپنے روایتی عناد اور ہٹ دھرمی اور حق سے چشم پوشی کی بنا پر اسلام کے کسی حکم پر اعتراض کرتے ہیں تو یہ بیچارے اسلام کے نادان دوست اس اسلامی حکم اور شعائر ہی کا سرے سے انکار کردیتے ہیں، اور اسلام کے ساتھ اس ریچھ کی طرح دوستی کا ثبوت دیتے ہیں، جس نے دیکھا کہ مالک آرام کررہا ہے اور ایک مکھی بار بار مالک اور آقا کی ناک پر بیٹھ جاتی ہے اور اس کی نیند خراب کررہی ہے تو بار بار کے اڑانے کے بجائے یہ فیصلہ کیا کہ بڑا پتھر لیکر اس اڈے یعنی ناک ہی کو اڑادیا جائے تاکہ مکھی کے لیے جائے شرارت ہی باقی نہ رہے۔ چنانچہ اس نے پتھر لیکر جو ناک پر مارا تو آقا کو

سونے کی حالت میں ہی کچل دیا، یوں اس نادان دوست نے خیر خواہی میں اپنے آقا کی جان لے لی، یہی حال آج کل بعض خودرو محققین کا ہے جو اپنے جی میں تو اسلام کے ساتھ ہمدردی کررہے ہیں۔ مگر درحقیقت خود ایمان و اسلام کی جڑیں کھوکھلی کر رہے ہیں۔

دوسری غلط فہمی کا ازالہ:

اسی طرح بعض نیم محقق یوں کہنے لگے کہ اصل مقصود تو حکومت الٰہیہ کا قیام ہے، باقی نماز، روزہ وغیرہ کوئی مقصودی عبادات نہیں ہیں، پھر اسی غلط نقطہ کے پیش نظر ان کے قلم و زبان نے نوافل واذکار وغیرہ کے ساتھ استہزاء کا انداز اختیار کرلیا۔؟

کاش! یہ لوگ قرآن کریم کی اس آیت کو پڑھتے اور سمجھتے تو اپنی غلطی پر متنبہ ہو کر اس غلط نظریے سے توبہ کر لیتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (الحج)

''وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین قدرت (حکومت) دے دیں تو وہ نماز قائم رکھیں، اور زکوٰۃ دیں اور نیک کاموں کا حکم کریں اور برے کاموں سے منع کریں۔''

اور کاش! یہ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارکہ اسوۂ حسنہ کا مطالعہ فرمالیتے !! حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عبادات کی طرف نظر فرمالیتے اور حضرات سلف رحمتہ اللہ علیہ کے مجاہدات اور ریاضات کا کچھ لحاظ فرمالیتے !!!

تیسری غلط فہمی کا ازالہ:

بعض لوگ یوں سمجھنے لگتے ہیں کہ بس ہم نے کلمہ پڑھ لیا ہے اور یہ کلمہ توحید ہی ہمارے لیے کافی ہے، باقی احکام پر عمل کرنے کا کون سا ہم نے عہد و پیمان کیا ہے کہ ہم ایک ایک حکم کو بجالائیں گے اور شریعت مقدسہ کے ہر ایک حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں گے۔

حضرت اقدس مجدد تھانوی قدس اللہ سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

> ''کلمہ توحید ''لا الہ الا اللہ'' یہ ایک عنوان ہے، جو تمام اجزائے دین نماز، روزہ، حج، زکوۃ، معاملات، معاشرت، اخلاقیات اور فرائض و مستحبات سب کو شامل ہے۔ اس کلمہ کے اقرار سے سارے اجزاء دین کا اقرار اور ان پر عمل پیرا ہونے کا عہد و پیمان خود بخود ہوگیا، اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص نکاح کرتا ہے تو مجلس عقد میں صرف ایجاب و قبول کرتا ہے اور نکاح ہو جاتا ہے چند روز کے بعد اس کی بیوی نے نان و نفقہ اور مکان وغیرہ کا مطالبہ شروع کر دیتی ہے اب اگر میاں یہ کہے کہ میں نے تو مجلس عقد میں صرف آپ کو قبول کیا تھا، اتنے سارے بکھیڑے کب اپنے سر لیے تھے تو اس میاں کو ہر دانا و بینا شخص یہی جواب دے گا میاں! جب تم نے بیوی کو قبول کر لیا تو باقی سب کچھ ضمن میں آ گیا، نان و نفقہ بھی، گھر گرستی بھی، نمک، تیل، لکڑی وغیرہ بھی۔'' (۷)



حوالہ جات:

(۱) اخرجه البخاری و مسلم، کذافی "المشکوٰۃ" کتاب الایمان، باب الایمان بالقدر (۱ : ۲۰)
(۲) اخرجه البخاری فی اواخر کتاب العلم
(۳) تنبیه الغافلین ص ۶۲
(۴) اخرجه البخاری فی اوائل الایمان
(۵) منبهات لابن حجر ص ۱۳
(۶) وعظ 'اختیار الخلیل"
(۷) وعظ جلاء القلوب ص ۳۷

نویں فصل:

ایمان کی تکمیل

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَلَّمَا خَطَبَنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَالَ: لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَۃَ لَہٗ دِیْنَ لِمَنْ لَا عَھْدَ لَہٗ۔ (۱)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا ہو اور یہ نصیحت نہ فرمائی ہو کہ ''**ا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَۃَ لَہٗ دِیْنَ لِمَنْ لَا عَھْدَ لَہٗ**'' یعنی اس شخص کا ایمان ہی نہیں ہے جس میں امانت داری نہیں اور اس شخص کا دین نہیں جس میں وعدہ کی پاسداری نہیں۔

کامل مومن بننے کا طریقہ:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''تم میں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔'' (۲)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔'' (۳)

فائدہ: احادیث بالا اور ان جیسی دوسری احادیث میں جن اوصاف حمیدہ کے نہ ہونے پر ایمان کی نفی فرمائی گئی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے نہ ہونے سے ایمان کامل نہیں رہتا البتہ نفسِ ایمان جس پر آخرت کے دائمی عذاب سے بچنے کا مدار ہے وہ پھر بھی باقی رہتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

''مومنین میں سے سب سے زیادہ مکمل ایمان والا وہ شخص ہے جو ان میں اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھا ہے اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ سب سے زیادہ نرم برتاؤ رکھنے والا ہے۔'' (۴)

ایک دوسری روایت میں وارد ہے کہ:

''مومنین میں سے سب سے زیادہ مکمل ایمان والا وہ شخص ہے جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھا ہو اور حسن اخلاق کا درجہ روزے اور نماز کے برابر ہے۔'' (۵)

نورِ ایمان کی پہچان:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

(فَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يَشْرَحْ صَدْرَهٗ

لِلْاِسْــــلَامِ) یعنی جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرما لیتے ہیں اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتے ہیں۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب نور سینہ میں داخل ہو جاتا ہے تو سینہ کھل جاتا ہے (کسی صحابی نے) عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا اس بات کی کوئی علامت ہے کہ جس سے یہ پہچانا جا سکے کہ اب نور سینہ میں داخل ہو گیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں (اس کی علامت ہے) اور وہ یہ ہے کہ: دھوکہ والے گھر (یعنی دنیا سے) جی کھٹا ہو جانا اور ہمیشہ ہمیشہ والے گھر (آخرت) کی تیاری میں لگ جانا اور موت کے آنے سے پہلے پہلے اس کے لیے تیار رہنا۔'' (٦)

نورِ ایمان کی تاثیر:

حکیم الامتہ حضرت مجدد تھانوی قدس اللہ سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں ہے:

جزیا مُؤمِنُ! فِاِنَّ نُوْرَکَ قَدْ اَطْفَانَارِیْ

جب نور ایمان میں یہ خاصیت ہے کہ دوزخ کی آگ بھی بجھا دیتا ہے تو دنیا کے غموم و ہموم و احزان کی تو حقیقت ہی کیا ہے، اگر یہ نور حاصل ہو جائے تو واللہ! دنیا و آخرت کی راحتیں ہمارے ہی واسطے ہیں، پھر ہمارے پاس غم و رنج کا نام و نشان بھی نہ رہے گا۔ ہاں! ایک غم رہے گا خدا کی لقاء و رضا کا، سو یہ غم لذیذ ہے اور ایسا لذیذ ہے کہ اگر یہ حاصل ہو جائے تو آپ ہفت اقلیم کی سلطنت پر لات مار دیں گے۔ (۷)

نورِ ایمان کو حاصل کرنے کا طریقہ:

حضرت مجدد تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ نورِ ایمان کی تحصیل کا طریقہ ذکر وفکر ہے اور فکر کا طریقہ یہ ہے کہ ہر کام میں سوچ لو کہ اس سے ہم پر کوئی بلا تو نازل نہ ہوگی، جس کی تکلیف برداشت نہ ہو سکے، اس کے بعد آپ کی زندگی پر لطف ہوگی غرضیکہ خلاصہ دستور العمل کا یہ ہے کہ ہر کام اور ہر بات سوچ کر کرو، دوسرے اپنے اعمال کا حساب کتاب کیا کرو، اپنی نافرمانیوں کو سوچو اور ان سے توبہ کرو اور عذاب کو یاد کرو، اس سے حیاء اور خوف پیدا ہوگا اور جنت کی نعمتوں کو سوچو، اس سے محبت وشوق پیدا ہوگا۔ (۸)

ایمان کامل کی علامات:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ ایمان کی چار علامات ہیں:

۱۔ نماز پڑھنا۔

۲۔ زکوٰۃ ادا کرنا۔

۳۔ جہاد کرنا۔

۴۔ امانت داری۔

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ:

"اسلام آٹھ حصوں پر مشتمل ہے۔ نماز پڑھنا بھی ایک حصہ ہے، زکوٰۃ ادا کرنا بھی ایک حصہ ہے، جہاد کرنا بھی ایک حصہ ہے، رمضان کے روزے رکھنا بھی ایک حصہ ہے، امر بالمعروف بھی ایک حصہ ہے، نہی عن المنکر بھی ایک حصہ ہے اور اسلام (اللہ تعالیٰ کی مکمل فرماں برداری) بھی ایک حصہ ہے، اور وہ شخص تو بہت ہی نقصان اور خسارے والا ہے، جس کا اسلام میں کوئی بھی حصہ نہ ہو۔" (۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''انصار سے محبت کرنا ایمان کی علامت ہے اور انصار سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔'' (۱۰)

اہل ایمان کی اقسام:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں مومنین کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ وہ مومن جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لائے، پھر انہوں نے کوئی شک وشبہ نہیں کیا اور اپنی جانوں اور اموال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا۔

۲۔ پھر وہ مومن ہیں جن کی ذات سے لوگوں کو اپنے اموال اور جانوں کے بارے میں امن حاصل ہے۔

۳۔ پھر وہ مومن ہیں جن کو اگر کبھی کسی چیز کی طمع نے آگھیرا ہو تو وہ اللہ کے لیے اس کو چھوڑ دیں۔ (۱۱)

ایمان کی افضل ترین حالت:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''ایمان کی سب سے افضل ترین حالت یہ ہے کہ یہ استحضار تمہارے قلب و دماغ میں پیوست ہو جائے کہ تم جہاں کہیں بھی ہو، اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہیں۔'' (۱۲)

فائدہ: ایمان کی یہی وہ اعلیٰ ترین صفت ہے جس کو مشہور حدیث ''حدیثِ

جبرائیل“ میں احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔
ایمان کی یہی وہ اعلیٰ ترین خوبی ہے جسے حاصل کرنے کے لیے حضرات صوفیاء کرام محنت اور مجاہدہ کرتے ہیں۔

ایمان کامل کا ثمرہ:

احادیث بالا میں جتنے بھی اوصاف کا ذکر ہے، یہ سب ایمان کی تکمیل کا باعث ہیں جن کا ثمرہ آخرت میں یہ ظاہر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ایمان کامل کی برکت سے مغفرت کاملہ کا وعدہ ہے، جس کی وجہ سے بغیر حساب کتاب جنت میں داخل فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے راقم الحروف کا ایمان بھی مکمل فرمادیں اور اپنے فضل سے ان لوگوں میں شامل فرمادیں جن کے لیے اول مرحلہ میں ہی جنت میں داخلے کا فیصلہ ہوگا، کیونکہ آخرت کے عذابوں کی تو پل بھر کے لیے سہار نہیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم



حوالہ جات:

(۱) هذا حديث حسن اخرجه احمد، كذافى شرح السنة للبغوى (۱:۷۵)
(۲) اخرجه البخارى (۱:۶)، فى ابواب الايمان
(۳) صحيح البخارى (۱:۷)، فى ابواب الايمان
(۴) سنن ابن ماجة ص ۱۷۳ سنن الترمذى (۵:۹) رقم (۲۶۱۲) كتاب الايمان
(۵) رواه البزار و رجاله ثقات كذافى المجمع (۱:۵۹)
(۶) المشكوٰة
(۷) الفاس عيسىٰ ص ۳۵۱
(۸) ايضا
(۹) المصنف لابن ابى شيبة (۱۱:۷) برقم (۱۰۳۶۱، ۱۰۳۶۲)
(۱۰) صحيح البخارى (۱:۷)
(۱۱) مجمع الزوائد (۱:۵۲)
(۱۲) رواه الطبرانى فى "الاوسط الكبير" كذافى المجمع (۱:۶۰)

دسویں فصل:

اللہ تعالیٰ کا عظیم انعام۔ ہمارا ایمان

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ قَسَّمَ بَیْنَکُمْ اَخْلَاقَکُمْ کَمَا قَسَّمَ بَیْنَکُمْ اَرْزَاقَکُمْ وَاِنَّ اللّٰهَ یُعْطِی الدُّنْیَا مَنْ یُحِبُّ وَمَنْ لَا یُحِبُّ وَلَا یُعْطِی الْاِیْمَانَ اِلَّا مَنْ یُحِبُّ۔(۱)

''حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان اخلاق کو بھی ویسے ہی تقسیم کیا ہے جیسا کہ تمہارے درمیان رزق کو تقسیم کیا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ دنیا ہر شخص کو دیتے ہیں جس سے محبت کرتے ہیں اس کو بھی اور جس سے محبت نہیں کرتے اس کو بھی، مگر ایمان کی دولت سے اسی کو سرفراز فرماتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوتی ہے۔''

فائدہ: واقعی اللہ تعالیٰ کی محبت اور ان کے خاص فضل وکرم کا صدقہ ہے کہ ہمیں بغیر کسی استحقاق کے اتنی بڑی نعمت عطا فرمادی جس پر دنیا وآخرت کی ہمیشہ ہمیشہ کی نجات کا دارومدار ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کے اس عظیم احسان کی جتنی زیادہ قدر کرنا چاہیے تھی لیکن افسوس صد افسوس! ہماری جانب سے اتنی ہی

لاپرواہی اور غفلت کا معاملہ ہو رہا ہے۔

اس عظیم ترین عطیہ خداوندی کی قدر دانی یہی ہے کہ ایمان کے تقاضوں کے مطابق ہماری زندگی کا ایک ایک لمحہ بسر ہونا چاہیے اور محسن حقیقی ذات باری تعالیٰ کے اس فضل کی قدر دانی یہ ہے کہ پلک جھپکنے کی مقدار بھی ان کی نافرمانی نہ کی جائے۔

اہل ایمان کے لیے ''طوبیٰ'' ہے:

ایک حدیث شریف میں ہے کہ:

''اس شخص کے لیے طوبیٰ ہے جس کو اسلام کی ہدایت مل گئی اور زندگی کا ساز و سامان بس گزارے کے لائق ملا اور اس نے اس پر قناعت اختیار کر لی۔'' (۲)

''طوبیٰ کا مطلب:

''طوبیٰ'' کے بارے میں فقیہ ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جنت میں ''طوبیٰ'' نام کا ایک درخت ہوگا، ہر گھر میں اس کی ایک شاخ ہوگی، جس پر مختلف قسم کے پھل ہوں گے اور اونٹ کے برابر پرندے اس پر آ کر بیٹھیں گے اگر کوئی جنتی کسی پرندے کی خواہش کرے گا تو وہ فوراً دسترخوان پر آ جائے گا، وہ شخص ایک ہی پرندے میں سے ایک جانب سے سوکھا اور دوسرے جانب سے بھنا ہوا گوشت کھائے گا، پھر وہ پرندہ اڑ کر چلا جائے گا۔ (۳)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے کسی یہودی نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! تمہاری کتاب (قرآن مجید) میں ایک آیت ایسی ہے جس کی تم تلاوت کرتے ہو، اگر ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو (جس دن یہ آیت نازل ہوئی) عید کا دن بنا لیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ وہ کون سی آیت ہے؟ اس یہودی نے کہا کہ وہ آیت یہ ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ
نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں تو وہ دن بھی معلوم ہے جس دن یہ آیت نازل ہوئی اور وہ جگہ بھی معلوم ہے جس جگہ یہ آیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ وہ جمعہ کا دن تھا اور عرفات میں یہ آیت نازل ہوئی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان میں کھڑے تھے۔

حضرت علی مرتضیٰؓ کا ارشاد:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

''انسان کے لیے دنیا کی نعمتوں میں سے بس نعمتِ اسلام کافی نعمت ہے اور مشغولیات میں صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری ہی میں کافی مشغولی ہے اور عبرت کے لیے روز پیش آنے والے موت کے واقعات میں ہی کافی سامان عبرت موجود ہے۔'' (۵)

حقیقی نعمتیں چھ ہیں:

ایک اور مقام میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ حقیقت میں نعمتیں بس چھ چیزیں ہیں۔

۱۔ دین اسلام۔

۲۔ قرآن پاک۔

۳۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات۔

۴۔ امن و عافیت حاصل ہو جانا۔

۵۔ عیوب پر پردہ پوشی ہو جانا۔

۶۔لوگوں سے بے نیاز ہو جانا۔(۶)

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ نے اپنے وعظ ''الاتمام بنعمۃ الاسلام'' میں خوب شرح وبسط کے ساتھ اسلام کے نعمت عظمیٰ ہونے اور اس کے تقاضوں پر حکیمانہ اور مجددانہ گفتگو فرمائی ہے اس مفصل کلام کی ایک جھلک قارئین کے استفادہ کے لیے پیش خدمت ہے۔

حضرت قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''اسلام ایسی بڑی نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے قرآن کریم میں اسلام کو بغیر کسی اشارہ یا کنایہ کے، صریحاً نعمت فرمایا اور پھر اپنا احسان جتلایا چنانچہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو پورا کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کیا اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین کے پسند کیا۔''

جب اس اسلام کا نعمت ہونا نص صریح سے ثابت ہو گیا اب اسکا تقاضا یہ تھا کہ اس پر جتنا بھی شکر کیا جائے کم تھا، کیونکہ ہر نعمت کا تقاضا ہے کہ اس پر شکر کیا جائے تو اتنی بڑی نعمت اسلام جو دین و دنیا کی ساری بہبودی و کامیابی کی اساس ہے اس پر شکر کس حد تک ہونا چاہئیے اور حضرت شارع علیہ السلام نے اس کا اس قدر اہتمام کیا ہے کہ اگر تم مستقل اس کا شکر ادا نہ کرو تو دوسری نعمتوں جن کو تم روزانہ کئی بار استعمال کرتے ہو ان کے ساتھ ملا کر ہی شکر کر لو، چنانچہ کھانے کے

بعد کی دعا میں اسی بات کی تعلیم ہے دعا کے الفاظ یہ ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ.

لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے! کہ جتنی بڑی نعمت تھی اور جتنا زیادہ اس پر شکر ہونا چاہیئے تھا اسی قدر اس سے غفلت ہے اور اس سے بڑھ کر دکھ کی بات تو یہ ہے کہ اس غفلت کا احساس بھی نہیں۔

وائے ناکامی! متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

نعمت ایمان قرآنی آیات کی روشنی میں:

اس میں کچھ شک نہیں کہ ایمان کی ہدایت حاصل ہو جانا کائنات کی سب سے بڑی نعمت ہے، اللہ جل شانہ نے متعدد موضع میں اس نعمت و احسان خداوندی کو ذکر فرمایا ہے۔

اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے:

وَاعْلَمُوْا اَنَّ فِیْکُمْ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوْ یُطِیْعُکُمْ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَنِعْمَةً وَّاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ (الحجرات)

''اور جان رکھو تم میں رسول (اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) (تشریف فرما) ہیں (جو خدا کی بڑی نعمت ہیں) **کما قال اللہ تعالیٰ لقد من اللہ** الخ، اس نعمت کا شکر یہ ہے کہ

کسی بات میں تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مت کرو، گو دنیوی امر کیوں نہ ہو اور اس فکر میں مت پڑو کہ امور دینویہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری رائے کی موافقت فرمایا کریں کیونکہ) بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں اگر وہ اس میں تمہارا کہا مانا کریں تو تم کو بڑی مضرت پہنچے، لیکن اللہ تعالیٰ نے (تم کو مصیبت سے بچالیا اس طرح کہ) تم کو ایمان (کامل) کی محبت دی اور اس (کی تحصیل) کو تمہارے دل میں مرغوب کردیا اور کفر وفسق (یعنی گناہ کبیرہ) اور (مطلق) عصیان (یعنی گناہ صغیرہ) سے تم کو نفرت دیدی (جس سے تم کو ہر وقت رضائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جستجو رہتی ہے) ایسے لوگ (جو کہ تکمیل ایمان کے محبّ ہیں) خدا تعالیٰ کے فضل وانعام کے راستے پر ہیں اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔''

(معارف القرآن ۸: ۱۰۸ ملخصاً)

اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے:

قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَکُمْ بَلِ اللّٰہُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ ھَدٰکُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ O (الحجرات)

''آپ کہہ دیجیے کہ مجھ پر اسلام لانے کا احسان نہ رکھو (اس لیے کہ قطع نظر گستاخی کے تمہارے اسلام سے میرا کیا نفع ہو گیا اور اسلام نہ لانے سے میرا کیا ضرر ہو گیا اگر تم سچے ہوتے تو تمہاری ہی آخرت کا نفع تھا اور جھوٹے ہونے میں تمہارا اپنا ہی دنیا کا نفع ہے کہ قتل وقید سے بچ گئے سو مجھ پر

احسان رکھنا محض جہل ہے) بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تم کو ایمان کی ہدایت دی بشرطیکہ تم (دعویٰ ایمان میں) سچے ہو (کیونکہ ایمان بڑی نعمت ہے اور بدوں تعلیم و توفیق حق تعالیٰ کے نصیب نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے کہ ایسی بڑی نعمت عطا فرمادی)۔"

(معارف القرآن ۸:۱۲۷)

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ وَنُوْدُوْا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ O

(الاعراف)

"(اہل جنت کی کیفیت یہ ہوگی کہ) جو کچھ ان کے دلوں میں (کسی معاملہ کی وجہ سے دنیا میں باقتضائے طبعی غبار (اور رنج) تھا ہم اس کو (بھی) دور کر دیں گے کہ باہم الفت و محبت سے رہیں گے اور) ان کے (مکانات کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ لوگ (فرح و سرور سے) کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا (لاکھ لاکھ) احسان ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچایا اور ہماری کبھی (یہاں تک) رسائی نہ ہوتی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو نہ پہنچاتے، واقعی ہمارے رب کے پیغمبر سچی باتیں لیکر آئے تھے (چنانچہ انہوں نے جن اعمال پر جنت کا وعدہ کیا تھا وہ سچا ثابت ہوا) اور ان سے پکار کر

کہا جائے گا کہ یہ جنت تم کو دی گئی ہے تمہارے اعمال (حسنہ) کے بدلے۔" (معارف القرآن ۳:۵۵۷)



حوالہ جات:

(۱) رواہ ابن ماجة ص ۹۴ کذافی "المستدرک" للحاکم (۱:۳۲/۳۴) کتاب الایمان
(۲) رواہ ابن ماجة ص ۱۹۸
(۳) تنبیہ الغافلین
(۴) اخرجه البخاری ۱:۱۱، باب زیادة الایمان و نقصانه۔
(۵) منبہات لابن الحجر
(۶) ایضاً

گیارہویں فصل:

محاسنِ اسلام

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ (ال عمران)

بلاشبہ دین حق اور مقبول اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے اور اس کے حق ہونے میں اہل اسلام کے ساتھ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) نے جو اختلاف کیا، اس طرح سے کہ اسلام کو باطل کہا تو ایسی حالت کے بعد، کہ ان کو اسلام کے حق ہونے کی دلیل پہنچ چکی تھی، محض ایک دوسرے سے بڑھنے کی وجہ سے (یعنی اسلام کے حق ہونے میں کوئی وجہ شبہ کی نہیں ہوئی بلکہ ان میں مادہ دوسروں سے بڑا بننے کا ہے اور اسلام لانے میں یہ سرداری جوان کو اب عوام پر حاصل ہے، فوت ہوتی تھی، اس لیے اسلام قبول نہیں کیا، بلکہ الٹا اس کو باطل بتلانے لگے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کرے گا جیسا کہ ان لوگوں نے کیا تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد اس کا حساب لینے والے ہیں اور ظاہر ہے کہ ایسے شخص کا انجام عذاب ہوگا۔'' (خلاصہ تفسیر از معارف القرآن ۲:۴۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ O (آل عمران)

''اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا تو وہ دین اس شخص سے خدا تعالیٰ کے نزدیک مقبول ومنظور نہ ہوگا اور وہ شخص آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا یعنی نجات نہ پائے گا۔'' (ایضاً ۲۳:۱۰۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (آل عمران)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا ڈرنے کا حق ہے، کامل ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کفر وشرک سے بچے ہو اسی طرح تمام گناہوں سے بھی بچا کرو، اور بلاوجہ شرعی لڑنا معصیت ہے تو اس سے بھی بچنا فرض ہے اور بجز اسلام کامل کے جس کا حاصل وہی ہے جو کامل ڈرنے کا حق تھا اور کسی حالت پر جان نہ دینا یعنی اسی کامل تقویٰ اور کامل اسلام پر تادم مرگ قائم رہنا۔'' (از معارف القرآن ۲:۱۲۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدة)

''اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا، دینی انعام بھی کہ کام کی تکمیل ہوئی اور دنیوی انعام بھی کہ قوت حاصل ہوئی اور اکمال دین میں دونوں آ گئے، اور میں نے اسلام کو تمہارا

دین بننے کے لیے ہمیشہ کو پسند کرلیا (یعنی قیامت تک تمہارا یہی دین رہے گا) اس کو منسوخ کر کے دوسرا دین تجویز نہ کیا جائے گا پس تم کو چاہیئے کہ میری نعمت کا شکر کر کے اس دین پر پورے پورے قائم رہو۔"

(خلاصہ تفسیر از معارف القرآن ۳:۱۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ O (الصف)

"یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور یعنی دین اسلام کو اپنے منہ سے پھونک مار کر بجھا دیں یعنی تدبیر عمل کے ساتھ منہ سے بھی ردو اعتراض کی باتیں اس غرض سے کرتے ہیں کہ دین حق کو فروغ نہ ہو اور بعض اوقات قولی شبہات موثر ہو جاتے ہیں یا یہ تمثیل ہے کہ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی منہ سے نور الٰہی کو بجھانا چاہتا ہو یعنی ایسے طریقے سے بجھائے جس میں ناکام رہے حالانکہ اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا، گو کافر لوگ کیسے ہی ناخوش ہوں چنانچہ وہ اللہ ایسا ہے جس نے اتمامِ نور کے لیے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کا سامان یعنی قرآن اور سچا دین یعنی اسلام دیکر دنیا میں بھیجا ہے تاکہ اس دین کو تمام بقیہ دینوں پر غالب کر دے گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں۔"

(خلاصہ تفسیر از معارف القرآن ۸:۴۲۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا (الفتح)

''وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت کا سامان یعنی قرآن اور سچا دین (اسلام) دیکر بھیجا ہے تاکہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کردے اور اللہ کافی ہے گواہی دینے والا۔'' (خلاصہ تفسیر از معارف القرآن ۸:۸۸)

حدیث شریف میں آیا ہے:

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِنُسْخَةٍ مِنَ التَّوْرَاةِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هٰذِهٖ نُسْخَةٌ مِنَ التَّوْرَاةِ فَسَكَتَ فَجَعَلَ یَقْرَأُ وَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَغَیَّرُ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ ثَكِلَتْكَ الثَّوَاكِلُ، مَاتَرٰى بِوَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَ غَضَبِ رَسُوْلِهٖ، رَضِیْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَوْ بَدَالَكُمْ مُوْسٰى فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَتَرَكْتُمُوْنِیْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِیْلِ وَلَوْ كَانَ حَیًّا وَاَدْرَكَ نُبُوَّتِیْ لَا تَّبَعَنِیْ۔(۱)

''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں تورات کا ایک نسخہ لیکر حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ (میرے پاس) تورات کا ایک نسخہ ہے۔ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے) تورات پڑھنا شروع کردی، ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ (غصہ کی وجہ سے) تبدیل ہونا شروع ہوگیا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: گم پانے والی عورتیں تجھے گم پائیں! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی طرف نہیں دیکھتے کہ غصہ کی وجہ سے سرخ ہورہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ دیکھا تو فوراً کہا کہ ''میں اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غصہ سے پناہ مانگتا ہوں ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہیں'' اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے اگر تمہارے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی ظاہر ہوجائیں اور تم مجھے چھوڑ کر انکی تابعداری اختیار کرلو تو یقیناً تم سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ گے، اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میرے دور نبوت کو پالیتے تو بلاشبہ وہ بھی میری ہی اتباع کرتے اور ایک روایت میں ہے اگر تمہارے پاس حضرت یوسف علیہ السلام بھی آجاتے (اور تم

مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع کرتے تو تم گمراہ ہو جاتے)۔‘‘

دین اسلام کے سامنے دوسرے ادیان کی حقیقت:

اس حدیث مبارک سے ہمارے پیغمبر، نبی آخر الزمان، سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین اسلام کی اہمیت خوب واضح ہو جاتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد دوسرے کسی بھی پیغمبر کی لائی ہوئی شریعت کی اتباع جائز نہیں، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین اسلام کی اتباع ہی بعینہ سابقہ انبیاء کرام کی تعلیمات پر عمل ہے، لہٰذا اگر اہل تورات یا اہل انجیل، یا دوسرے اہل کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے تو ان کا تورات اور انجیل پر ایمان بھی ختم ہو گیا، وجہ اس کی یہ ہے ان تمام آسمانی کتب میں پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بارے میں بشارتیں موجود ہیں اب اتنی پیشین گوئیوں اور بشارتوں کے باوجود جو سید الاولین والآخرین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لایا، اس نے گویا تورات وانجیل کی تکذیب کی اور ان کتب سماویہ کی بیان کردہ پیشین گوئیوں پر ایمان نہ لایا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم یہود سے بعض ایسی (تاریخی) باتیں سنتے ہیں جو ہمیں اچھی لگتی ہیں، کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس بات کی اجازت مرحمت فرمائیں گے کہ ہم ان میں سے کچھ باتیں لکھ لیا کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم بھی اس طرح حیران ہو جس طرح یہود ونصاریٰ حیران ہیں (جان لو کہ) بلاشبہ میں تمہارے پاس صاف اور روشن شریعت لایا ہوں، اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی میری پیروی پر مجبور ہوتے۔ (۲)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جس طرح یہود ونصاریٰ حیران ہیں کہ انہوں نے

اپنے پیغمبر کی اصلی تعلیمات کو چھوڑا اور اپنے خود غرض اور لالچی علماء کی خواہشات کے مطیع ہو گئے، کیا اسی طرح تم بھی متحیر ہو کہ اپنے دین کو ناقص اور نامکمل سمجھ کر دوسروں کے دین وشریعت کے محتاج ہو رہے ہو حالانکہ میری لائی ہوئی شریعت اتنی واضح اور مکمل ہے کہ اگر آج حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی ہوتے تو وہ بھی میرے احکام کے مطیع اور میری شریعت کے پابند ہوتے۔

اس مبارک حدیث کو سمجھ لینے کے بعد ایسے مسلمان غور فرمائیں، جو احساس کمتری میں غیر مسلم اقوام کی زرق برق سے متاثر ہو کر، ان کی تہذیب وتمدن اور ان کی تعلیم وتربیت پر رال ٹپکاتے ہیں، پھر غیر مسلم، خاص طور پر یورپی اقوام کی وضع قطع اور تہذیب وتمدن کو بلاچون وچراں اپنا لیتے ہیں بلکہ ان کے اطوار کو دل سے بھی مستحسن سمجھنے لگتے ہیں۔

ایسے مسلمان غور فرمائیں کہ جب انکے دل میں غیر مسلم اقوام کی عظمت گھر کر چکی ہے، اسلامی تہذیب وتمدن سے ان کا دل تنگ ہوتا ہے تو ان کے ایمان و اسلام میں کیا جان باقی رہے گی۔

ایمان کی طاقت اور مسلمانوں کا عروج:

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مبارک حالات زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہیں، جن کے قلوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے تعلق مع اللہ سے لبریز تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم کے طفیل اس مقدس جماعت کا ایک ایک فرد ایسا بلند نظر اور عالی ہمت تھا کہ باوجود بے سروسامانی کے انھوں نے عمل پیہم اور اخلاق فاضلہ کے ذریعے، تمام اقوام عالم پر دین اسلام کی عظمت کی دھاک بٹھادی۔ اسلامی تاریخ کے سنہرے اوراق اس بات پر شاہد ہیں کہ جس دور میں مسلمانوں نے اسلام کو مضبوطی سے تھامے رکھا، جس وقت ان کے نفوس ظاہری باطنی کثافتوں سے پاک تھے، ان کے قلوب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ

وسلم کی محبت سے شیر یں تھے، بڑی بڑی طاغوتی قوتیں ان کے سامنے گھٹنے ٹیک دینے پر مجبور ہوگئیں، شاہانِ عالم نے مسلمانوں کی آستانہ بوسی میں اپنی نجات سمجھی، خودکسی کا اثر قبول کرنے کے بجائے، دوسری اقوام ان سے متاثر تھیں، مگر افسوس صد افسوس! جب سے ہم مسلمانوں نے شریعت مقدسہ پر عمل کرنے میں تکاسل سے کام لیا اس وقت سے کفران پر بھوکے بھیڑیے کی طرح جھپٹ پڑا اوران کوذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑا ؎

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہوکر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہوکر

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے۔

لَنْ یَصْلُحَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا بِمَا صَلُحَ بِهٖ اَوَّلُهَا

مطلب یہ ہے کہ اس امت کے آخری حصہ کی اصلاح اسی طریقے سے ممکن ہوگی جس طریقے سے امت کے پہلے حصہ کی اصلاح ہوئی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ:

خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المقدس کی فتح کے سلسلہ میں جب علمائے اہل کتاب کی دعوت پر ملک شام تشریف لے گئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ کے بدن اطہر پر پیوند لگی ایک ہلکی سی چادر تھی، خستہ حال عمامہ اور موزے تھے، بنفس نفیس اپنے اونٹ کی مہار تھامے ہوئے تھے جب کہ آپ کا غلام سوار تھا، مسلمانوں میں سے کسی نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ یہود اور ملک شام کے سرکردہ لوگوں سے اسی حالت میں ملاقات کریں گے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ہم ایسی قوم ہیں جن کو اللہ جل شانہ نے اسلام کے ساتھ عزت بخشی، اب ہم اسلام کو چھوڑ کر کسی دوسری چیز سے ہرگز عزت نہیں ڈھونڈیں گے۔ (۳)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ:

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ کسی شاہی دربار میں کھانا کھا رہے تھے، ایک لقمہ گرا تو اٹھا کر صاف کر کے کھانا چاہا، بعض ساتھیوں نے یہ اشارہ کیا کہ یہ بدفہم، کافر لوگ کہیں اس کو معیوب نہ سمجھیں! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو ایمان افروز جواب ارشاد فرمایا وہ یہ ہے:

أَنتْرُكُ سُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِهٰؤُلَاءِ الْحُمَقَاءِ۔

''کیا ہم اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ان احمقوں کی وجہ سے چھوڑ دیں؟ (ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اہل کفر کی شان وشوکت، محلات وقصور سے متاثر ہو کر اتباع سنت میں کمزوری ظاہر کریں اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں عار محسوس کریں!!'' (۴)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ:

مصنف ابن ابی شیبہ میں روایت ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد بن کر اہلِ مکہ کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ کے ساتھ استہزاء اور بدکلامی کا معاملہ کیا، بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچازاد بھائی ابان بن سعید نے ان کو پناہ دی اور اپنے گھوڑے پر بٹھا کر لے گئے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زیر جامہ (تہبند) سنت کے مطابق آدھی پنڈلی تک تھا (جسے سردارانِ قریش معیوب سمجھتے تھے) چنانچہ ان کے چچازاد بھائی نے کہا کہ بھائی آپ اتنے متواضع کیوں نظر آرہے ہیں، آپ اپنے زیر جامہ کو ذرا نیچا کر لیجیے (تاکہ سردارانِ قریش آپ کو حقیر نہ سمجھیں) بظاہر یہ مشورہ خیر خواہی اور مصلحت پر مبنی تھا، لیکن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ راضی نہ

ہوئے بلکہ جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا زیر جامہ بھی ایسا ہی تھا (لہٰذا میں اس طریقے کو نہیں چھوڑ سکتا)۔ (۵)

حضرت جثامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ:

اسی طرح ابونعیم اور حافظ ابن مندہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت جثامہ بن مساحق کنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہرقل شاہ روم کے پاس قاصد بنا کر بھیجا تھا، وہ ہرقل کے دربار کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں بے خیالی میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور مجھے یہ پتہ نہ چل سکا کہ میرے نیچے کیا چیز ہے؟ اچانک میں نے دیکھا کہ میں سونے کی کرسی پر بیٹھا ہوں، جب میری نظر اس پر پڑی تو میں اتر گیا، ہرقل یہ دیکھ کر ہنسا اور کہنے لگا کہ ہم نے (اس کرسی پر بٹھا کر) تمہارا اعزاز کیا تھا اور تم کیوں اتر گئے؟ میں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جیسی کرسی سے منع فرماتے تھے۔ (٦)

فائدہ: اللہ اکبر! یہ تھا ان حضرات کا ایمان و یقین اور فکر و نظر کی بلندی کہ دنیا کی زرق برق اور محلّات و قصور کی حیثیت ان کی نظر میں مچھر کے پر سے زیادہ نہ تھی۔ اے کاش! اس ایمان و یقین کا ایک ذرہ ہم سب کو نصیب ہوجاتے۔



حوالہ جات:

(١) رواه الدارمی کذافی المشکوٰة ١: ٣٢
(٢) رواه احمد و البیهقی فی شعب الایمان کذافی المشکوٰة ١: ٣٠
(٣) اخرجه الحاکم و ابن ماجه ص ٢٠٨
(٤)
(٥) کذافی فی کنز العمال ٨: ٥٦
(٦) کنز العمال (٧: ١٥) الاصابة (١: ٢٢٧)

بارہویں فصل:

پرفتن دور اور ہمارا ایمان

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ، یُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَّیُمْسِیْ كَافِرًا اَوْیُمْسِیْ مُؤْمِنًا وَیُصْبِحُ كَافِرًا یَبِیْعُ دِیْنَهٗ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْیَا۔(۱)

''حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اعمال صالحہ میں جلدی کرو، اس سے پہلے کہ وہ فتنے ظاہر ہو جائیں، جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند ہوں گے (اور ان فتنوں کا اثر یہ ہوگا) کہ آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اٹھے گا اور شام کو کافر بن جائے گا، اور شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کفر کی حالت میں اٹھے گا، نیز اپنے دین و مذہب کو دنیا کے تھوڑے سے منافع کے عوض بیچ ڈالے گا۔''

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آنے والے فتنوں کے بارے میں کسی کو یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ وہ کب اور کیوں نمودار ہوں گے اور ان سے چھٹکارے کی کیا راہ ہوگی، لہٰذا ان آنے والے فتنوں سے پہلے ہی اعمال صالحہ کے ذریعے اپنی زندگی کو مضبوط اور مستحکم بنا لیجیے، آنے والے وقت کا انتظار نہ کرو، کیونکہ

اس وقت دین وشریعت کے تعلق سے سخت ترین آفات ومصائب میں اس طرح گم ہوکر رہ جاؤ گے کہ نیک کام کرنے کا موقع ہی نہ پاسکو گے، وہ وقت لوگوں کے ذہن وفکر اور اعمال وکردار پر کتنا برا اثر ڈالے گا اور وہ فتنے کس قدر سریع الاثر ہوں گے، اس کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ مثلاً جب صبح کو اٹھے گا تو ایمان (یعنی اصل ایمان یا کمال ایمان) کے ساتھ متصف ہوگا لیکن شام ہوتے ہوتے کفر کے اندھیروں میں پہنچ جائے گا۔

رہی یہ بات کہ کفر سے کیا مراد ہے تو ہوسکتا ہے کہ اصل کفر مراد ہو یعنی وہ شخص واقعتاً کفر کے دائرہ میں داخل ہوجائے گا یا یہ مراد ہے کہ کفرانِ نعمت کرنے والا ہوجائے گا یا وہ کافروں کی مشابہت اختیار کرے گا یا یہ کہ وہ ایسے کام کرے گا جو کافر ہی کرتے ہیں۔

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:

''یہ فتنہ تمام فتنوں سے بڑھ کر ہوگا کیونکہ ایک ہی دن میں انسان میں ایسی ایسی تبدیلی آجائے گی۔''

فتنوں میں ایمان کے زوال کے اسباب:

حضرت شیخ عبدالحق محدث دھلوی نے لکھا ہے کہ:

''یہ صورت حال اس وجہ سے پیدا ہوگی کہ لوگ اپنی اغراض و منافع کی خاطر، دنیا دار امراء و حکام اور اہل دولت وثروت سے میل جول رکھیں گے، ان سے حاجت روی کی امید میں ان کے ہاں گھسنے، پھر ان کی حاشیہ نشینی اور مصاحبت کو بڑا اعزاز سمجھیں گے پس اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ ان کے تابع محض اور جی حضوری بن جائیں گے اور ان کے خلاف شریعت امور اور معاملات میں ان کی موافقت اور تائید

کرنے پر مجبور ہوں گے۔"(۲)

میرے محبوب شیخ، شفیق الامت حضرت مولانا محمد فاروق صاحب قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ:

"عموماً یہ صورت حال ایسے غلط قسم کے دوستوں کی صحبت اور مجالست اختیار کرنے کی بناء پر پیدا ہوتی ہے جن کی مجلس میں شریعت کی باتوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور یہ شخص اپنے دوست کی طیبِ خاطر کے لیے ان کی ہاں میں ہاں ملا کر اپنے ایمان پر ڈاکہ ڈالتا ہے۔"

فتنوں سے راہ فرار اختیار کرنا:

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"عنقریب (ایسا زمانہ آنے والا ہے جب کہ) ایک مسلمان کے لیے اس کا بہترین مال بکریاں ہوں گی، جن کو وہ لیکر پہاڑ پر، یا بارش کے برسنے کی جگہ چلا جائے گا تا کہ فتنوں سے بھاگ کر اپنا دین بچالے۔"(۳)

فائدہ: حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اس حدیث پر باب کا عنوان یہ قائم فرمایا کہ **"بَابُ مِنَ الدِّیْنِ الْفِرَارُ مِنَ الْفِتَنْ"** میں فتنوں سے بھاگ جانے کو دین کا حصہ فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ جب اہل دنیا کے میل جول میں دین کو بچانا مشکل ہو تو ایسے وقت اس کے پاس تھوڑی سی دنیا بکریاں ہوں اور ان کو لیکر ایسی جگہ چلا جائے جہاں چراگاہ ہو اور پانی ملنے کا ذریعہ۔ بس تھوڑی سی دنیا پر قناعت کرے مگر اپنے دین کی حفاظت کر کے دنیا کی چندروزہ زندگی بسر کرلے۔

دلوں پر ڈالے جانے والے فتنوں کی مثال:

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

''لوگوں کے دلوں پر فتنے اس طرح ڈالے جائیں گے کہ جس طرح چٹائی کے تنکے ہوتے ہیں (یعنی جس طرح چٹائی بنتے وقت اس کے تنکے یکے بعد دیگرے لگائے جاتے ہیں اسی طرح دلوں پر بھی یکے بعد دیگرے فتنے ڈالے جائیں گے) پس جو دل ان فتنوں کو قبول کرے گا اس میں سیاہ نقطہ پیدا کر دیا جائے گا اور جو دل ان کو قبول نہیں کرے گا اس میں سفید نقطہ پیدا کر دیا جائے گا، پس انسان (ان فتنوں کے پیش آنے اور ان کے دلوں پر فتنوں کی تاثیر اور عدم تاثیر کے اعتبار سے دو قسموں میں بٹ جائیں گے، ایک تو سفید مثل سنگ مرمر کے (کہ جس پر کوئی چیز اثر انداز نہیں ہوتی، واضح رہے کہ اس تشبیہ میں محض سفیدی مراد نہیں ہے بلکہ سختی اور قوت کا اعتبار بھی ملحوظ رکھا گیا ہے) چنانچہ اس طرح کے دل پر کوئی بھی فتنہ اثر انداز اور مضرت رساں نہیں ہوگا جب تک زمین و آسمان قائم و باقی ہیں، یعنی اس کے دل کی کیفیت ہمیشہ باقی رہے گی) اور دوسرا راکھ کے رنگ جیسا سیاہ دل، اوندھے برتن کی مانند (کہ اس میں جو کچھ بھی ہو گر پڑے، مطلب یہ ہے کہ اس طرح کا دل راکھ کے رنگ کی مانند سیاہ اور اوندھے برتن کی طرح ایمان و معرفت کے نور سے خالی ہوگا)۔

چنانچہ اس طرح کا دل نہ تو نیک اور اچھے اور مشروع کاموں کو پہچانے گا اور نہ برے کاموں کو برا جانے گا، وہ تو بس اس

چیز سے مطلب رکھے گا، جو از قسم خواہشات اس میں رچ
بس گئی ہے اور جس کی محبت کا وہ اسیر بن چکا ہے (یعنی وہ
طبعی طور پر نفسانی خواہشات کا غلام ہوگا، اچھے اور برے کا
امتیاز کئے بغیر اس چیز کے پیچھے بھاگے گا جو اس کے نفس کو
مرغوب ہوگی۔'' (۴)

اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا:

''عنقریب لوگوں پر ایک ایسا وقت بھی آئے گا کہ اسلام میں
سے صرف اس کا نام باقی رہ جائے گا، اور قرآن میں سے
صرف اس کے نقوش باقی رہ جائیں گے، ان کی مسجدیں
(بظاہر تو) آباد ہوں گی مگر حقیقت میں ہدایت سے خالی
ہوں گی ان کے علماء آسمان کے نیچے کی مخلوق میں سب سے
زیادہ بدتر ہوں گے، انہیں سے (ظالموں کی حمایت و مدد کی
وجہ سے) دین میں فتنہ پیدا ہوگا اور انہیں میں لوٹ آئے گا
(یعنی انہیں پر ظالم مسلط کردیئے جائیں گے)۔'' (۵)

پرفتن دور میں کون سا آدمی اچھا ہے؟:

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عنقریب فتنے پیدا ہوں گے۔ ان فتنوں میں بیٹھنے والا،
کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا چلنے
والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا سعی کرنے والے (یعنی کسی

سواری کے ذریعہ یا پیادہ دوڑنے والے اور جلدی چلنے والے) سے بہتر ہوگا اور جو شخص فتنوں کی طرف جھانکے گا فتنہ اس کو اپنی طرف کھینچ لے گا! پس جو شخص ان فتنوں سے نجات کی کوئی جگہ (یا اس سے بھاگنے کا کوئی راستہ) یا پناہ گاہ پائے (اور یا کوئی ایسا آدمی اس کو مل جائے جس کے دامن میں وہ ان فتنوں سے پناہ لے سکتا ہو) تو اس شخص کو چاہیے کہ اس کے ذریعہ پناہ حاصل کر لے۔''

اور صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''(جب) کوئی فتنہ ظاہر ہوگا تو اس فتنہ میں سونے والا شخص (جو اس فتنہ سے غافل اور بے خبر ہو اور اس کے بارے میں اطلاعات نہ سنتا ہو) جاگنے والے (یعنی اس فتنہ کو جاننے اور اس کی خبر رکھنے والے سے بہتر ہوگا، جاگنے والا شخص (کہ خواہ وہ لیٹا ہوا ہو یا بیٹھا ہوا) کھڑا رہنے والے سے بہتر ہوگا اور اس فتنہ میں کھڑا ہونے والا شخص اس فتنہ میں سعی و کوشش کرنے والے سے بہتر ہوگا (یہاں سعی کا لفظ ''مشی'' یعنی چلنے والے کے معنی میں ہے۔ مراد اس فتنہ میں مدد و تعاون دینا اور اس کے حق میں سعی و کوشش کرنا ہے) لہٰذا جو شخص اس فتنہ سے بھاگنے کا راستہ یا اس سے پناہ کی جگہ پائے تو اس کو چاہئیے کہ وہاں جا کر پناہ حاصل کر لے۔'' (٦)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے (امانت کے بارے میں اور فتنے کے زمانہ کے حوادث کے سلسلہ میں) دو حدیثیں بیان فرمائیں، ان میں سے میں ایک کو تو دیکھ چکا ہوں اور دوسری کا منتظر ہوں (یعنی حضور نے پہلی بات جو یہ فرمائی تھی کہ امانت

لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں اتاری گئی ہے، اس کو تو میں نے دیکھ لیا ہے اور دوسری بات یعنی امانت کے اٹھ جانے کے مصداق کا منتظر ہوں) چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان فرمایا کہ، امانت لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں اتاری گئی پھر انہوں نے (اس امانت کے نور سے) قرآن کو جانا اور پھر انہوں نے سنت کو جانا اس کے بعد آپ نے امانت کے اٹھ جانے (یعنی ایمان کے ثمرات و برکات کے اٹھ جانے اور اس میں نقص آ جانے) کی حدیث بیان کی، چنانچہ فرمایا آدمی (حسب معمول) سوئے گا اور امانت اس کے دل سے نکال لی جائے گی (یعنی اس کے ایمان کے بعض ثمرات وانوار ناقص وکم ہو جائیں گے) پس امانت کا اثر یعنی نشان (جو ایمان کا ثمرہ ہے) وکت (آنکھوں کی سیاھی میں سفید نقطہ نما نشان) کے نشان کی طرح ہو جائے گا (حاصل یہ کہ ایمان کا نور دھندلا اور اس کا اثر وثمرہ ناقص ہو جائے گا) پھر جب وہ دوبارہ سوئے گا (اور زیادہ غفلت طاری ہوگی) تو اس کی امانت کا وہ حصہ بھی ناقص کر دیا جائے گا اور نکال لیا جائے گا جو باقی رہ گیا تھا، پس (اس کے دل میں) ایک مجل یعنی آبلہ جیسا نشان رہ جائے گا جیسا کہ تم آگ کی چنگاری کو اپنے پاؤں پر ڈال دو اور اس سے آبلہ پڑ جائے جو بظاہر پھولا اور اٹھا ہوا ہوگا لیکن اس کے اندر (خراب اور گندے پانی کے علاوہ) کچھ نہیں ہوگا پھر (اس صورت حال کے بعد) جب لوگ صبح کو اٹھیں گے تو حسب معمول آپس میں خرید وفروخت کریں گے اور ان میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوگا جو امانت کو ادا کرے (یعنی شریعت کے حقوق ادا کرنے والا فرائض و واجبات کی تکمیل کرنے والا اور لوگوں کے حق میں کوئی خیانت و بد دیانتی نہ کرنے والا کہیں دور دور بھی نظر نہیں آئے گا) یہاں تک کہ (امانت و دیانت میں کمی آ جانے کے سبب یہ کہا جائے گا کہ فلاں قبیلہ (یا فلاں شہر و آبادی) میں (لوگوں کی کثرت کے باوجود) بس ایک شخص ہے جو امانت دار یعنی کامل الایمان ہے اور (اس زمانہ میں) ایک شخص کو یہ کہا جائے گا کہ وہ (اپنے دنیاوی کاروبار اور معاملات میں) کس قدر عقلمند و ہوشیار، کس قدر خوبصورت و دانا، خوشگوار اور زبان آور ہے اور کس قدر چست و چالاک

ہے، حالانکہ اس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان نہیں ہوگا۔" (۷)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتنوں سے بچنے کا اہتمام:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو کون نہیں جانتا، مشہور صحابی...... صاحب السّر (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دان اور بھیدی) ان کا لقب ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین اور فتنوں کا علم ان کو بتایا تھا۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک جتنے فتنے آنے والے ہیں سب کو نمبر وار بتایا تھا کوئی ایسا فتنہ جس میں تین سو آدمیوں کے بقدر لوگ شریک ہوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں چھوڑا بلکہ اس فتنہ کا حال اور اس کے مقتدا کا حال مع اس کے نام کے نیز اس کی ماں کا نام اس کے باپ کا نام اس کے قبیلہ کا نام صاف صاف بتا دیا تھا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کی باتیں دریافت کیا کرتے تھے اور میں برائی کی باتیں دریافت کیا کرتا تھا تا کہ اس سے بچا جاوے۔ ایک مرتبہ میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ خیر وخوبی جس پر آج کل آپ کی برکت سے ہم لوگ ہیں، اس کے بعد بھی کوئی برائی آنے والی ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں برائی آنے والی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس برائی کے بعد پھر بھلائی لوٹ کر آئے گی یا نہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ حذیفہ! اللہ کا کلام پڑھ اور اس کے معانی پر غور کر اس کے احکام کی اتباع کر (مجھے فکر سوار تھا) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس برائی کے بعد بھلائی ہوگی؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! پھر بھلائی ہوگی لیکن دل ایسے نہیں ہوں گے جیسے پہلے تھے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس بھلائی کے بعد پھر برائی ہوگی؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو آدمیوں کو گمراہ کریں گے اور جہنم کی

طرف لے جائیں گے، میں نے عرض کیا کہ: اگر میں اس زمانہ کو پاؤں تو کیا کروں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مسلمانوں کی کوئی متحدہ جماعت ہو اور ان کا کوئی بادشاہ ہو تو اس کے ساتھ ہو جانا۔ ورنہ ان سب فرقوں کو چھوڑ کر ایک کونہ میں علیحدہ بیٹھ جانا یا کسی درخت کی جڑ میں جا کر بیٹھ جانا اور مرنے تک وہیں بیٹھے رہنا۔

چونکہ ان کو منافقوں کا حال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کا بتلا دیا تھا اس لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ان سے دریافت فرمایا کرتے تھے کہ میرے حکام میں کوئی منافق تو نہیں۔ ایک مرتبہ انہوں نے عرض کیا کہ ایک منافق ہے مگر میں نام نہیں بتاؤں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے ان کو معزول کر دیا غالباً اپنی فراست سے پہچان لیا ہوگا۔ جب کوئی شخص مر جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ تحقیق فرماتے کہ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ان کے جنازہ میں شریک ہیں یا نہیں۔ اگر حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ شریک ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بھی نماز پڑھتے ورنہ وہ بھی نہ پڑھتے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا جب انتقال ہونے لگا تو نہایت گھبراہٹ اور بے چینی میں رو رہے تھے، لوگوں نے جب دریافت کیا۔ تو فرمایا کہ دنیا کے چھوٹنے پر نہیں رو رہا ہوں بلکہ موت تو مجھے محبوب ہے، البتہ اس پر رو رہا ہوں کہ مجھے اس کی خبر نہیں کہ میں اللہ کی ناراضی پر جا رہا ہوں یا خوشنودی پر۔ اس کے بعد کہا کہ یہ میری دنیا کی آخری گھڑی ہے یا اللہ! تجھے معلوم ہے کہ مجھے تجھ سے محبت ہے، اس لیے اپنی ملاقات میں برکت عطا فرما۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے ایک بلند مکان کی چھت پر چڑھے اور پھر (صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو مخاطب کر کے) فرمایا کیا تم اس چیز کو دیکھتے ہو، جس کو میں دیکھ رہا ہوں؟ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جواب دیا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ میں ان فتنوں کو دیکھ رہا ہوں جو تمہارے گھروں پر اس طرح

برس رہے ہیں جس طرح بارش برستی ہے۔(۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''عنقریب گونگے، بہرے اور اندھے فتنے کا ظہور ہوگا جو شخص اس فتنے کو دیکھے گا اور اس کے قریب جائے گا، وہ فتنہ اس کو دیکھے گا اور اس کے قریب ہو جائے گا نیز اس فتنہ کے وقت زبان درازی، تلوار مارنے کی مانند ہوگی۔''(۱۰)

اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ:

''بلاشبہ وہ شخص خوش بخت ہے جس کو فتنوں سے بچالیا گیا۔''(۱۱)

پرفتن دور میں اہلِ دین کے لیے خوشخبری:

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بلاشبہ دین (اسلام) حجاز (مکہ اور مدینہ اور اس کے متعلقات) کی طرف اس طرح سمٹ آئے گا، جس طرح کہ سانپ اپنے بل کی طرف سمٹ آتا ہے اور دین حجاز میں اسی طرح جگہ پکڑے گا جیسے کہ بکری پہاڑ کی چوٹی پر جگہ پکڑ لیتی ہے اور دین اجنبی حالت میں شروع ہوا تھا (یعنی دین کو اوپری اوپری نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا) اور عنقریب اسی حالت کی طرف لوٹ آئے گا جس حالت میں شروع ہوا تھا (قیامت کے دن) بڑے مزے ہیں ان لوگوں کے لیے جن کو اجنبی اور اوپرا سمجھا جاتا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو میری

اس سنت کی اصلاح کریں گے جس میں لوگوں نے فساد پیدا
کردیا ہوگا۔" (۱۲)

فائدہ: سبحان اللہ! کتنی بڑی خوشخبری ہے، ان لوگوں کے لیے جو اس پرفتن دور میں، جب کہ ہر طرف بے دینی اور فحاشی وعریانی کا سیلاب ہے، شریعت مقدسہ پر نہ صرف بذات خود عمل پیرا ہیں، بلکہ بھٹکے ہوئے لوگوں کی اصلاح اور ان کی ہدایت کے لیے، اپنی جان و مال اور عزت و آبرو کی پرواہ کئے بغیر، شب و روز اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت میں منہمک ہیں، جو مذہب اسلام کے جنونی حد تک شیدائی ہیں، جو بد دینوں کی طرف سے گالم گلوچ، لعن طعن کو بڑی فراخدلی سے برداشت کر جاتے ہیں، کبھی بنیاد پرستی کا طعنہ ہے تو کبھی دقیانوسی ہونے کا خطاب، کبھی شدت پسندی کا پروانہ ہے، تو کبھی دہشت گردی کا تمغہ، مگر یہ قابل مبارک لوگ ہیں دنیا کی ذلت و رسوائی، طعن و تشنیع، فقر و فاقہ وغیرہ سے بے نیاز ہوکر، آخرت کی ابدی کامیابی کے لیے شریعت کو جنہوں نے مضبوطی سے تھام رکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ان کا مطمع نظر ہے۔ ایسے ہی مشکل وقت کی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی ہے۔

"یعنی لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ ان میں دین پر مضبوطی
سے کاربند رہنے والے آگ کے انگارے کو پکڑنے والے
کی طرح ہونگے۔" (۱۳)

حدیث میں ایسے ہی لوگوں کو "غرباء" فرمایا ہے۔

مبارک ہیں یہ لوگ! یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں چین و سکون، موت کے وقت خوشخبریاں، قبر میں راحت و آرام، محشر کے دن خوشحالیاں، پھر ہمیشہ کے لیے جنت تیار کر رکھی ہے۔

جی ہاں! وہ لوگ اپنی خیر منائیں جو دین و ایمان کی پرواہ کئے بغیر، دولت و

ثروت کے گھمنڈ میں، اہل دین سے نہ صرف ضد اور عناد رکھتے ہیں بلکہ (معاذ اللہ) اسلامی وضع قطع، تہذیب وتمدن شریعت کے احکام سے استہزاء بھی کرنے لگتے ہیں۔

کاش! یہ لوگ اپنی آخرت کی فکر کرلیں ...... رات کو بستر پر لیٹتے وقت کچھ ہی دیر کے لیے سوچ لیں کہ ...... کہیں ہم تباہی کے کنارے پر تو نہیں کھڑے؟......

اگر موت نے ہمیں اچانک اچک لیا تو پھر کیا ہمیشہ کی زندگی کے لیے توشہ اور زاد سفر تیار کیا ہے......؟

خدانخواستہ اگر کھوٹے ایمان کے ساتھ اپنی جان اللہ کے حوالے کی اور مجرم کی حیثیت سے آخرت میں کھڑے ہوئے تو قبر وحشر اور جہنم کی تکالیف کی کچھ سہار ہے......؟ اور کب تک اتنے سخت عذابوں کو برداشت کرسکیں گے......؟

کیا پھر معافی مانگنے اور توبہ کرنے کی مہلت ملے گی......؟

کیا آہ وبکا اور چیخ وپکار سنی جائے گی......؟

خدا کے لیے! اللہ تعالیٰ کو راضی کرلیجیے، ابھی وقت ہے، توبہ وندامت کو اختیار کرلیجیے! ...... اپنے عقائد ٹھیک کرلیجیے! ...... ایمان بچالیجیے ورنہ پھر ہمیشہ کے لیے سوائے ندامت اور کف افسوس ملنے کے کچھ حاصل نہ ہوگا ...... اے کاش! میرے بس میں ہوتا کہ جگر چیر کر یہ غم تمہارے دل میں ڈال دیتا!! ...... کاش! میرے پاس کوئی تدبیر ہوتی۔ اے اللہ! آپ ارحم الراحمین ہیں، آپ عفوٌ کریم ہیں، اپنے فضل سے آپ خود ہی بچالیں! بے بس لوگوں پر کرم فرمادیں! ورنہ ہمارا کیا بنے گا، اے مولا! آپ کے سوا آخر جائیں کہاں!!

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

"فتنے کے زمانہ میں اور مسلمانوں کی باہمی محاذ آرائی اور قتل و قتال کے وقت (پوری استقامت ومداومت کے ساتھ دین پر قائم رہنے اور) عبادت ونیکی کرنے کا ثواب میری طرف

ہجرت کرنے کے ثواب کے برابر ہے۔'' (۱۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ زمانہ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں فتح مکہ سے پہلے دار الحرب سے ہجرت کر کے مدینہ آ جانے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اور صحبت کا شرف رکھنے والے کو جو عظیم ثواب ملتا تھا، اسی طرح کا عظیم ثواب اس شخص کو بھی ملے گا جو فتنہ وفساد کی جہالت وتاریکی سے اپنے کو محفوظ رکھ کر اور مسلمانوں کی باہمی محاذ آرائی سے اپنا دامن بچا کر مولیٰ کی عبادت میں مشغول اور اپنے دین پر قائم رہے۔ (۱۵)

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

''جو شخص میری امت کے فساد کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے پکڑے گا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔'' (۱۶)

اس حدیث کی شرح میں حضرات علماء کرام فرماتے ہیں مراد ایسی سنت ہے جس کے مقابلے میں بدعت رائج ہو چکی ہو، ایسے وقت میں بدعت کو چھوڑ کر سنت پر عمل کرنے والے کے لیے یہ فضیلت ہے۔

مشہور حنفی محدث اور فقیہ حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے اس عظیم اجر و ثواب کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ ایسے دور میں جب کہ ہر طرف بدعت اور فسق و فجور کا راج ہو، تمام لوگوں کو پس پشت ڈالنے والے متبع سنت مسلمان کو بھی سنت کے زندہ کرنے میں ایسی مشقت اور مجاہدہ برداشت کرنا پڑتا ہے، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر مشقت برداشت کرنا پڑتی ہے جو ایک مجاہد کو کفار سے جہاد کرتے ہوئے جھیلنا پڑتی ہے۔ (۱۷)



حوالہ جات:

(۱) اخرجہ مسلم ۱:۷۵ کتاب الایمان
(۲) مظاہر حق ۴:۹۰۶
(۳) اخرجہ البخاری ۱:۷
(۴) اخرجہ مسلم (۱:۸۲) باب رفع الامانۃ والایمان، کتاب الایمان
(۵) رواہ البیہقی فی شعب الایمان کذافی المشکوٰۃ کتاب العلم ص ۳۸
(۶) اخرجہ مسلم (۲:۳۸۹) کتاب الفتن
(۷) اخرجہ مسلم،(۱:۸۲) باب رفع الامانتہ و الایمان
(۸) ابوداؤد و اسد الغابہ
(۹) اخرجہ البخاری و مسلم کمافی المشکوٰۃ
(۱۰) رواہ ابوداؤد
(۱۱) مشکوٰۃ ۱:۳۶۴
(۱۲) رواہ الترمذی فی الایمان و حسنہ کما فی المشکوٰۃ ۱:۱۲۰
(۱۳) سنن الترمذی (۴:۵۲۶) رقم (۲۲۶۰) کتاب الفتن
(۱۴) اخرجہ مسلم کما فی المشکوٰۃ
(۱۵) مظاہر حق ۴:۹۱۴
(۱۶) رواہ أحمد کذافی المشکوٰۃ کتاب الایمان، باب الاعتصام ص ۳۰
(۱۷) المرقاۃ (۱:۳۲۲)

تیرہویں فصل:

ایمان محض کی فضیلت

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: غُلَامٌ یَهُودِیٌّ، یَخْدُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَاَتَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُہٗ فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِہٖ فَقَالَ لَہٗ: اَسْلِمْ! فَنَظَرَ اِلٰی اَبِیْہِ وَھُوَ عِنْدَہٗ فَقَالَ: اَطِعْ اَبَاالْقَاسِمِ فَاَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَقُوْلُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْقَذَہٗ مِنَ النَّارِ.

هذا حديث صحيح۔(۱)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا، ایک مرتبہ وہ بیمار ہوگیا۔ آنحضرت اس کی عیادت کے لیے تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس لڑکے کے سرہانے کی طرف تشریف فرما ہوئے اور اس لڑکے سے کہا کہ اسلام قبول کرلے، اس لڑکے نے اپنے والد کی طرف دیکھا جو اس وقت وہیں موجود تھا، اس نے (اپنے لڑکے کے ارادے کو بھانپتے ہوئے) اس سے کہا کہ ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات مان لو (اور مسلمان ہوجاؤ) چنانچہ اس لڑکے نے اسلام قبول کرلیا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (خوشی خوشی)

باہر تشریف لائے اور یہ ارشاد فرمارہے تھے کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اس لڑکے کو دوزخ کی آگ سے بچالیا۔

فائدہ: اس حدیث مبارک سے کئی باتیں معلوم ہوئیں۔

۱۔ اہل اللہ کی خدمت کرنے والا محروم نہیں رہتا بلآخران کی توجہات و دعاؤں کی برکت سے نواز دیا جاتا ہے۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے امتی کے ایمان کی فکر کیسی تھی کہ مرتے دم تک اس کے ایمان لانے کی سعی فرماتے رہے حتی کہ وہ جب مسلمان ہو گیا تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بے انتہاء خوشی ہوئی۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے محض ایمان کی برکت سے اسے ہمیشہ ہمیشہ کی آگ سے نجات عطا فرمادی۔

"لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" کا وزن:

ایک حدیث شریف میں وارد ہے کہ:

(قیامت کے دن) میری امت میں سے ایک شخص کو تمام مخلوق کے سامنے پکارا جائے گا اور اس کے سامنے (اس کے گناہوں کے) ننانوے دفتر (رجسٹر) کھولے جائیں گے، ہر دفتر منتہائے نظر تک بڑا ہوگا پھر اللہ تعالیٰ اس بندے سے فرمائیں گے کہ کیا تم ان میں سے کسی چیز کا انکار کرتے ہو؟ (کہ کوئی گناہ تم نے نہ کیا ہو اور ویسے ہی لکھ لیا گیا ہو) وہ بندہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میں کسی چیز کا انکار نہیں کرسکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ (گناہوں کے) لکھنے والے فرشتوں نے تم پر زیادتی تو نہیں کی (کہ گناہ ایسے ہی

لکھ لیے ہوں ؟) وہ بندہ عرض کرے گا کہ اے میرے پروردگار! نہیں (کسی فرشتہ نے گناہ لکھنے میں مجھ پر ظلم نہیں کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تیرے پاس گناہوں کا کوئی عذر موجود ہے؟ اور کیا تیرے پاس کوئی نیکی موجود ہے ؟ وہ بندہ بہت ڈر جائے گا اور عرض کرے گا: اے میرے پروردگار ! کوئی عذر موجود نہیں اور کوئی نیکی موجود نہیں ہے اللہ جل شانہ ارشاد فرمائیں گے: نہیں بلکہ تمہاری میرے پاس ایک نیکی موجود ہے اور آج کے دن تجھ پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا پھر کاغذ کا ایک پرزہ نکالا جائے گا جس پر تحریر ہوگا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔

وہ بندہ عرض کرے گا! اے میرے پروردگار! اتنے سارے گناہوں کے رجسٹروں کے مقابلے میں یہ پرزہ کیا کام دے گا ؟ اللہ تعالیٰ جل شانہ فرمائیں گے کہ آج تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ تمام رجسٹر ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیئے جائیں گے اور کاغذ کا وہ پرزہ دوسرے پلڑے میں۔ رجسٹروں والا پلڑا (ہلکا ہونے کی وجہ سے) اڑنے لگے گا اور اونچا ہوجائے گا جب کہ پرزے والا پلڑا بھاری ہوجائے گا اور جھک جائے گا۔'' (۲)

فائدہ: یہ ہے صرف ایمان کی برکت! کہ ساری زندگی گناہ کیے، ایک بھی نیکی کا کام نہیں کیا، اللہ تعالیٰ نے صرف ایمان کی برکت سے اس کو نجات عطا فرمادی اور ساری زندگی کے گناہ اس کے ایمان کی برکت سے دھل گئے۔

اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ:

''دوزخ سے ہر ایسے شخص کو نکال لیا جائے گا جس نے **لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ** کہا ہو اور اس کے دل میں جو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو، پھر ہر ایسے شخص کو بھی نکال لیا جائے گا جس نے **لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ** کہا ہو اور اس کے دل میں گندم کے دانے کے برابر بھی ایمان موجود ہو۔ پھر ہر ایسے شخص کو بھی نکال لیا جائے گا جس نے **لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ** کہا ہو اور اس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی ایمان موجود ہو۔'' (۳)

میدانِ قیامت میں کمزور ترین ایمان کا اعزاز و اکرام:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والا شخص جب (دوزخ سے باہر نکل کر) روانہ ہوگا تو ایک مرتبہ (یعنی ایک قدم) آگے چلے گا اور دوسری مرتبہ (یعنی دوسرے قدم پر) منہ کے بل گر پڑے گا اور تیسری مرتبہ (یعنی تیسرے قدم پر) دوزخ کی آگ (کی گرمی اور تپش) اس کے جسم کو جھلس ڈالے گی (جس کی وجہ سے اس کے بعض اعضاء جل جائیں گے اور اسکی جلد کا رنگ بدل جائے گا) پھر جب وہ (اسی طرح گرتا پڑتا اور جھلستا ہوا) دوزخ (کی گرمی اور تپش کی حد سے آگے گزر جائے گا تو مڑ کر (دوزخ کیطرف دیکھے گا اور کہے گا کہ بزرگ و برتر ہے خدا کی ذات، جس نے مجھے تجھ سے نجات دلائی، خدا کی قسم! میرے پروردگار نے مجھے وہ چیز عطا کی ہے جو اس نے اگلے پچھلے لوگوں میں سے کسی کو عطا نہیں کی، پھر اس کی نظر کے سامنے ایک درخت کھڑا کیا جائے گا (جس کے نیچے پانی کا چشمہ ہوگا) وہ (اس درخت اور چشمے کو

دیکھ کر) عرض کرے گا کہ میرے پروردگار! مجھے اس درخت کے قریب پہنچادے تا کہ میں اس کا سایہ حاصل کرسکوں اور اس کے چشمہ سے پانی پیوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے ابن آدم! اگر میں تیری یہ آرزو پوری کردوں تو ہوسکتا ہے کہ تو مجھ سے کچھ اور مانگنے لگے۔ وہ عرض کرے گا کہ میرے پروردگار! ایسا نہیں ہوگا، اس کے بعد وہ اللہ تعالیٰ سے اس بات کا عہد کرے گا کہ وہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں مانگے گا! چونکہ وہ شخص ایک ایسی چیز دیکھے گا جس کے حاصل کئے بغیر اس کو صبر نہیں ہوگا اس لیے اس کا پروردگار اس کو معذور جان کر اس سے درگزر کرے گا اور اس کو درخت کے پاس پہنچادے گا، وہ شخص اس درخت کے سایہ میں بیٹھے گا اور اس کے چشمے سے پانی پئے گا، پھر اس کی نظر کے سامنے ایک اور درخت کھڑا کیا جائے گا جو پہلے درخت سے اچھا ہوگا۔ وہ شخص (اس درخت کو دیکھ کر) عرض کرے گا کہ میرے پروردگار! مجھ کو اس درخت کے پاس پہنچادیجیے تا کہ اس کا سایہ حاصل کرسکوں اور اس کے چشمے سے پانی پیوں، نیز میں اب اس درخت کے علاوہ تجھ سے کچھ اور نہیں مانگوں گا، حق تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ ابن آدم! کیا تو نے مجھ سے یہ عہد نہیں کیا تھا کہ تو اس (پہلے) درخت کے علاوہ کچھ اور مجھ سے نہیں مانگے گا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا اگر میں تجھے اس درخت کے پاس بھی پہنچادوں تو ہوسکتا ہے کہ تو مجھ سے کچھ اور مانگنے لگے، پس اس کا پروردگار اس کو معذور جان کر اس سے درگزر کرے گا کیونکہ وہ ایک ایسی چیز دیکھے گا جو اس کو بے صبر کردے گی اور پھر اللہ تعالیٰ اس کو اس درخت کے پاس پہنچادے گا، وہ شخص اس درخت کے سایہ میں بیٹھے گا اور اس کے چشمہ کا پانی پئے گا اور (تیسرا) درخت اس کے سامنے کھڑا کیا جائے گا جو جنت کے دروازہ کے قریب اور پہلے دونوں درختوں سے زیادہ اچھا ہوگا، وہ شخص (اس درخت کو دیکھ کر) کہے گا کہ میرے پروردگار! مجھے اس درخت کے پاس پہنچادیجیے تا کہ میں اس کا سایہ حاصل کرسکوں اور اس کے چشمے میں سے پانی پیوں، حق تعالیٰ اس سے فرمائے گا، ابن آدم! کیا تو نے مجھ سے یہ عہد نہیں کیا تھا کہ اس کے علاوہ کچھ اور مجھ سے نہیں مانگے گا وہ

عرض کرے گا کہ ہاں (میں نے بیشک عہد کیا تھا لیکن اب یہ میرا آخری سوال ہے) اس کے علاوہ اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ پس اس کا پروردگار اس کو معذور جان کر اس سے درگزر کرے گا کیونکہ وہ شخص ایک ایسی چیز دیکھے گا جو اس کو بے صبر کر دے گی اور پھر اللہ تعالیٰ اس کو اس درخت کے پاس پہنچا دے گا اور جب وہ اس درخت کے پاس پہنچ جائے گا اور اس کے کان میں وہ (دلچسپ اور مزے دار) باتیں آئیں گی جو جنتی لوگ اپنی بیویوں اور اپنے دوست و احباب سے کریں گے تو وہ شخص (بے اختیار ہو کر) عرض کرے گا کہ میرے پروردگار! اب مجھے جنت میں بھی پہنچا دیجیے اللہ تعالیٰ فرمائے گا ابن آدم! کیا کوئی ایسی چیز بھی ہے جو تجھ سے (یعنی تیرے بار بار خواہش و آرزو کرنے سے) میرا پیچھا چھڑا دے؟ کیا تو اس سے بھی خوش ہو گا یا نہیں کہ میں تجھے جنت میں دنیا بھر کی مسافت کے برابر، اور اسی قدر مزید جگہ تجھے دے دوں۔

وہ شخص (انتہائی خوشی اور مسرت کے عالم میں) کہے گا کہ پروردگار! کہیں آپ مجھ سے مذاق تو نہیں کر رہے ہیں حالانکہ آپ تو تمام جہانوں کے پروردگار ہیں (حدیث کے یہ الفاظ بیان کرنے کے بعد) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہنسے اور پھر (حدیث سننے والوں) سے فرمایا کہ کیا تم یہ نہیں پوچھو گے کہ میں کیوں ہنسا؟ لوگوں نے پوچھا کہ بتلا دیجیے آپ کیوں ہنسے تھے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح ہنسے تھے (اس لیے میں بھی ہنسا) اور جب صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کیوں ہنسے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس وجہ سے ہنسا کہ وہ شخص کہے گا کہ اے پروردگار! کہیں آپ مجھ سے مذاق تو نہیں کر رہے ہیں حالانکہ آپ تمام جہانوں کے پروردگار ہیں، تو پھر پروردگار عالم اس پر ہنس پڑے گا، بہر حال! اللہ تعالیٰ (اس شخص کی یہ بات سن کر) فرمائیں گے کہ نہیں میں تجھ سے مذاق نہیں کر رہا ہوں (اور خوب جانتا ہوں کہ تو اس بخشش اور عطا کا مستحق نہیں ہے) لیکن (یہ سب تجھ کو اس لیے دے رہا ہوں کہ) میں جو چاہوں کر سکتا ہوں (کیونکہ ہر

چیز کا مالک میں ہوں اور ہر چیز میرے اختیار اور قدرت میں ہے)

اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ ہی نے ایک اور روایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح کے الفاظ میں نقل کی ہے لیکن اس روایت میں **فَيَقُولُ يَا ابْنَ آدَمَ ! مَا يَصْرِيْنِيْ** سے آخر تک کے الفاظ تو نہیں ہیں البتہ یہ الفاظ مزید نقل کئے گئے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ اس شخص کو یاد دلائے گا اور بتائے گا کہ فلاں فلاں چیز مانگ اور جب (وہ تمام چیزیں مانگ چکے گا اور) اس کی آرزوئیں پوری ہو جائیں گی تو اللہ جل شانہ فرمائیں گے کہ نہ صرف یہ تمام چیزیں (جن کی تم نے خواہش و آرزو کی ہے) بلکہ اس سے مزید دس گنا چیزیں اور بھی تم کو عطا کی جاتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بعد وہ شخص جنت میں اپنے گھر میں داخل ہوگا، وہاں اس کے پاس حور عین میں اس کی دو بیویاں اس کے پاس آئیں گی اور کہیں گی کہ تمام تعریفیں اللہ جل شانہ کے لیے ہیں جس نے (ایسے عالی شان محل میں جہاں عیش و راحت جاودانی کے سوا نہ کوئی غم و فکر ہے اور نہ موت کا خوف) تمہیں ہمارے لیے اور ہمیں تمہارے لیے پیدا کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص (فرط خوشی سے) کہے گا کہ یہاں سب سے زیادہ خوش نصیب میں ہی ہوں کیونکہ جتنا مجھے عطا کیا گیا ہے اتنا کسی اور کو نہیں دیا گیا (یہ بات وہ اس وجہ سے کہے گا کہ ابھی اس کو دوسروں کو دی جانے والی نعمتوں کے بارے میں علم نہیں ہوگا) (۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''اہل جنت میں سے سب سے کم رتبے والا شخص وہ ہوگا جو اپنے باغات، اپنی بیویوں، اپنی نعمتوں، اپنے خدمت گاروں اور اپنے (بیٹھنے اور استراحت کرنے کے) تخت و کرسی پر نظر کرے گا جو ایک ہزار برس مسافت کے بقدر رقبہ

میں پھیلے ہوئے ہوں گے (یعنی جنت کی لامحدود وسعت میں وہ ادنیٰ مرتبہ کا شخص بھی اس قدر نوازا جائے گا کہ اس کی ملکیت وتسلط کی چیزیں ایک ہزار برس کی مسافت کے بقدر وسیع رقبہ میں پھیلی ہوئی ہوں گی اور وہ اپنی چیزوں کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا رہے گا) اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے مرتبہ اور قدر کا شخص وہ ہوگا جو صبح وشام اپنے پروردگار کی ذات اقدس کے دیدار کی سعادت سے مشرف ہوگا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ

یعنی بہت سے چہرے اس دن اپنے پروردگار کے دیدار سے تروتازہ وخوش وخرم ہوں گے۔" (۵)

دوزخ سے سب سے آخر میں رہا ہونے والا مومن:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میں یقیناً اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکالا جائے گا اور سب سے آخر میں جنت میں پہنچایا جائے گا یہ ایک شخص ہوگا جو گھٹنوں کے بل چل کر دوزخ سے باہر آئے گا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ جا اور جنت میں داخل ہوجا، وہ شخص جب وہاں (جنت کے اندر یا جنت کے دروازہ پر) پہنچے گا، تو اس کو جنت اس حال میں دکھائی دے گی کہ گویا وہ بالکل بھر گئی ہے اور اس میں مزید کسی کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے) وہ شخص عرض کرے گا کہ میرے پروردگار مجھے تو یہ جنت بالکل بھری ہوئی ملی ہے (یہاں میرے لیے کوئی جگہ نظر نہیں آرہی ہے؟) اللہ تعالیٰ فرمائے گا! تو جا اور جنت میں داخل ہو، وہاں تیرے لیے دنیا (کی مسافت) کے بقدر اور اس سے دس گنا مزید جگہ تیرے لیے (مخصوص کردی گئی) ہے! وہ شخص (انتہائی تحیر

واستعجاب کے عالم) میں کہے گا کہ (پروردگار!) کیا آپ مجھ سے مذاق کررہے ہیں؟!! یا (یہ کہے گا کہ) آپ مجھ سے مذاق کررہے ہیں، حالانکہ آپ تو بادشاہوں کے بھی بادشاہ ہیں!؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات فرما کر ہنسے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھیں نظر آنے لگیں، اور کہا جاتا تھا کہ یہ شخص جنتیوں میں سب سے چھوٹے درجہ کا آدمی ہوگا۔(٦)

فائدہ: سبحان اللہ! کس قدر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور انعامات کی بارش ہے کہ سب سے آخر میں دوزخ سے رہائی پاکر جنت جانے والے، سب سے کم ایمان والے کے اوپر اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ہے حالانکہ اس کے پاس سوائے ایمان کے ایک ذرہ کے کوئی دوسری نیکی نہیں ہے، تو پھر وہ مومنین جن کا ایمان کامل اور جن کے نامہ اعمال نیکیوں سے بھرے ہوئے ہیں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل وانعام کا معاملہ کس قدر ہوگا!!

ادنیٰ ایمان کا ثمرہ:

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''اسلام بھی اسی طرح پرانا ہوجائے گا جیسے کپڑے کی دھاریاں پرانی ہوجاتی ہیں (لوگوں کو) یہ معلوم نہ ہوگا کہ روزہ کیا ہے اور صدقہ کیا ہے اور احکام حج کیا ہیں؟...... قرآن شریف پر ایک رات ایسی گزرے گی کہ روئے زمین پر اس کی ایک آیت بھی باقی نہ رہے گی...... انسانوں کی جماعت میں سے کچھ بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں یہ کہیں گی کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو اس کلمہ **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** پر پایا تھا، لہٰذا ہم بھی یہی کلمہ پڑھتے ہیں...... یہ سن کر صلہ نامی ایک شخص نے عرض کیا کہ انہیں صرف ''**لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ**'' کیا فائدہ دے گا حالانکہ ان کو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ روزہ، صدقہ

اور حج کیا ہے؟...... یہ سن کر حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منہ پھیر لیا، اس شخص نے تین مرتبہ یہ بات کہی، ہر مرتبہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعراض فرمایا اور تیسری مرتبہ اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے صلہ! یہ کلمہ انہیں آگ سے نجات دے گا، یہ کلمہ انہیں آگ سے نجات دے گا، یہ کلمہ انہیں آگ سے نجات دے گا۔ (۷)

ایک صحابیؓ کے ایمان لانے کا عجیب واقعہ:

حضرت سالم بن ابی جعد فرماتے ہیں کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا گیا کہ ابو سعد بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سو غلام آزاد کیے ہیں۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آدمی کے کل مال سے سو غلاموں کا آزاد کیا جانا بے شک بہت بڑی بات ہے اگر تو چاہے تو میں اس سے بھی افضل عمل بتلا دیتا ہوں (وہ عمل جو سب سے بڑھ کر ہے) وہ ایمان جو تیرے دل میں دن رات پیوست رہے اور تیری زبان ہمیشہ اللہ جل شانہ کے ذکر سے تر و تازہ رہے۔ (۸)

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، جونہی ہم مدینہ سے باہر نکلے تو دیکھا کہ ایک سوار ہمارے ارادے سے سواری سے اترنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یوں لگتا ہے کہ وہ سوار ہمارے ارادے سے یہاں آیا ہے۔ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں! چنانچہ وہ سوار ہم تک پہنچ گیا اس نے سلام کیا، ہم نے سلام کا جواب دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے دریافت فرمایا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ اس نے عرض کیا کہ اپنے اہل و عیال اور خاندان والوں کے پاس سے حاضرِ خدمت ہوا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اب کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنا چاہتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پھر تو اپنے ارادے میں کامیاب ہو گیا ہے (یعنی مجھ سے ملاقات

ہوگئی ہے) اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے یہ سکھلا دیجیے کہ ایمان کیا ہے......؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (ایمان یہ ہے کہ) تو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور تو نماز قائم کرے، اور زکوۃ ادا کرے، اور رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ میں نے (ان سب باتوں کا) اقرار کیا (کہ میں ان اعمال پر پابندی کروں گا) حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کہتے ہیں کہ اچانک اس کے اونٹ کا پاؤں چوہے کے بل میں داخل ہوگیا جس سے اس کا اونٹ گرا اور اوپر سے وہ شخص بھی گر پڑا اور وہ اونٹ اس شخص کی کھوپڑی پر آ پڑا جس سے اس کا انتقال ہوگیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کو اٹھالو۔ چنانچہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہم اپنی سواریوں سے اس کی طرف کودے اور اس شخص کو بٹھایا انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس شخص کی روح قبض ہوچکی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی طرف سے منہ پھیر لیا پھر فرمایا کہ کیا تم نے اس شخص کی طرف سے منہ پھیرنے کو نہیں دیکھا (میں نے ادھر سے) اس لیے منہ پھیرا کہ میں نے دو فرشتوں کو دیکھا کہ اس کے منہ میں جنت کے پھل ڈال رہے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کا انتقال بھوک کی حالت میں ہوا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ
اُولٰٓئِکَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ

”یہی وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کی آمیزش نہیں کی۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہیں۔“

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی کو اٹھالو۔ حضرت

جریر کہتے ہیں کہ ہم اس کو اٹھا کر پانی تک لے گئے، اس کو غسل دیا اور اس پر حنوط (خوشبو) ملی اور اس کو اٹھا کر قبر تک لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (اس کے لیے) لحد (بغلی قبر) بناؤ، شق نہ بناؤ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے عمل تو بہت تھوڑا کیا اور اجر بہت زیادہ حاصل کیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے اونٹ کا پاؤں خرگوش کے بل میں داخل ہو گیا تھا۔ (۹)

صحابی کا میدانِ معرکہ میں ایمان:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خیبر کا محاصرہ کیا تو آپ کے پاس ایک حبشی غلام آ کر کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ پر اسلام پیش کیجیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کلمہ شہادت کی تلقین کی اور وہ کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ مسلمان ہونے کے بعد اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ایک یہودی کی بکریاں چراتا ہوں، اب میں کیا کروں اور ان بکریوں کو ان کے مالک کے پاس کس طرح سے پہنچاؤں؟ آپ نے فرمایا کہ ان بکریوں کے منہ پر ایک مٹھی خاک کی مار دو، یہ بکریاں فوراً اپنے مالک کے پاس چلی جائیں گی۔ اس حبشی غلام نے بکریوں کے منہ پر مٹی ماری اور کہا کہ جاؤ اپنے مالک کے پاس چلی جاؤ۔ چنانچہ وہ بکریاں سیدھی اپنے مالک کے پاس چلی گئیں یوں لگتا تھا کہ کوئی ہانکنے والا ان بکریوں کو ہنکائے چلا جا رہا ہے۔ اس کے بعد وہ حبشی غلام مسلمانوں کے ساتھ مل کر کفار کے ساتھ اس بے جگری سے لڑا کہ شہید ہو گیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس کی نعش اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے اس وقت ادھر سے کیوں منہ پھیر لیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے ساتھ اس کی بیوی (جنت

کی حور) موجود ہے جو اس کے چہرے سے مٹی جھاڑ رہی ہے اور یہ کہہ رہی ہے کہ خدا اس کا چہرہ خاک آلود کرے جس نے تیرا چہرہ خاک آلود کیا اور اللہ تعالیٰ اس کو قتل کرے جس نے تجھے شہید کیا۔ (۱۰)

یہی واقعہ بعض حضرات نے دوسرے انداز میں بیان فرمایا ہے:

حضرت اسود راعی رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام میں سے ہیں جنہوں نے اسلام لانے کے بعد کبھی ایک نماز بھی نہیں پڑھی، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مطابق وہ سیدھے جنت میں پہنچے، ان کا واقعہ یہ ہوا تھا کہ وہ خیبر کے ایک چرواہے تھے اور اجرت پر بکریاں چراتے تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کا محاصرہ فرمایا تو ایک دن انہوں نے قلعہ والوں سے جنگی تیاریوں کا سبب پوچھا، انہوں نے بتایا کہ ایک مدعی نبوت سے مقابلہ ہے، انکے دل میں خیال ہوا کہ ان سے ملنا چاہئے، چنانچہ وہ ایک دن بکریاں چرانے کے لیے قلعے سے باہر نکلے، سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر فروش تھا، سیدھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ فرمایا، ان کے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہوگئی انہوں نے پوچھا کہ اگر میں اسلام لے آؤں تو صلہ کیا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت! انہوں نے کہا کہ میں سیاہ فام اور بدشکل ہوں، اور میرے جسم سے بدبو آ رہی ہے کیا پھر بھی اسلام لانے سے میں جنت کا مستحق ہو جاؤں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! اللہ تعالیٰ تمہیں حسن عطا فرمادے گا، اور تمہارے جسم کی بو خوشبو سے تبدیل ہو جائے گی"

یہ سن کر اسود راعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لے آئے، اور عرض کیا کہ یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں، ان کا کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو قلعے کی طرف ہنکا دو، چنانچہ انہوں نے بکریاں قلعے کی طرف ہنکا دیں، اور وہ سب قلعے

میں چلی گئیں، اس کے بعد اسود راعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہاد خیبر میں شریک ہوئے جنگ کے بعد جب شہداء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائے گئے تو ان میں اسود راعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش بھی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر تھوڑی دیر کے لیے منہ پھیر لیا، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ یہ اس وقت جنت کی دو حوروں کے ساتھ ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے چہرے کو حسین بنا دیا ہے، اور جسم کو خوشبو سے مہکا دیا ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ان کا ذکر کر کے فرمایا کرتے تھے کہ یہ وہ جنتی ہے جس نے اللہ کے لیے کوئی نماز نہیں پڑھی، لیکن سیدھا جنت میں پہنچا ہے۔

ضعیف ایمان پر رحمت الٰہی کا جوش:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

> "**لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ**" کہنے والوں (یعنی مسلمانوں) میں سے کچھ لوگ اپنے گناہوں کی پاداش میں جہنم میں داخل ہوں گے۔ لات وعزیٰ کے پجاری (یعنی کفار ومشرکین) ان سے مخاطب ہو کر کہیں گے کہ تمہارا "**لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ**" کہنا تو تمہارے کچھ بھی کام نہ آیا آج تم بھی ہمارے ساتھ جہنم میں ہو ان کی اس بات پر اللہ جل شانہ کا غضب جوش میں آجائے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ "**لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ**" کا اقرار کرنے والے ان مسلمانوں کو جہنم سے نکال لیں گے اور ان کو نہر حیات میں ڈال دیں گے (نہر حیات میں غسل کی وجہ سے) وہ اپنے جلے ہوئے زخموں سے ایسے ہی صحت یاب ہو جائیں گے جیسے چاند گرہن کے ختم ہونے کے بعد روشن ہو جاتا ہے پھر وہ

جنت میں داخل ہوں گے، وہاں ان کو جہنمی کے نام سے
موسوم کیا جائے گا۔"

کسی شخص نے کہا: اے انس! کیا آپ نے بذات خود یہ بات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! جی ہاں میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے (خدانخواستہ یہ بات میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص مجھ پر جان کر جھوٹ بولے گا اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ (۱۱)

بارگاہِ نبوتؐ میں قابلِ رشک ایمان:

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے، پوچھا! بتاؤ ایمان کے اعتبار سے تم مخلوق میں کس کو زیادہ پسند کرتے ہو یعنی خدا کی مخلوقات میں سے کس مخلوق کے ایمان کو تم بہت قوی اور بہت اچھا سمجھتے ہو؟ بعض صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جواب دیا، ہم تو فرشتوں کے ایمان کو بہت اچھا اور قوی سمجھتے ہیں! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتوں کے ایمان میں کیا عجوبہ پن ہے وہ تو اپنے پروردگار کے پاس ہی رہتے ہیں (یعنی فرشتے مقرب بارگاہ خداوندی ہیں اور عالم جبروت کے عجائب وغرائب کا ہمہ وقت مشاہدہ کرتے رہتے ہیں اگر انکا ایمان قوی ہے تو اس میں کیا عجیب وغریب بات ہے!!) انہیں صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے یا دوسرے بعض صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا! تو پھر وہ پیغمبر ہیں کہ ہمارے نزدیک ان کا ایمان بہت اچھا اور قوی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! بھلا وہ شک وشبہ سے دور اور قوی تر ایمان کے حامل کیوں نہیں ہوں گے، آسمان سے وحی اترتی ہی انکے اوپر ہے۔ اب صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کہا! تو پھر ہم لوگ ہیں (جن کا ایمان اچھا اور قوی ہے) آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تمہارے ہی ایمان میں کونسی تعجب کی بات ہے جب میں تمہارے درمیان موجود ہوں! راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! حقیقت یہ ہے کہ میرے نزدیک ایمان کے اعتبار سے تمام مخلوق میں بڑے اچھے لوگ وہ ہیں جو میرے (زمانہ حیات) کے بعد پیدا ہوں گے (یعنی تابعین اوران کی اتباع کرنے والے کہ جو نسل درنسل قیامت تک اس دنیا میں آتے رہیں گے) وہ لوگ احکام دین کے مجموعہ مصحف یعنی قرآن پاک پائیں گے اوراس میں جو کچھ مذکور ہے سب پر ایمان لائیں گے۔ (۱۲)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اہل ایمان کو دوزخ سے چھٹکارا ملے گا تو ان کو (جنت میں پہنچانے سے پہلے) اس پل پر روک لیا جائے گا جو جنت اور دوزخ کے درمیان ہوگا، اور پھر ان سے ایک دوسرے کو ان حقوق و مطالبات کا بدلہ دلوایا جائے گا جو دنیا میں وہ ایک دوسرے پر رکھتے تھے یہاں تک کہ وہ لوگ (ہر طرح کے گناہ اور برائیوں کی آلائش سے) بالکل پاک وصاف ہو جائیں گے تو ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دیدی جائے گی، پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے (جب وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو) ان میں سے ہر شخص اپنے اس مکان کو جو اس کے لیے جنت میں مخصوص ہوگا اپنے دنیا کے مکان سے زیادہ پہچاننے والا ہوگا۔ (۱۳)

رائی کے دانے کے برابر ایمان کی قدر و قیمت:

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جنتیوں کو جنت میں اور دوزخیوں کو دوزخ میں پہنچا دیا جائے گا (اور ہر شخص اپنے اپنے عمل کے مطابق جنت یا دوزخ میں اپنی جگہ پہنچ جائے گا، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو تو اس کو

دوزخ سے نکال لو، چنانچہ ان لوگوں کو دوزخ سے باہر لایا جائے گا اور اس وقت ان کی یہ حالت ہوگی کہ وہ جل جلا کر کوئلہ کی طرح ہو گئے ہوں گے پھر ان کو نہر حیات میں ڈالا جائے گا اور وہ (اس نہر سے) اس طرح تروتازہ نکلیں گے جیسے سیلاب کے کوڑے کچرے میں گھاس کا دانہ اگتا ہے، کیا تم نے دیکھا نہیں وہ دانہ کس طرح لپٹا ہوا زرد نکلتا ہے (یعنی کتنا زیادہ تروتازہ اور کتنی جلدی باہر آتا ہے) (۱۴)

تشریح: جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو، اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ پچھلی حدیث میں جو یہ فرمایا گیا تھا کہ ”آخر میں ارحم الراحمین اپنی مٹھی بھر کر ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لے گا جنہوں نے کبھی بھی کوئی نیکی نہیں کی ہوگی، تو وہاں وہی لوگ مراد ہیں جن کا تعلق اہل ایمان سے ہوگا یہ اور بات ہے کہ ان کے نامہ اعمال میں کوئی بھی نیکی یا بھلائی نہیں ہوگی یہ وضاحت اس لیے ضروری ہے کہ اس موقع پر حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہ وہم ہوسکتا ہے کہ وہ کافر لوگ ہوں گے چنانچہ اس بات پر پوری امت کا اجماع ہے کہ کوئی بھی کافر کسی بھی صورت میں دوزخ سے نہیں نکالا جائے گا۔ (۱۵)

افضل ترین عمل ایمان ہے:

ایک حدیث شریف میں ہے کہ:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کونسا عمل سب سے زیادہ فضیلت والا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان سب سے افضل عمل ہے۔ عرض کیا گیا کہ پھر کونسا عمل افضل ہے؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ پھر کونسا عمل

سب سے افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کے بعد نیکیوں بھرا حج افضل ہے۔‘‘(۱۶)

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

’’جب اللہ جل شانہ قیامت کے دن مومنین کو نجات عطا فرمائے گا تو اس وقت یہ لوگ اپنے دوزخی بھائیوں کے واسطے اللہ تعالیٰ سے ایسا جھگڑا کریں گے کہ دنیا میں تم سے کسی نے کسی سے ایسا جھگڑا اپنے واسطے بھی نہ کیا ہوگا۔ عرض کریں گے اے پروردگار! یہ ہمارے دوزخی بھائی ہمارے ہمراہ نماز پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے، حج کرتے تھے اور آپ نے ان کو دوزخ میں داخل فرمادیا۔ ارشاد ہوگا اچھا تم لوگ جس جس کو پہچانو، اس کو باہر نکال لاؤ یہ لوگ چلیں گے تو کچھ لوگوں کو ان کی صورتیں دیکھ کر پہچانیں گے کیونکہ آتش دوزخ نے ان کے چہروں کو نہ جلایا ہوگا بلکہ کوئی تو پنڈلیوں تک جلا ہوگا، کوئی ٹخنوں تک جلا ہوگا۔ الغرض یہ لوگ ان کو اس میں سے نکال لیں گے اور عرض کریں گے اے ہمارے رب! جن کا آپ نے ہمیں حکم دیا تھا ان کو ہم نے نکال لیا ارشاد ہوگا کہ اچھا! جن کے دلوں میں دینار کے وزن کے برابر ایمان ہو، ان کو بھی نکال لاؤ۔ پھر حکم ہوگا کہ جن کے دلوں میں نصف دینار کے برابر بھی ایمان ہو انکو بھی نکال لاؤ۔ پھر حکم ہوگا جن کے دلوں میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو اس کو بھی نکال لاؤ۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جس شخص کو اس میں شبہ ہو تو وہ اس آیت کو پڑھ کر تصدیق کرلے۔‘‘(۱۷)

میدانِ حشر میں اہلِ ایمان کے گروہ:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''اس امت کا حشر تین جماعتوں کی صورت میں ہوگا، ایک جماعت تو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہو جائے گی اور ایک جماعت سے ہلکا پھلکا حساب لیا جائے گا، بالآخر وہ بھی جنت میں داخل ہو جائیں گے اور ایک جماعت ایسی حالت میں خدا کے حضور پیش ہوگی کہ ان کی پشتوں پر بڑے بڑے مضبوط پہاڑوں کی طرح گناہوں کے انبار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ ان لوگوں کے بارے میں دریافت فرمائیں گے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو ان کی حالت کا خوب علم ہوگا کہ یہ لوگ کون ہیں؟ فرشتے عرض کریں گے کہ یہ بھی آپ کے بندے ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ یہ سارے گناہ ان سے ہٹا دو اور یہودیوں اور نصرانیوں پر لاد دو اور ان (مسلمانوں) کو میری رحمت سے جنت میں داخل کر دو۔'' (۱۸)

اس قسم کا مضمون ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس وقت ہر مسلمان (مرد و عورت) کو ایک یہودی یا ایک نصرانی حوالہ کر دے گا اور فرمائے گا کہ یہ شخص دوزخ سے تیری چھڑائی ہے یعنی دوزخ کی آگ سے تیری نجات کا سبب ہے۔'' (۱۹)

تشریح: مطلب ان احادیث مبارکہ کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مکلّف کے لیے خواہ

کافر ہو یا مؤمن، جنت اور دوزخ میں ایک ایک جگہ متعین کر رکھی ہے لہٰذا جو شخص ایمان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوا اس کی وہ جگہ جو دوزخ میں تھی اس شخص کی جگہ کے ساتھ جو جنت میں ہے بدل دی جائے گی اور یہ جو شخص ایمان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت نہیں ہوا اس کا معاملہ اس کے برعکس ہوگا پس اس اعتبار سے یہ کافر لوگ گویا دوزخ کی آگ سے مومنین کی نجات کا سبب ہوں گے اس سے واضح ہوا کہ مذکورہ بالا جملہ کی یہ مراد قطعاً نہیں ہے کہ کافروں کو مومنوں کے گناہوں کے بدلے میں دوزخ کے سپرد کیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ فیصلہ تو پہلے ہی فرما دیا ہے:

"وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى"

واضح رہے کہ یہود و نصاریٰ کی تخصیص محض علامتی طور پر ہے، مراد یہاں اصلی کافر ہے اور یہود و نصاریٰ کا ذکر محض اس وجہ سے ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ ان کی عداوت و دشمنی زیادہ مشہور ہے۔(۲۰)

ایمان ماضی کے تمام گناہوں کا کفارہ ہے:

حضرت مکحول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بوڑھا آدمی جس کی دونوں بھویں بڑھاپے کی وجہ سے آنکھوں پر آپڑی تھیں، اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایک ایسا شخص جس نے غداری کی اور فسق و فجور کیا، اپنی کوئی حاجت نہیں چھوڑی اور نہ ہی کسی حاجت کے طلب کرنے سے باز رہا، ہر حاجت کو اپنے دائیں ہاتھ سے حاصل کیا، اگر اس کی خطائیں روئے زمین کے تمام باشندوں پر تقسیم کی جائیں تو ان سب کو تباہ کردیں گی پس کیا ایسے شخص کے لیے بھی توبہ ہے؟ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنکر ارشاد فرمایا! کیا تم اسلام لے آئے ہو؟ تو اس بوڑھے نے کہا کہ بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اس پر رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ تیری غداریاں اور تیرا فسق و فجور معاف کرنے والا ہے اور تیری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا جب تک کہ تو اس کلمہ توحید پر قائم رہے، یہ سن کر اس بوڑھے نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! میری غداریاں اور میرے فسق و فجور معاف ہو جائیں گے (بوڑھے نے تعجب سے پوچھا تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ہاں) تیری غداریاں اور تیرے فسق و فجور معاف ہو جائیں گے۔ اس کے بعد پیٹھ پھیر کر اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہتا ہوا چل دیا۔ (۲۱)



حوالہ جات:

(۱) البخاری (۳:۱۷٦) و ابوداؤد (۳۰۹۵) کذافی شرح السنة (۱:۱۰۵)
(۲) رواه الترمذی و ابن ماجة، کذافی المشکوٰة و کذافی کنز العمال (۱:۴۴)
(۳) کنز العمال (۱:۴۷)
(۴) رواه مسلم (۱:۱۰۵) و کذافی المشکوٰة
(۵) رواه احمد و الترمذی کذافی المشکوٰة (۱:۱۰۵)
(٦) اخرجه البخاری و مسلم، کما فی المشکوٰة
(۷) المستدرک للحاکم (۳:۴۷۳، ۵۴۵) کتاب الفتن و الملاحم
(۸) ابو نعیم فی "الحلیة" (۱:۲۱۹) و اخرجه ابن ابی الدنیا موقوفا باسناد حسن
(۹) رواه احمد و الطبرانی، کذافی المجمع (۱:۴۱)
(۱۰) عیون الاثر لابن سید الناس (۳:۱۸۴)
(۱۱) اخرجه ابو نعیم فی "الحلیة" (۱۰/۲۱۷)
(۱۲) المشکوٰة، باب ثواب هذه الامة
(۱۳) اخرجه البخاری، کذافی المشکوٰة
(۱۴) اخرجه البخاری و مسلم، کذافی المشکوٰة
(۱۵) مظاهر حق (۵:۱۷۹)
(۱٦) اخرجه البخاری، باب من قال ان الایمان هو العمل
(۱۷) اخرجه البخاری و مسلم کمافی المشکوٰة، باب الحوض و الشفاعة
(۱۸) المستدرک للحاکم (۱:۱۹۳) وقال صحیح علی شرط الشیخین
(۱۹) اخرجه مسلم، کذافی المشکوٰة
(۲۰) مظاهر حق (۵:۱۳٦)
(۲۱) اخرجه ابن ابی حاتم و الطبرانی، کذافی حیاة الصحابة (۳:۹۱) ورواه ابن حجر فی "المطالب العالیة" عن ابی یعلی

چودھویں فصل:

ایمان اور یقین

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَجَا اَوَّلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بِالْيَقِيْنِ وَالزُّهْدِ وَيَهْلِكُ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بِالْبُخْلِ وَالْاَمَلِ

''حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس امت کے پہلے لوگوں نے یقین اور زہد کی برکت سے نجات حاصل کی اور اس امت کا آخری طبقہ بخل اور لمبی لمبی امیدوں کی بنا پر تباہ و برباد ہوگا۔''

ایمان و یقین سیکھو!:

حضرت خالد بن سعدان فرماتے ہیں کہ:

''تم یقین کو ایسے ہی سیکھو جیسے تم نے قرآن کریم سیکھا، یہاں تک کہ تم یقین کی حقیقت کو اچھی طرح پہچان لو اور میں بھی اسی یقین کو سیکھ رہا ہوں۔'' (۲)

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت حاصل رہی اور ہماری حالت یہ تھی کہ ہم قوی قسم کے جوان تھے، چنانچہ ہم

نے قرآن کریم کو سیکھنے سے پہلے ایمان سیکھا، پھر ہم نے قرآن کریم سیکھا، تو ہمارا ایمان اور بڑھ گیا۔" (۳)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے ہے کہ:

"کیسا بہترین ہے عقل مند لوگوں کا راتوں کو سونا اور ان کا افطار کرنا (نفل روزہ نہ رکھنا) اور احمق لوگ راتوں کو (نوافل کے لیے) جاگ کر اور (دن میں) نفلی روزہ رکھ کر کیسے دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ ایسا شخص جو متقی اور پرہیز گار ہے اور دل میں یقین کی دولت رکھتا ہے اس کی ایک ذرہ برابر نیکی بھی ان عبادت گزاروں کی بڑے بڑے پہاڑوں کی مثل عبادت سے افضل، بہتر اور بڑھی ہوئی ہے جو دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں (اور دل میں یقین کی دولت نہیں رکھتے)۔" (۴)

یقین کی طاقت لقمان حکیمؒ کی نظر میں:

حضرت لقمان حکیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کو یہ نصیحت فرمائی کہ:

"اے میرے بیٹے! یقین کے بغیر عقل کچھ بھی طاقت و ہمت نہیں رکھتی جس شخص کا یقین کمزور ہو جائے گا اس کا عمل بھی کمزور ہو جائے گا۔" (۵)

نیز حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ:

"بیٹا! جب تجھ پر شیطان شک وشبہ پیدا کر کے حملہ کرنا چاہے تو اس یقین اور نصیحت کی مدد سے مغلوب کر لینا اور جب شیطان تجھ میں سستی اور عجز پیدا کرنے کی کوشش کرے تو اس کو قبر و آخرت کی یاد سے مغلوب کر لینا اور جب شیطان تجھے

کسی چیز کی رغبت دلائے یا کسی چیز سے خوف دلائے تو اس کو خبردار کر دینا کہ دنیا بالآخر جدا کر دینے والی ہے اور اس دنیا کو چھوڑ کر چلے جاتا ہے۔''(۶)

جلیل القدر پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یقین:

حضرت فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ بڑے بلند مرتبے کے صوفی بزرگ گزرے ہیں، فرماتے ہیں کہ:

''حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے عرض کیا گیا کہ اے عیسیٰ! آپ کس چیز کی مدد سے پانی پر چل لیتے ہیں آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''ایمان اور یقین'' کی برکت سے لوگوں نے عرض کیا کہ ایمان تو ہم بھی لائے ہیں جیسا کہ آپ ایمان لائے ہیں اور ہمارا بھی ویسا ہی یقین ہے جیسا کہ آپ کا یقین ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا پھر تم بھی پانی پر چل کر دیکھو لو چنانچہ وہ لوگ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پانی پر چلنے لگے اچانک ایک موج آئی اور وہ غرق ہونے لگے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے پوچھا! اب تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ ڈوب رہے ہو؟! انہوں نے جواب دیا کہ دراصل ہم موج سے ڈر گئے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم موج کے رب، اللہ جل شانہ سے کیوں نہیں ڈرے۔ حضرت فضیل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کو باہر نکالا۔ تھوڑی دیر کے بعد اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور پھر اپنے دونوں ہاتھ بند کر لیے، تھوڑی دیر کے بعد اپنے

دونوں ہاتھوں کو کھولا تو دیکھا کہ ایک میں سونا ہے اور
دوسرے میں مٹی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں
سے دریافت کیا کہ تمہارے دلوں کو کونسی چیز زیادہ بھاتی ہے،
انہوں نے کہا کہ یہ سونا ہی زیادہ اچھا لگتا ہے حضرت عیسیٰ
علیہ السلام نے جواب دیا: مگر میرے نزدیک سونا اور مٹی
دونوں برابر ہیں۔(۷)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر میں یقین کی علامات:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ یقین کی چار شاخیں ہیں:

۱۔ باریک فہم۔

۲۔ گہرا علم۔

۳۔ حکمت و دانائی۔

۴۔ حلم و بردباری۔

پس جس شخص کو فہم حاصل ہو گیا، اس کو علم صحیح حاصل ہو گیا اور جس کو علم صحیح حاصل ہو گیا اس نے شریعت مقدسہ کی حکمتوں کو پہچان لیا اور جس نے شریعت مقدسہ کی حکمتوں کو پہچان لیا بس اس کے اندر حلم اور بردباری کا وصف پیدا ہو گیا، ایسا شخص کبھی کسی معاملہ میں کوتاہی نہیں کریگا اگرچہ لوگوں میں گھل مل کر زندگی بسر کرے۔(۸)

حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں اونچے درجہ کے فقیہ تھے ارشاد نقل کیا ہے کہ یقین تو سارا کا سارا ایمان ہی ہے۔(۹)

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یقین:

ہمارے آقا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت یافتہ و صحبت یافتہ مقدس

جماعت حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے یقین اور ایمان کی پختگی کے واقعات بڑی کثرت سے احادیث اور تاریخ کی کتب میں وارد ہیں اور کیوں نہ ہوں جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس صحبت اور نظر و توجہ کی برکت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس جماعت کا ادنیٰ سے ادنیٰ فرد بھی ایمان و یقین کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھا۔ان پاکیزہ ہستیوں کے چند واقعات اس امید پر بطور نمونہ ذکر کیے جاتے ہیں کہ شاید کوئی مسلمان ان مبارک واقعات اور قصص سے عبرت حاصل کر لے اور اپنا تزکیہ نفس کر کے ایمان اور یقین کے اونچے مراتب حاصل کرنے کی سعی کرے، اور یہ تحریر اس سیاہ کار کی کامل مغفرت کا ذریعہ بن جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت سے کچھ بھی بعید نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور ارشاد ہے۔

لَوْ كُشِفَ الغَطَاءُ مَاازْ دَدتُّ يَقِيناً

مطلب یہ ہے کہ اگر آخرت کی اشیاء جنت و دوزخ سے پردہ ہٹا کر مجھے ان آنکھوں سے دکھا بھی دی جائیں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں پر پہلے ہی سے اتنا یقین ہے کہ مزید یقین میں اضافہ نہیں ہوگا۔

حضرت فاروقِ اعظمؓ کے ایمان ویقین کا دریاؤں پر اثر:

قیس بن حجاج کی روایت میں ہے کہ راوی نے کہا کہ جب مسلمانوں کے ہاتھ مصر فتح ہو چکا تو اہل مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر کے گورنر تھے، ان دنوں بونہ (جو کہ عجمی مہینوں میں سے ایک مہینہ کا نام ہے) شروع ہو چکا تھا۔اہل مصر نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (گورنر مصر) کی خدمت میں عرض کیا کہ دریائے نیل کا پانی خشک ہو گیا ہے، جب تک ہم ایک رسم نہ کر لیں دریائے نیل نہیں بہتا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا کہ وہ رسم کیا ہے؟ اہل مصر نے بتلایا کہ وہ رسم یہ ہے کہ جب اس

مہینہ کی بارھویں رات گزر جاتی ہے تو کہیں سے ایک کنواری لڑکی جو اپنے ماں باپ کی اکلوتی ہوتی ہے اس کو ہم لے لیتے ہیں اور اس لڑکی کے ماں باپ کو کسی طرح راضی کر لیتے ہیں، پھر اس لڑکی کو جہاں تک ہو سکے بہترین لباس اور زیور سے آراستہ و پیراستہ کر کے دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں اس سے دریا بہنے لگتا ہے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ بات اسلام میں ہرگز نہیں چل سکتی اسلام تو اپنے سے پہلے کی تمام رسومِ بد کو مٹا دیتا ہے۔ چنانچہ اہل مصر نے بونہ کے مہینے میں یہ رسم نہ کی اور دریائے نیل کا بہنا بند ہو گیا، جب اہل مصر کو پانی کے معاملے میں تنگی پیش آئی تو انہوں نے جلاوطنی کا ارادہ کر لیا۔ حضرت ابن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے یہ ساری کیفیت امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لکھ دی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے جوابی خط تحریر فرمایا کہ تم نے اس رسم کے سلسلہ میں جو کچھ کیا ہے وہ درست کیا ہے اور میں نے تمہارے خط میں ایک پرچہ لکھ کر رکھ دیا ہے، خط ملنے پر یہ پرچہ دریائے نیل میں ڈال دینا، چنانچہ خط موصول ہونے پر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے وہ پرچہ دریائے نیل میں ڈال دیا سنیچر کی صبح اللہ تعالیٰ نے دریائے نیل کو ایسا جاری کر دیا کہ سولہ ہاتھ اس کا پانی ایک ہی رات میں چڑھ گیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کے ایمان و یقین کی برکت سے آج تک اہل مصر کو اس رسم بد کو مٹا دیا۔ (۱۰)

لشکرِ ایمان کا سمندر کی پیٹھ پر سفر:

حضرت سہم بن منجاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی معیت میں ایک غزوہ کیا ہم چلتے رہے یہاں تک کہ دارین میں پہنچے، ہمارے اور اہل دارین (بحرین) کے درمیان سمندر حائل تھا۔ حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے اللہ کے حضور اس طرح دعا کی۔

یَا عَلِیْمُ! یَا حَلِیْمُ! یَا عَلِیُّ! یَا عَظِیْمُ! اِنَّا

عَبِیدُکَ وَفِی سَبِیلِکَ نُقَاتِلُ عَدُوَّکَ، اللّٰھُمَّ فَاجْعَل لَّنَا اِلَیھِم سَبِیلاً۔

''اے علیم! اے حلیم! اے علی! اے عظیم! ہم تیرے بندے ہیں، تیرے دشمن سے لڑنے کا ارادہ ہے، اے ہمارے اللہ! ہمارے لیے دشمن تک پہنچنے کی سبیل پیدا فرمادے۔''

اس کے بعد وہ ہم سب کو لیکر سمندر میں گھس گئے، چنانچہ ہم سمندر میں داخل ہوئے تو ہماری زین کے صرف نمدوں تک پانی پہنچ رہا تھا اس طرح ہم سمندر پار کر کے دشمن تک پہنچ گئے۔ (۱۱)

صحابہؓ کے ایمان ویقین کے سامنے دریا کی بے بسی:

جنگ قادسیہ کے موقع پر دشمن تک پہنچنے کے لیے دریائے دجلہ مانع تھا، حضرت حجر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں یہ ذرا سا پانی یعنی دریائے دجلہ ان دشمنوں کی طرف عبور کرنے سے مانع ہو رہا ہے اور قرآن میں ہے۔

''وَمَا کَانَ لِنَفسٍ اَن تَمُوتَ اِلَّا بِاِذنِ اللّٰہِ کِتَابًا مُّؤَجَّلاً۔''

''کسی نفس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بغیر حکم خداوندی کے مرجائے اور اس کا ایک وقت مقرر کیا گیا ہے۔''

اس کے بعد حضرت حجر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا گھوڑا دجلہ میں ڈال دیا جب انہوں نے گھوڑا دریا میں ڈالا تو تمام مجاہدین نے اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے، دشمنوں نے جب یہ منظر دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ تو جنات اور دیو ہیں چنانچہ ان کو مقابلے کی ہمت نہ ہوئی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے یوں ان حضرات نے اپنے یقین و ایمان کی برکت سے بغیر جنگ کے فتح حاصل کر لی۔ (۱۲)

ایمان و یقین کی آگ پر حکمرانی:

حضرت معاویہ بن حرمل رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے ایک حدیث بیان کی جس میں یہ قصہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ مقام حرّہ (مدینہ کے قریب ایک پتھریلی جگہ) میں ایک آگ ظاہر ہوئی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے حضرت تمیم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے فرمایا کہ جاؤ! اس آگ کی طرف کھڑے ہو جاؤ (اور اس کا کچھ بندوبست کرو)، حضرت تمیم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! میں کون اور کیا ہوں؟ (جو اس آگ پر کچھ اثر ڈال سکوں!) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کافی اصرار کیا تو یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ساتھ چل دیئے۔ حضرت معاویہ بن حرمل رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کہتے ہیں کہ میں بھی ان دونوں حضرات کے پیچھے پیچھے ہولیا یہ دونوں حضرات آگ کی طرف گئے اور آگ کو اپنے ہاتھ سے اس طرح ہانکنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ آگ ایک گھاٹی میں داخل ہوگئی اور حضرت تمیم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بھی اس کے پیچھے ہو لیے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے یہ فرمانا شروع کیا کہ جس شخص نے حضرت تمیم کو دیکھا اس شخص جیسا نہیں جس نے انہیں نہیں دیکھا۔ (۱۳) (یعنی انہیں دیکھنے والا بھی بڑا ہی خوش قسمت ہے)

جنگل کے درندوں پر حضرات صحابہؓ کے ایمان کا اثر:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد حکومت میں شمالی افریقہ کے باقی ماندہ حصے کی فتح کی مہم حضرت عقبہ ابن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو سونپ دی تھی، یہ اپنے دس ہزار ساتھیوں کے ساتھ مصر سے نکل کر داد شجاعت دیتے ہوئے تونس تک پہنچ گئے اور یہاں قیروان کا مشہور شہر بسایا، جس کا واقعہ یہ ہے کہ جس جگہ آج قیروان آباد ہے، وہاں بہت گھنا جنگل تھا، جو درندوں سے بھرا ہوا تھا۔

حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے بربریوں کے شہروں میں رہنے کے بجائے مسلمانوں کے لیے الگ شہر بسانے کے لیے یہ جگہ منتخب کی، تاکہ یہاں مسلمان

مکمل اعتماد کے ساتھ اپنی قوت بڑھا سکیں، ان کے ساتھیوں نے کہا کہ یہ جنگل تو درندوں اور حشرات الارض سے بھرا ہوا ہے لیکن حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک شہر بسانے کے لیے اس سے بہتر کوئی جگہ نہ تھی، اس لیے انہوں نے اپنا فیصلہ تبدیل نہیں کیا، اور لشکر میں جتنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے ان کو جمع کیا یہ کل اٹھارہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے، ان کے ساتھ مل کر حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی اور اس کے بعد یہ آواز لگائی۔

اَيَّتُهَا السِّبَاعُ وَالْحَشَرَاتُ، نَحْنُ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْحَلُوا عَنَّا، فَاِنَّا نَازِلُوْنَ، فَمَنْ وَجَدْنَا. بَعْدُ قَتَلْنَاهُ.

''اے درندو اور کیڑو! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں، ہم یہاں بسنا چاہتے ہیں، لہٰذا تم یہاں سے کوچ کر جاؤ، اس کے بعد تم میں سے جو کوئی یہاں نظر آئے گا ہم اسے قتل کر دیں گے۔''

اس اعلان کا نتیجہ کیا ہوا؟ امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا شَيْءٌ اِلَّا خَرَجَ هَارِبًا حَتّٰى اِنَّ السِّبَاعَ تَحْمِلُ اَوْلَادَهَا.

''ان جانوروں میں سے کوئی نہیں بچا جو بھاگ نہ گیا ہو یہاں تک کہ درندے اپنے بچوں کو اٹھائے لے جا رہے تھے۔''

اور مشہور مؤرخ اور جغرافیہ دان علامہ زکریا بن محمد قزوینی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۸۲ ہجری) لکھتے ہیں:

فَرَأَى النَّاسُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ عَجَبًا لَمْ يَرَوْهُ قَبْلَ ذٰلِكَ، وَكَانَ السَّبُعُ يَحْمِلُ اَشْبَالَهُ،

وَالذِّئْبُ اَجْرَاعَہ، وَالْحَیَّۃُ اَوْلَادَھَا، وَھِیَ خَارِجَۃً سَرَبًا سَرَبًا، فَحَمَلَ ذٰلِکَ کَثِیْرًا مِنَ الْبَرْبَرِ عَلَی الْاِسْلَامِ.

''اس روز لوگوں نے ایسا عجیب نظارہ دیکھا جو پہلے کبھی نہ دیکھا تھا کہ درندہ اپنے بچوں کو اٹھائے لے جارہا ہے، بھیڑیا اپنے بچوں کو، اور سانپ اپنے بچوں کو، یہ سب ٹولیوں کی شکل میں نکلے جارہے تھے، یہ منظر دیکھ کر بہت سے بربری مسلمان ہوگئے۔''

اس کے بعد عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے جنگل کاٹ کر یہاں شہر قیروان آباد کیا، وہاں جامع مسجد بنائی اور اسے شمالی افریقہ میں اپنا مستقر قرار دیا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے دور میں عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ افریقہ کی امارت سے معزول ہوکر شام میں آباد ہوگئے تھے، آخر میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں دوبارہ وہاں بھیجنا چاہا، لیکن آپ کی وفات ہوگئی۔

حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان افروز سفر:

بعد میں یزید نے اپنے عہد حکومت میں انہیں دوبارہ افریقہ کا گورنر بنایا اس موقع پر انہوں نے قیروان سے مغرب کی طرف اپنی پیش قدمی پھر سے شروع کی اور روانگی سے پہلے اپنے بیٹوں سے کہا:

اِنِّی قَدْ بِعْتُ نَفْسِیْ مِنَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ، فَلَا اَزَالُ اُجَاھِدُ مَنْ کَفَرَ بِاللّٰہِ

''میں اپنی جان اللہ تعالیٰ کو فروخت کرچکا ہوں، لہٰذا اب (مرتے دم تک) اللہ کا انکار کرنے والوں سے جہاد کرتا رہوں گا۔''

اس کے بعد انہیں وصیتیں فرمائیں اور روانہ ہو گئے اسی زمانے میں انہوں نے الجزائر کے متعدد علاقے تلمسان وغیرہ فتح کئے یہاں تک کہ مراکش میں داخل ہو کر اس کے بہت سے علاقوں میں اسلام کا پرچم لہرایا، اور بالآخر اسفیٰ کے مقام پر، جو افریقہ کا انتہائی مغربی ساحل ہے،، بحر ظلمات (اٹلانٹک) نظر آنے لگا اس عظیم سمندر پر پہنچ کر ہی حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے وہ تاریخی جملہ کہا کہ:

يَارَبِّ! لَوْلَا هٰذَا الْبَحْرُ لَمَضَيْتُ فِي الْبِلَادِ مُجَاهِدًا فِيْ سَبِيْلِكَ.

''پروردگار! اگر یہ سمندر حائل نہ ہوتا تو میں آپ کے راستے میں جہاد کرتا ہوا اپنا سفر جاری رکھتا۔''

اٹلانٹک کے کنارے سے حضرت عقبہؓ قیروان جانے کے لیے واپس ہوئے، راستہ میں ایک جگہ ایسی آئی جہاں پانی کا دور دور نشان نہ تھا سارا لشکر پیاس سے بیتاب تھا، حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے دو رکعتیں پڑھ کر دعا کی دعا سے فارغ ہوئے تھے کہ ان کے گھوڑے نے اپنے کھروں سے زمین کھودنی شروع کی، دیکھا تو ایک پتھر نظر آیا، اس پتھر سے پانی پھوٹ نکلا۔ یہاں سے آگے بڑھ کر حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے یہ سوچ کر کہ راستہ بے خطر ہے، اپنے لشکر کے بیشتر حصے کو جلد قیروان پہنچنے کے لیے آگے بھیج دیا اور خود چند سو سواروں کے ساتھ راستے کے ایک قلعے تہواذ پر یلغار کے لیے روانہ ہو گئے، خیال تھا کہ یہ مختصر نفری اس قلعے کو فتح کرنے کے لیے کافی ہوگی، لیکن قلعہ والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی، اور اس پر ستم یہ ہوا کہ حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے لشکر میں کسیلہ نامی ایک بربری شخص جو بظاہر مسلمان ہو گیا تھا، حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا دشمن تھا، وہ دشمن سے مل گیا اور لشکر کے راز دشمن پر ظاہر کر دیئے، جس کے نتیجے میں مسلمان چاروں طرف سے گھر گئے حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اس موقع پر اپنے ایک ساتھی ابوالمہاجر کو، جو قید میں تھے، رہا کر کے ان سے کہا کہ ''تم دوسرے مسلمانوں سے جا ملو اور ان کی قیادت کرو،

کیونکہ میں شہادت کے لیے اس سے بہتر موقع کوئی اور نہیں سمجھتا'' لیکن ابوالمہاجر نے کہا کہ ''مجھے بھی شہادت کی تمنا ہے'' اور یہ دونوں اپنے ساتھیوں سمیت دشمنوں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ (۱۴)



حوالہ جات:

(۱) اخرجه ابن ابی الدنیا فی کتابه "الیقین"
(۲) نفس المصدر
(۳) سنن ابن ماجة ص ۷
(۴) ابن ابی الدنیا
(۵) نفسه
(۶) نفسه
(۷) نفسه
(۸) نفس المرجع
(۹) اخرجه البخاری (۱: ۶)
(۱۰) اخرجه ابن عساکر والوالشیخ وغیرهما کذافی حیاة الصحابة (۳: ۱۷)
(۱۱) حلیة الاولیاء (۱: ۷) کذافی حیاة الصحابة
(۱۲) حیاة الصحابة
(۱۳) حیاة الصحابة
(۱۴) سیر اعلام النبلاء (۳: ۵۳۳) الکامل لابن الاثیر (۳: ۱۸۴) و (۴: ۴۲، ۴۳) وآثار البلاد للقزوینی ص ۲۴۲، القیروان، تاریخ الطبری (۴: ۱۷۸) ۵۰ھ

پندرھویں فصل:

اللہ تعالیٰ کے نزدیک مؤمن کا مرتبہ اور مقام

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ یَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ ((یَآاَیُّھَا لنَّاسُ، اَیُّ یَوْمٍ ھٰذَا؟)) قَالُوْا: یَوْمٌ حَرَامٌ قَالَ ((فَاَیُّ بَلَدٍ ھٰذَا)) قَالُوا: بَلَدٌ حَرَامٌ قَالَ (فَاَیُّ شَھْرٍ ھٰذَا؟)) قَالُوا: شَھْرٌ حَرَامٌ قَالَ ((فَاِنَّ دِمَاءَ کُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَةِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا)) فَاَعَادَھَا مِرَارًا ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَہ فَقَالَ ((اَللّٰھُمَّ ھَلْ بَلَّغْتُ؟ اَللّٰھُمَّ ھَلْ بَلَّغْتُ؟)) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّھَا لَوَصِیَّتُہ اِلٰی اُمَّتِہ ((فَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ، لَا تَرْجِعُوا بَعْدِیْ کُفَّارًا یَضْرِبُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ)) (۱)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قربانی والے دن (منٰی میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! بتلاؤ یہ دن کونسا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: یہ حرمت والا دن

ہے (۱۰ ذی الحجہ)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بتلاؤ! یہ شہر کون سا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: یہ حرمت والا شہر (مکہ) ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بتلاؤ! یہ مہینہ کونسا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ حرمت والا مہینہ (ماہ ذی الحجہ) ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بس تمہارا خون، تمہارے مال اور تمہاری عزت ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں، جیسے اس دن کی حرمت، اس شہر اور اس مہینے میں ہے۔ اس بات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا، پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا: اے اللہ! کیا میں نے تیرا (یہ پیغام) پہنچا دیا، اے اللہ! کیا میں نے تیرا (یہ پیغام) پہنچا دیا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وصیت اپنی تمام امت کے لیے ہے کہ "یہاں موجود (ہر شخص) غیر موجود (اور ناواقف) لوگوں کو (خدا کا پیغام) پہنچا دے، میرے بعد تم منکر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔"

مومن کی برتری فرشتوں پر:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن اس کے بعض فرشتوں سے بھی زیادہ معزز ہے۔" (۲)

مومن کی ہر حالت میں خیر اور بھلائی:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''مؤمن کی بھی عجیب شان ہے، اس کے سارے کام خیر ہی خیر ہیں اور یہ بات صرف مؤمن کے ساتھ ہی مخصوص ہے، کوئی دوسرا اس خصوصیت میں شریک نہیں ہے، اگر اس کو کوئی نعمت اور خوشی حاصل ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے حضور شکر بجالاتا ہے، تو یہ شکر اس کے لیے خیر و بھلائی کا سبب ہوتا ہے اور اگر اس کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو یہ صبر کا دامن تھام لیتا ہے تو یہ صبر بھی اس کے لیے خیر و بھلائی کا باعث ہوتا ہے۔'' (۳)

کسی مومن کو قتل کرنا:

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دونوں سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''اگر آسمان وزمین والے تمام (لوگ) کسی مومن کے خون (قتل) میں شریک ہوجائیں (یعنی سب مل کر کسی ایک مؤمن کو قتل کردیں) تو اللہ تعالیٰ ضرور ان سب کو اوندھے منہ جہنم میں گرادیں گے۔'' (۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''پوری دنیا کا ختم کردینا، اللہ تعالیٰ پر اس بات سے آسان ہے کہ کسی مؤمن آدمی کو قتل کردیا جائے۔'' (۵)

کسی مومن کو آزادی دلانا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

> ''جس شخص نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر ہر حصہ کے بدلے اس آزاد کرنے والے کے ایک ایک عضو کو جہنم کی آگ سے آزاد کردیں گے، یہاں تک کہ اس کی شرمگاہ کو اس کی شرمگاہ کے بدلے میں آزاد کردیں گے۔''(٦)

کسی مومن پر الزام تراشی:

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

> ''جو شخص کسی مسلمان (کی عزت و آبرو) کو کسی منافق کے شر سے بچائے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک فرشتہ بھیجے گا، جو اس کو قیامت کے دن تک دوزخ کی آگ سے بچائے گا، اور جو شخص کسی مسلمان پر تہمت لگائے، جس کے ذریعہ اسکا مقصد اس مسلمان کی ذات کو عیب دار کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کے پل پر قید کرلے گا، یہاں تک کہ وہ اس تہمت لگانے کے وبال سے نکل جائے۔''(۷)

کسی مومن کو دھوکہ دینا:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''ایسا شخص ملعون (یعنی اللہ کی رحمت سے دور ہے) جس نے کسی مؤمن کو نقصان پہنچایا یا اس کے ساتھ مکر و فریب والا معاملہ کیا۔'' (۸)

مومن کے ساتھ خیر خواہی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''جو شخص دنیا کی سختیوں میں سے کسی مسلمان کی تنگی اور سختی کو دور کر دے تو اللہ جل شانہ قیامت کے دن، وہاں کی سختیاں اس سے دور کر دے گا، اور جس شخص نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی کریں گے اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی مسلمان کی مدد کرتا رہتا ہے۔'' (۹)

حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''مؤمن جو کچھ بھی اخراجات کرتا ہے، اس کو اس پر ثواب دیا جاتا ہے، سوائے اس خرچہ کے جو (ضرورت و حاجت سے زیادہ) اس مٹی (یعنی تعمیرات وغیرہ) میں خرچ کیا جاتا ہے۔'' (۱۰)

مومن سے تعلقات ختم کر لینا:

اور حدیث شریف میں ہے:

''جس شخص نے اپنے بھائی (مؤمن) سے ایک سال تک قطع

تعلق کرلیا، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کا خون بہادیا۔''(۱۱)

فائدہ: گزشتہ صفحات میں ذکر کردہ احادیث مبارکہ سے، اللہ جل شانہ کے ہاں مؤمن کا جو مرتبہ ومقام ہے وہ روز روشن کی طرح واضح ہوجاتا ہے اور ظاہر ہے کہ مالک الملک کے نزدیک گوشت پوست کے اس ڈھانچے کو جو رتبہ ومقام حاصل ہوا ہے، وہ صرف اس کے ایمان واسلام کا ثمرہ ہے، چونکہ ایمان وایقان کی برکت سے اس شخص کا شمار خدائی سلطنت کے وفاداروں میں ہوتا ہے لہٰذا احکم الحاکمین کی طرف سے ان پر انعامات واحسانات کی بارش بالکل قرین قیاس ہے۔

ربّ العالمین کے نزدیک کفار کی حیثیت:

اب ذرا اہلِ ایمان کے مقابلے اہلِ کفر کی حیثیت ملاحظہ فرمالیں!

سورہ ''اعراف'' میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ

(الاعراف:۱۷۹)

''یہ لوگ چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ بے راہ ہیں۔''

سورہ ''محمد'' میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَتَمَتَّعُوْنَ وَیَاْکُلُوْنَ کَمَا تَاْکُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًی لَّھُمْ (محمد:۱۲)

''اور وہ لوگ جو منکر ہیں وہ عیش کررہے ہیں اور اس طرح کھاتے ہیں، جیسے چوپائے کھایا کرتے ہیں، اور ان کافروں کا ٹھکانہ آگ ہے۔''

سورۃ ''جمعہ'' میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُو التَّوْرَاۃَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْھَا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا، بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُو بِاٰیٰتِ اللّٰہِ (الجمعہ:۵)

''ان لوگوں کی مثال جن پر تورات کے علم وعمل کا بار ڈالا گیا تھا، پھر انہوں نے اس کا بار نہ اٹھایا اس گدھے کی سی مثال ہے جو بہت سی بڑی بڑی کتابیں اٹھائے ہوئے ہوں، جن لوگوں نے خدا کی آیتوں کی تکذیب کی ان کی بری مثال ہے۔''

سورہ ''اعراف'' میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَثَلُہٗ کَمَثَلِ الْکَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْہِ یَلْھَثْ اَوْتَتْرُکْہُ یَلْھَثْ، ذٰلِکَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوا بِاٰیٰتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ ○ سَاءَ مَثَلًا الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوا بِاٰیٰتِنَا وَاَنْفُسَھُمْ کَانُوا یَظْلِمُوْنَ ○

(الاعراف:۱۷۶)

''سو (آیات کو چھوڑ کر جو پریشانی اور ذلت دائمی اس کو نصیب ہوئی اس کے اعتبار سے) اس کی حالت کتے کی سی ہوگئی کہ اگر تو اس پر حملہ کرے (اور مار کر نکال دے) تب بھی ہانپے یا اس کو (اس کی حالت) پر چھوڑ دے تب بھی ہانپے (کسی حالت میں اس کو راحت نہیں، اسی طرح یہ شخص ذلت میں تو کتے کے مشابہ ہوگیا اور پریشانی میں کتے کی اس صفت میں شریک ہوا پس جیسی اس شخص کی حالت ہوئی) یہی حالت (عام طور پر) ان لوگوں کی ہے جنہوں نے

ہماری آیتوں کو (جو کہ توحید ورسالت پر دلالت کرتی ہیں)
جھٹلایا (کہ وضوح حق کے بعد، محض ہوئی پرستی کے سبب حق
کو ترک کرتے ہیں) سو آپ اس حال کو بیان کر دیجیے شاید
وہ لوگ (اس کو سن کر) کچھ سوچیں (حقیقت میں) ان
لوگوں کی حالت بھی بری ہے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں
اور اس تکذیب سے) وہ اپنا (ہی) نقصان کرتے ہیں۔"
(معارف القرآن ۴:۱۱۸)

سورہ "عنکبوت" میں کفار کو مکڑی کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ

(العنکبوت:۴۱)

"جن لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر اور لوگوں کو کارساز بنا رکھا ہے،
ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ اس مکڑی نے ایک گھر بنا رکھا
ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ تمام گھروں سے بودا اور کمزور
مکڑی ہی کا گھر ہوتا ہے کاش! وہ اتنی بات کو سمجھتے۔"

خلاصۂ کلام:

الغرض! اللہ جل شانہ کے نزدیک کفار دنیا میں بھی ذلیل اور حقیر ہیں اور آخرت میں بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خائب وخاسر، اس کے برخلاف اہل ایمان دنیا میں بھی اللہ رب العالمین کے نزدیک مکرم ومحترم ہیں اور آخرت میں بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کامیاب وکامران، سینکڑوں آیات اور احادیث مبارکہ اس دعویٰ پر کھلی دلیل ہیں۔



حوالہ جات:

(۱) اخرجه البخاری، کتاب الحج، باب الخطبة ایام منیٰ
(۲) کنز العمال
(۳)
(۴) المشکوٰة، کتاب القصاص.
(۵) رواه الترمذی، کما فی المشکوٰة، کتاب القصاص
(۶) رواه الترمذی و النسائی، کما فی المشکوٰة، کتاب القصاص
(۷) ابو داؤد، کتاب الادب، بالرجل یذب عن فرض اخیه، رقم الحدیث ۴۸۸۳ ص ۳۱۳
(۸) المشکوٰة، کتاب الحدود، رقم (۵۰۴۲)
(۹) رواه البخاری و مسلم، کمافی المشکوٰة، باب الشفقة و الرحمة علی الخلق و کتاب العلم
(۱۰) رواه الترمذی و ابن ماجة، کذافی المشکوٰة، کتاب الرقاق
(۱۱) رواه ابوداؤد، کذافی المشکوٰة

پہلی فصل:

حقیقتِ آخرت

اللہ تعالیٰ جل شانہ کا غایت درجہ فضل وکرم ہے کہ باب ''ایمان کی اہمیت وفضائل کی تکمیل کے بعد آئندہ اوراق میں ''ایمان کی جزا اور کفر کی سزا'' کے متعلق نئے باب کے لکھنے کی توفیق عطا فرما رہے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَاالشُّکْر.

آنے والے باب کی احادیث سے ایمان کی اہمیت کا خوب اندازہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مؤمن کے ساتھ اس کی موت کے وقت، پھر برزخ میں، پھر قیامت کے دن کیسے اعزاز واکرام کا وعدہ کر رکھا ہے اور آخر میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت کی خوشخبری ہے اس کے برعکس جو لوگ دولت ایمانی سے محروم ہیں، ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بے سکونی اور بے چینی کا عذاب، پھر موت کے وقت انتہائی سختی، پھر برزخ میں عذاب، پھر میدان حشر میں عذاب اور آخر میں ہمیشہ ہمیشہ کے دوزخ کے انتہائی کرب انگیز اور اذیت ناک عذابوں سے واسطہ پڑنے والا ہے۔ **(اعاذنا اللہ منه)**

ابھی وقت ہے! ایسے لوگ جو دولت ایمان اور نعمت اسلام سے محروم ہیں، ان کے لیے ایمان کی دولت حاصل کرنا اختیاری بھی ہے اور نہایت سہل بھی اور جن کو اللہ تعالیٰ نے دولت ایمانی سے مشرف فرما دیا ہے ان کے لیے ایمان کی حفاظت اختیاری ہے اور نہایت سہل بھی کہیں ایسا نہ ہو...... کہ اتنی زیادہ آیات واحادیث شریفہ اور اولیاء اللہ کے اقوال اور ارشادات اور ان کی عبرت آموز حکایات سنے اور پڑھنے کے بھی اس نعمت عظمیٰ کی تحصیل یا حفاظت کی فکر نہ کی تو پھر جو کچھ پیش آنے والا ہے قرآن حکیم نے کھلے لفظوں میں بیان فرمایا ہے۔

كُلَّمَا اُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ○ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَاءَ نَا نَذِيْرٌ فَكَذَّبْنَا وَ قُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ○ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ○ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْبِهِمْ فَسُحْقًا لِاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ○

(سورۃ الملک)

''جب اس (دوزخ میں کافروں کا) کوئی گروہ ڈالا جائے گا تو اس کے محافظ (فرشتے) لوگوں سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) نہیں آیا تھا (جس نے تم کو عذاب سے ڈرایا ہو جس کا تقاضا یہ تھا کہ اس عذاب سے بچنے اور ڈرنے کا سامان کرتے۔ یہ سوال محض ڈرانے دھمکانے کے لیے ہوگا، اور یہ سوال دوزخ میں داخل ہونے والے ہر نئے گروہ سے ہوگا، کیونکہ تمام کافر ایک ہی وقت میں دوزخ میں داخل نہیں کئے جائیں گے بلکہ مراتب کفر میں تفاوت کی وجہ سے سب فرقے یکے بعد دیگرے داخل کئے جائیں گے) وہ کافر (اعتراف کرتے ہوئے) کہیں گے کہ واقعی ہمارے پاس ڈرانے والا پیغمبر آیا تھا سو (ہماری شامت تھی کہ) ہم نے اس کو جھٹلا دیا اور کہہ دیا کہ خدا تعالیٰ نے (احکام و کتب وغیرہ) کچھ نازل نہیں کیا (اور) اور تم بڑی غلطی میں پڑے ہو اور (وہ کافر، فرشتوں سے یہ بھی) کہیں گے کہ ہم اگر سنتے یا سمجھتے (یعنی پیغمبروں کے کہنے کو قبول کرتے اور مانتے) تو ہم اہل دوزخ میں (شامل) نہ ہوتے،

غرض اپنے جرم کا اقرار کریں گے، سو اہل دوزخ پر لعنت ہے۔'' (معارف القرآن ۸:۵۱۱)

ایمان اطمینان قلبی حاصل کرنے کا واحد ذریعہ ہے:

دنیوی زندگی میں راحت وسکون حاصل کرنے کا واحد ذریعہ یہی ہے کہ اپنے قلب کو دولت ایمان سے منور کیا جائے اور زندگی ایمانی تقاضوں کے مطابق بسر کی جائے، کفر کی حالت میں قلبی اطمینان اور راحت کبھی حاصل نہیں ہوسکتی، چاہے تحصیل کے لیے دنیا بھر کے اسباب راحت اور سہولیات جمع کر لیے جائیں وجہ یہ ہے کہ اس شخص نے منزل مقصود کی طرف جانے والے صراط مستقیم کو چھوڑ کر، اس کی مخالف سمت میں سفر کا آغاز کر رکھا ہے، یہ جنت کے راستے کو ترک کر کے دوزخ کے راستے پر سفر کر رہا ہے۔

ایک نصیحت آموز مثال:

اس کی بالکل ایسی ہی مثال ہے جیسے کوئی آدمی ملتان سے کراچی (مغرب کی جانب) کے سفر کے لیے گھر سے نکلا اور ایسی گاڑی میں سوار ہو گیا جو کراچی جانے کے بجائے، کراچی کی مخالف سمت (مشرق کی جانب) میں لاہور جانے والی ہے ایسا مسافر خواہ کیسی ہی آرام دہ گاڑی میں سفر کر رہا ہو، گاڑی ایئر کنڈیشنڈ ہو، رفقاء بہت خدمت گزار ہوں، ماحول شگفتہ و پرسکون ہو، کھانے پینے اور دیگر تقاضوں کے لیے سامان وافر مقدار میں موجود ہو، مگر ایسے مسافر کو اتنے ڈھیر سارے اسباب راحت کے ہوتے ہوئے بھی کبھی ذرہ برابر چین وسکون قلبی حاصل نہ ہوگا، بلکہ جوں جوں گاڑی سفر طے کرتی رہے گی، وہ اپنی منزل مقصود (کراچی) سے دور ہوتا جائے گا، یوں اس شخص کی بے چینی اور پریشانی میں بھی اضافہ ہوتا رہے گا۔ اس بات کا احساس کہ اس کی منزل کھوٹی ہوتی جارہی ہے اس کی بے اطمینانی میں مزید اضافہ کرتا رہے گا

اس کے برعکس، اگر یہی مسافر ملتان سے ایسی گاڑی میں سوار ہو جاتا ہے جو واقعتاً کراچی جانے والی ہے، گاڑی خواہ کیسی ہی شکستہ حال ہو جس میں بیٹھنے کی جگہ تکلیف دہ، لوگوں کا شور شرابا، ہجوم کی دھکم پیل، ایسی کھچا کھچ بھری ہوئی ہے کہ کندے سے کندھا چھلتا ہے، گرمی اور سردی کی تکلیف اس سے مضاعف گرد و غبار کی آندھی، ہر وقت کھانے پینے کی کوئی سہولت نہیں، الغرض ہر طرح کی تکلیف کا سامان اکٹھا ہے ...... لیکن اتنی ساری تنگیوں اور مشکلات کے باوجود جب کہ بدن ہر طرح کی اذیت برداشت کر رہا ہے مگر اس کا قلب مطمئن ہوتا ہے کہ ان مصائب کو برداشت کر لینے کے بعد بالآخر پہنچنا تو اپنی منزل مقصود (کراچی) ہی ہے، جہاں راحت سکون ہی تو حاصل کرنا ہے چنانچہ اس تصور ہی سے یہ مسافر ان سب تکالیف کو بخوشی برداشت کر لیتا ہے۔

جی ہاں! بالکل یہی حال مؤمن اور کافر کی زندگی کا ہے مومن چاہے ظاہری طور پر کتنے ہی افلاس، فقر و فاقہ، بیماریوں اور تکلیفوں میں مبتلا ہو چونکہ ایمان کی برکت سے اس کے سفر آخرت کا رخ بالکل درست ہے، وہ سمت پر جنت کی طرف سفر کر رہا ہے، اس لیے دنیاوی زندگی میں پیش آنے والی تکالیف کو ہنسی خوشی برداشت کر لیتا ہے اور اس تصور سے ہی اس کے قلب کو راحت و سکون محسوس ہوتا ہے کہ چند روزہ زندگی میں تکالیف برداشت کر لینے کے بعد بالآخر، انتہائی راحت و سکون، لذت و نعمت کی جگہ جنت میں ٹھکانہ ہے پھر تو من چاہی زندگی ہے اور اپنی ہی حکومت ہے اور مزے ہی مزے ہیں۔

جب کہ کافر اپنے کفر کی وجہ سے جنت سے ہٹ کر جو کہ تمام اولاد آدم کا اصلی گھر ہے سے ہٹ کر جہنم کے راستہ پر سفر کر رہا ہے اب چاہے یہ دنیوی زندگی میں کتنے ہی اسباب راحت حاصل کر لے، رہائش، کھانے، پینے کی عمدہ اشیاء سواری، نوکر چاکر، دوست احباب وغیرہ میں اعلیٰ ترین معیار اپنائے مگر چونکہ لمحہ بہ لمحہ اپنی اصلی منزل سے دور ہو کر دردناک عذابوں والی جگہ کی طرف رواں دواں ہے، اس وجہ سے اس کی روح

ہر وقت پریشانی و بے سکونی میں مبتلا رہتی ہے. جی ہاں! چاہے ان کی آنکھیں حق سے چشم پوشی کررہی ہوں اور دل ان کا بصیرت سے محروم اور عقل ان کی اندوہناک انجام سے بے خبر ہو مگر روح تو بے خبر نہیں ہے، ہاں! اہل کفر اگر آج بھی دولت اسلام سے مشرف ہو کر قلب کو نور ایمانی سے منور کرلیں، زندگی اسلامی سانچے میں ڈھال کر اپنے سفر آخرت کا رخ درست کرلیں تو ان کو بھی قلبی راحت وسکون، اور قلبی لذت و آرام حاصل ہوسکتا ہے۔

اہم تنبیہ:

یہاں اس مقام پر، چلتے چلتے اس بات پر تنبیہ کرنا بہت ضروری ہے کہ آخرت کے متعلق صحیح اور بے غبار عقیدہ جس قدر آسان ہے، تو ہمات واشکالات نے اسی قدر اس کو پیچیدہ بنادیا ہے۔ شیطان لعین جو انسان کا ہر وقت کا دشمن ہے، ہمیشہ اس تاک میں رہتا ہے کہ اسے کوئی موقع ہاتھ آئے تا کہ انسان کے دل میں طرح طرح کے وساوس ڈال کر صراط مستقیم اور ایمان کی ہدایت سے محروم رکھے، یوں یہ بھولا بھالا انسان ہمیشہ کی تباہی کا شکار ہوجائے۔

بتوفیقہ تعالیٰ، یہاں کچھ ایسی اصولی باتیں ذکر کی جاتی ہیں، جن میں بنظرِ انصاف غور کرنے، اور جن پر بطلبِ صادق عمل کرنے سے ابلیس لعین کے مکر وفریب اور دجل سے حفاظت ہوگی۔

ایمان لانا سب سے زیادہ آسان عمل ہے:

اعمال دو طرح کے ہوتے ہیں، بعض وہ جن کا تعلق انسان کے اعضاء ظاہرہ سے ہے جیسے کھانا پینا، لڑنا، دوڑنا اور اسلامی احکام میں سے نماز، زکوٰۃ، حج و جہاد وغیرہ بعض اعمال وہ ہیں جن کا تعلق اعضاء ظاہرہ سے کچھ نہیں ہے، محض دماغی سوچ اور فکر سے ہے، ایمانیات وعقائد کا تعلق اسی قسم کے ساتھ ہے، جیسے یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ ہر

جگہ موجود ہے اور ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نبی اور رسول ہیں، آخرت برحق ہے، جنت و دوزخ برحق ہے وغیرہ وغیرہ۔

پہلی قسم کے اعمال میں ارادہ کے ساتھ انسان کو اعضاء ظاہرہ استعمال کر کے کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے قوت و توانائی صرف ہوتی ہے مگر دوسری قسم کا عمل (ایمان لانا) اس قدر آسان اور سہل ہے کہ اس کے انجام دینے کے لیے محض دل کا یقین کر لینا ہی کافی ہے اور ظاہر ہے کہ دل کے عقیدہ اور یقین کے لیے ظاہری اعضاء کی ذرہ برابر بھی توانائی صرف نہیں ہوتی، مثلاً اگر کوئی شخص اندھا، گونگا، بہرا ہے، ظاہری طور پر ہر عضو سے معذور ہے، مگر دماغی سوچ اور فکر اس کی صحیح سالم ہے تو اعتقادی عمل (یعنی ایمان) میں کمال درجہ حاصل کر سکتا ہے۔

کتنی بڑی محرومی اور خسارے کی بات ہے! کہ عقیدہ وایمان کے اس قدر صاف وشفاف اور آسان ہونے کے باوجود پھر بھی اشکالات وساوس کا شکار ہوں اور اس سے محرومی رہے۔

خاص طور پر وہ لوگ غور کریں جو سرے سے اللہ تعالیٰ کے وجود یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے منکر ہیں، یا امور آخرت، قیامت، جنت دوزخ وغیرہ کے بارے میں شک وشبہ کے شکار ہیں جیسے ان لوگوں نے ان کے عدم یعنی نہ ہونے کا خیال قلب ودماغ میں راسخ کیا ہوا ہے۔ اگر وہ ان کے صحیح ہونے کا اور سچا عقیدہ رکھ لیں تو نہ ہی یہ اعتقاد قائم کرنے میں ظاہری طور پر ان کو کچھ زور لگانا پڑتا ہے اور نہ ہی ان کی دنیا کا کوئی نقصان ہوتا ہے یہ تو آدمی کی اپنی مرضی پر ہے کہ چاہے ان کے ہونے کا یقین کر لے، چاہے نہ ہونے کا۔ لیکن اگر آخرت وغیرہ کے نہ ہونے کا عقیدہ رکھا یا شک وشبہ میں گرفتار رہا اور پھر آخرت برپا ہوگئی (اور یقیناً آخرت ہوگی) تو پھر سوائے ندامت وحسرت اور کف افسوس ملنے کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ کتنا دانا اور عقل مند ہے وہ شخص جو عمل میں کمزوری اور اسلام کے ظاہری احکام میں غفلت اور کوتاہی کی وجہ سے بہت بڑی خیر اور نعمتِ عظمیٰ ''ایمان'' سے دست بردار نہیں ہوتا۔

احوال آخرت کو عقل کی کسوٹی پر رکھنا:

بعض لوگ جب جنت و دوزخ کے احوال کے متعلق آیات مبارکہ اور احادیث شریفہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کے عجیب وغریب حالات کو اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھنے لگتے ہیں جب ان کی حقیقت کسی طرح عقل میں آتی ہی نہیں تو طرح طرح وساوس وشبہات کا شکار ہوکر اپنے ایمان پر ضرب کاری لگاتے ہیں، یہاں اس بات کو خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ آخرت کی چیزیں چونکہ ہماری دیکھی بھالی نہیں ہیں، اور ہم نے ان کا کبھی تجربہ اور مشاہدہ نہیں کیا ہے اس لیے وہ ہمیں اچنبھے کی سی معلوم ہوتی ہے اور ان کا سمجھنا بعض لوگوں کے لیے مشکل ہوجاتا ہے۔

لیکن یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی بچے سے جو ابھی ماں کے پیٹ ہی میں ہو اگر کسی آلہ کے ذریعے یہ کہا جائے کہ اے بچے! تو عنقریب ایسی دنیا میں آنے والا ہے، جہاں لاکھوں میل کی زمین ہے اور اس سے بھی بڑے سمندر ہیں، آسمان ہے، چاند، سورج اور لاکھوں ستارے ہیں اور وہاں ہوائی جہاز اڑتے ہیں، ریلیں دوڑتی ہیں، اور لڑائیاں ہوتی ہیں تو توپیں گرجتی ہیں اور ایٹم بم چلتے ہیں تو وہ بچہ اول تو ان باتوں کو سمجھ ہی نہ پائے گا اگر سوچ سمجھ بھی لے تو اس کے لیے ان باتوں کا یقین کرنا مشکل ہوگا، کیونکہ وہ جس دنیا میں ہے اور جس کو دیکھتا ہے اور جانتا ہے تو وہ تو بس اسی کے ماں کے پیٹ کی بالشت بھر کی دنیا ہے۔

بالکل ایسا ہی معاملہ آخرت کے بارے میں اس دنیا کے انسانوں کا ہے، واقعہ یہ ہے کہ عالم آخرت اس دنیا کے مقابلے میں اسی طرح بے حد وسیع اور بے انتہا ترقی یافتہ ہوگا، جس طرح ماں کے پیٹ کے مقابلہ میں ہماری یہ زمین اور آسمان والی دنیا بے حد وسیع اور ترقی یافتہ ہے اور جس طرح بچہ ماں کے پیٹ سے اس دنیا میں آنے کے بعد وہ سب کچھ دیکھ لیتا ہے، جس کو وہ ماں کے پیٹ کے زمانہ میں سمجھ بھی نہیں سکتا تھا، اسی طرح آخرت کے عالم میں پہنچ کر سب انسان وہ سب کچھ دیکھ لیں گے جو اللہ کے پیغمبروں نے وہاں کے متعلق بتلایا ہے۔

انسانی عقل کی بے بسی اور کمزوری:

ہماری عقلِ نارسا کی پرواز کا عالم تو یہ ہے کہ اگر ایک دوصدیاں پہلے اس سے کہا جاتا کہ ایک ایسی سواری ایجاد ہونے والی ہے مراد ہوائی جہاز ہے، جو منوں اور ٹنوں وزن اٹھائے، ہزاروں فٹ بلندی پر، بہت تیزی سے پرواز کرے گی، دنوں کا سفر گھنٹوں میں اور گھنٹوں کا سفر منٹوں میں طے کرے گی، تو یہ عقل ہرگز اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ ہوتی مگر آج کھلی آنکھوں اسی چیز کا دن رات مشاہدہ ہو رہا ہے۔

آج سے کچھ عرصہ پہلے جب کہ خوردبین ایجاد نہیں ہوئی تھی، عقل سے یہ کہا جاتا ہے کہ پانی کے ایک ایک قطرے میں سینکڑوں جرثومے ہوتے ہیں، تو عقل کبھی اس کے صحیح ہونے کا حکم نہ لگاتی مگر آج خورد بین کے ذریعے اپنی آنکھوں سے ان جرثوموں کا مشاہدہ کیا جا رہا ہے۔

آج سے تقریباً ایک صدی پہلے ہی اس عقل سے کہا جاتا کہ کچھ عرصہ کے بعد ایسا اسلحہ ایجاد ہونے والا ہے، مثلاً میزائل اور ایٹم بم وغیرہ کہ میزائیل کے ذریعے ہزاروں میل دور ہی اپنے ہدف کو نشانہ بنا کر نیست و نابود کیا جائے گا اور ایک ایٹم بم لاکھوں افراد کے لقمہ اجل بننے کے لیے کافی ہوگا، تو عقل اس بات کو ہنسی اور مذاق پر محمول کرتی مگر آج یہ افسانہ حقیقت بن کر سامنے آچکا ہے۔

جب ہماری عقل اس قدر لاچار ہے کہ ایک دوصدی بعد رونما ہونے والے واقعات کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہے تو اس عقل سے لامحدود زندگی یعنی آخرت کی زندگی، اور جنت دوزخ کے واقعات کا اندازہ لگانا کیسے ممکن ہوسکتا ہے......؟ معلوم ہوا کہ عقل کی کسوٹی پر عالم آخرت کو پرکھنا سخت ناواقفی کی بات ہے!!

علم حاصل کرنے کے ذرائع:

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے انسان کو اشیاء کا علم حاصل کرنے کے لیے ''حواس خمسہ،

یعنی آنکھ، کان، ناک، زبان اور ہاتھ عطا فرمائے ہیں، آنکھ کے ذریعے دیکھ کر کسی چیز کے خوبصورت ہونے یا بدصورت ہونے کا علم حاصل کیا جاتا ہے...... کان کے ذریعے سن کر کسی چیز کا علم حاصل ہوتا ہے، زبان کے ذریعے چکھ کر علم حاصل ہوتا ہے، ہاتھ کے ذریعے چھو کر علم حاصل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان حواس خمسہ کا دائرہ کار محدود رکھا ہے، جس کام کے لیے اس کو پیدا کیا گیا ہے بس اسی چیز کا علم حاصل ہو سکتا ہے، اس کے علاوہ کا علم حاصل کرنا ناممکن بھی ہے اور اس عضو پر ظلم بھی اگر کوئی شخص کسی عضو کی وضع کے خلاف علم حاصل کرنا چاہے تو ساری دنیا ایسے شخص کو احمق کہے گی آنکھ کے ذریعے بجائے دیکھنے کے سونگھنے یا چکھنے کا کام نہیں لیا جا سکتا، اسی طرح کان سے بجائے سماعت کے، دیکھنے، سونگھنے یا چکھنے کا کام نہیں لیا جا سکتا ہے بلکہ عین ممکن ہے ان اعضاء سے ان کا اصلی کام لینے کے بجائے دوسرا کام لینے سے وہ عضو ضائع ہو جائے اور اپنے اصلی کام سے بھی معطل ہو جائے مثلاً کوئی شخص سالن کا ذائقہ معلوم کرنے کے لیے زبان کی جگہ، کان یا آنکھ میں سالن ڈال کر ذائقہ معلوم کرنے کی کوشش کرے تو ہو سکتا ہے کہ کان اور آنکھ، سننے اور دیکھنے سے ہی عاجز آ جائے۔

جہاں پر ان حواس خمسہ کی کارکردگی کی انتہاء ہوتی ہے وہاں پر علم حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ''عقل'' بطور آلہ علم کے عطا فرمائی ہے مثلاً کسی چیز کی اچھائی یا برائی، فوائد و مضرات معلوم کرنے کے لیے محض ظاہری اعضاء کارآمد نہیں بلکہ یہاں عقل کے ذریعہ مقصود حاصل ہوتا ہے لیکن یہ بات یاد رہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ''حواس خمسہ'' کا دائرہ کار محدود رکھا ہے، اسی طرح ''عقل'' کا دائرہ کار بھی محدود ہے بہت سی اشیاء ایسی بھی ہیں جن کا علم حاصل کرنے سے عقل بھی قاصر ہے، یہاں پر علم حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے تیسرا ذریعہ ''وحی الٰہی'' کو بنایا، جہاں عقل کی انتہاء ہوتی ہے وہاں سے ''وحی الٰہی'' کی ابتدا ہوتی ہے جو تحصیل علم کا ایک لامتناہی ذریعہ ہے مثلاً امور آخرت کے متعلق علم حاصل کرنا، برزخ، قیامت، جنت و دوزخ وغیرہ کی حقیقت معلوم کرنا وغیرہ وغیرہ ان امور کے ادراک سے نہ صرف حواس خمسہ عاجز ہیں

بلکہ عقل سے بھی ان کا اندازہ ممکن نہیں ہے ان کا علم خالص ''وحی الٰہی'' پر موقوف ہے جیسے اس میدان میں حواس خمسہ کو استعمال کرنا بے سود ہے، اسی طرح اس میدان میں عقلی گھوڑے دوڑانا بھی سخت جہالت ہے۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ جو اپنی صدی کے بلند پایہ محقق، بے مثال مدقق ہیں، جن کی مجددانہ تعلیمات، زیور اعتدال سے آراستہ، تمام شعبہ ہائے زندگی کو محیط ہیں، اس مقام کی توضیح اپنے وعظ میں اس طرح فرماتے ہیں:

''حضرت! یہ عقل جب بڑھتی ہے تو اتنا پریشان کرتی ہے کہ زندگی تباہ کردیتی ہے اور یہی وجہ ہے بہت سے عقلاء کے تباہ ہونے کی، کہ انہوں نے عقل سے وہ کام لیا جو اس کی حد سے آگے تھا، اور ہر چیز کا اپنی حد سے نکل جانا مضر ہے، میں تو عقل کے متعلق ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ یہ ایسی ہے جیسے گھوڑا پہاڑ پر چڑھنے والے کے لیے، اب تین قسم کے لوگ ہیں، ایک تو وہ جو گھوڑے پر سوار ہو کر پہاڑ تک پہنچے اور پھر پہاڑ پر بھی اس پر سوار ہو کر چڑھنے لگے، یہ غلطی پر ہیں، ضرور کسی سیدھی چڑھائی پر سوار اور گھوڑا دونوں گریں گے اور ایک وہ ہیں جو یہ سمجھ کر کہ گھوڑا پہاڑ پر تو کام دیتا ہی نہیں تو اس سے صاف سڑک پر بھی کام لینے کی کیا ضرورت ہے، وہ گھر ہی سے پیدل چل پڑے، نتیجہ یہ ہوا کہ پہاڑ تک پہنچ کر تھک گئے، یہ بھی نہ چڑھ سکے، تو ان دونوں کی رائے غلط تھی، پہلی جماعت نے گھوڑے کو ایسا باکار سمجھا کہ اخیر تک اسی سے راستہ طے کرنا چاہا اور دوسرے نے ایسا بے کار سمجھا کہ پہاڑ تک بھی اس سے کام نہ لیا۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ گھوڑا

پہاڑ تک تو کار آمد ہے اور پہاڑ پر چڑھنے کے لیے بیکار، اس کے لیے کسی اور سواری کی ضرورت ہے۔ یہی حال عقل کا ہے کہ عقل سے بالکل کام نہ لینا بھی حماقت ہے اور اخیر تک کام لینا بھی غلطی ہے، بس عقل سے اتنا کام تو لو کہ توحید و رسالت کو سمجھو اور کلام اللہ کا کلام اللہ ہونا معلوم کرلو، اس سے آگے فروع میں (برزخ جنت دوزخ) عقل سے کام نہ لینا چاہئیے بلکہ اب خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے آگے گردن جھکا دینی چاہئیے، چاہے ان کی حکمت عقل میں آئے یا نہ آئے۔ دیکھئے! قانون سلطنت کے منوانے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ پہلے یہ سمجھا دیا جائے کہ جارج پنجم (حکمران کا نام) بادشاہ ہیں، اس کے بعد تمام احکام کے متعلق کہہ دیا جائے کہ یہ بادشاہ کے احکام ہیں، اس لیے ماننا پڑیں گے، تو یہ صورت آسان ہے اور تمام عقلاء ایسا ہی کرتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص جارج پنجم کو بادشاہ مان کر پھر بھی ہر قانون میں الجھنے لگے کہ میں اس دفعہ کو نہیں مانتا تو بتلائیے! اس شخص کا کیا حال ہوگا ظاہر ہے کہ ہر جگہ ذلیل ہوگا، اور عقلاء کہیں گے کہ جب بادشاہ ہونا مسلّم اور اس قانون کا قانون سلطنت ہونا معلوم تو پھر انکار کی کیا وجہ......؟ ضرور ماننا پڑے گا چاہے سمجھ میں آئے یا نہ آئے، معلوم ہوا کہ صاحب سلطنت کو پہچاننے کے لیے تو عقل سے کام لینے کی اجازت ہے، اس کے بعد عقل سے کام لینے کی اجازت نہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ دین کے معاملہ میں اخیر تک عقل سے کام لینا چاہتے ہیں یہ تو سخت

غلطی ہے جس سے بجز ذلت کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا جب خدا کا خدا ہونا مسلّم ، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول ہونا مسلّم ، کلام اللہ کا کلام اللہ ہونا معلوم پھر ہر حکم میں الجھنے کا آپ کو کیا حق ہے؟ اور ہر شخص آپ کو بے وقوف بنائے گا، اور تمام عقلاء کی نظروں میں آپ ذلیل ہوں گے ۔ سچ یہ ہے کہ ؎

عزیزی کہ از درگہش سر بتافت
بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

''وہ (اللہ) ایسے غالب اور قادر ہیں کہ جس نے ان کی درگاہ سے سر پھیرا، جس دروازہ پر گیا کچھ عزت نہ پائی بلکہ ذلیل ہوا۔''

غرض! عقل سے اس وقت تک کام لو جب تک وہ کام دے سکے اور جہاں اس کا کام نہیں وہاں اس کو چھوڑ دو اور حکم کا اتباع کرو، تو عقل کی بھی ایک حد ہوئی اور کیوں نہ ہو وہ بھی تو ایک قوت ہے، جیسے آنکھ کی ایک قوت ہے اور اس کی ایک حد ہے، اس سے آگے دور بین لگانے کی ضرورت ہے۔ ایسے ہی شریعت کے معاملہ میں اصول تک تو عقل کام دیتی ہے اور فروع میں یہ تنہا بیکار ہے، دور بینِ وحی سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ ایسے ہی کان کی ایک قوت ہے جس کے لیے ایک حد ہے کہ اس سے آگے ٹیلی فون سے مدد لینے کی ضرورت ہے۔ پیروں کی ایک قوت ہے جس سے آگے سواری سے مدد لینے کی ضرورت ہے تو جب ہر قوت محدود ہے تو عقل کیسے محدود نہ ہوگی؟ ضرور ہوگی اس سے آگے وحی

سے کام لو ورنہ یادرکھو کہ عمر بھر راستہ نہ ملے گا، (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول عقائد اور اعمال) کیونکہ سمعیات میں عقل کا کام نہیں وہاں تو اتباع رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ضرورت ہے اور

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

''پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ کے خلاف جس نے اور راستہ اختیار کیا وہ ہرگز منزل مقصود تک نہ پہنچے گا۔''

صاحبو! دنیا میں بھی تو آپ بہت جگہ عقل کو چھوڑ کر کسی نہ کسی کا اتباع کرتے ہیں دیکھئے! جب آپ بیمار ہوتے ہیں تو عقل سے اتنا کام تو لیتے ہیں کہ اطباء موجودین میں سی کون زیادہ حاذق و تجربہ کار ہے اور جب ایک طبیب (اور ڈاکٹر) کا حاذق ہونا معلوم ہوگیا تو پھر آپ اس کے پاس جاتے ہیں اور وہ نبض دیکھ کر نسخہ تجویز کرتا ہے، پھر آپ اس سے یہ نہیں پوچھتے کہ اس نسخہ میں فلاں دوائی کیوں لکھی اور فلاں کیوں نہیں لکھی اور اس دوا کا وزن چار ماشہ کیوں لکھا؟ چھ ماشہ کیوں نہ لکھا؟ ہم نے کسی کو طبیب سے ان باتوں میں الجھتا ہوا نہیں دیکھا اور اگر کوئی اس سے الجھنے لگے تو سب عقلاء اس کو بے وقوف بناتے ہیں اور طبیب بھی صاف کہہ دیتا ہے کہ اگر تم میرے پاس مجھ کو طبیب سمجھ کر آئے ہو تو جو نسخہ میں تجویز کردوں اس میں تم کو چون و چراں کا کوئی حق نہیں، اور اگر چون چراں کرتے ہو تو اس کے معنی ہیں کہ تم مجھ کو طبیب نہیں سمجھتے، پھر میرے پاس کیوں آئے تھے اور

اس کے اس جواب کو تمام عقلاء صحیح کہتے ہیں پھر حیرت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تسلیم کرنے اور کلام اللہ کو کلام اللہ مان لینے کے بعد عقل کو انکے تابع نہ کیا جاوے اور بات بات میں الجھا جاوے کہ یہ تو خلاف عقل ہے، ہم اسے کیونکر مان لیں صاحبو! جب دنیا کے کام بدون اس کے نہیں چل سکتے کہ عقل کو ایک حد پر چھوڑ دیا جائے اور بلا چون و چراں دوسرے کا اتباع کیا جائے تو آخرت کا کام بدون اس کے کیونکر چل سکتا ہے کیونکہ دنیا کی چیزیں تو دیکھی ہوئی ہیں، ان میں کسی قدر عقل چل سکتی ہے، پھر بھی اس کو چھوڑ کر کاملین و ماہرین کی تقلید کی جاتی ہے اور آخرت سے تو ہم سب اندھے ہیں، وہاں بدوں تقلیدِ وحی کے کیسے کام چلے گا!!"

(وعظ تفصیل الدین: ص ۴۸ تا ۵۱)

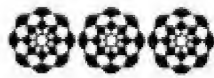
دوسری فصل:

موت کے وقت اللہ تعالیٰ کا مؤمن اور کافر کے ساتھ معاملہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب بندہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اعزہ واحباب واپس آجاتے ہیں تو وہ مردہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے اور اس کے پاس (قبر) میں دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ تم اس شخص (حضرت) ''محمد'' (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اس کے جواب میں بندہ مومن کہتا ہے کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بلاشبہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پھر اس بندہ سے کہا جاتا ہے کہ تم اپنا ٹھکانہ دوزخ میں دیکھو جس کو خدا نے بدل دیا ہے اور اس کے بدلے میں تمہیں جنت میں جگہ دی گئی ہے۔ چنانچہ وہ مردہ دونوں مقامات کو دیکھتا ہے اور جو مردہ منافق یا کافر ہوتا ہے اس سے (بھی یہی) سوال کیا جاتا ہے کہ اس شخص یعنی (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں تو کیا کہتا ہے وہ اس کے جواب میں کہتا ہے کہ میں (کچھ) نہیں جانتا، جو

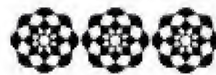
اور لوگ کہتے تھے میں بھی وہی کہتا تھا۔اس شخص سے کہا جائے گا کہ تو نے نہ تو خود عقل سے پہچانا اور نہ تو نے ''قرآن شریف'' پڑھا (یہ کہہ کر) اسکو لوہے کے گُرزوں سے اس طرح مارا جاتا ہے کہ اس کے چیخنے اور اس کے چلانے کی آواز سوائے جنوں اور انسانوں کے قریب کی تمام چیزیں سنتی ہیں۔''(۱)



حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب مردہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاس کالی کیری آنکھوں والے دو فرشتے آتے ہیں جن میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں، وہ دونوں (اس مردہ سے) پوچھتے ہیں کہ تو اس شخص یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیا کہتا تھا؟ (اگر وہ شخص مؤمن ہوتا ہے) تو وہ کہتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے ہیں اور اس کے بھیجے ہوئے رسول ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں (یہ سن کر) وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں ''ہم جانتے تھے کہ تو یقیناً یہی کہے گا اس کے بعد اس کی قبر لمبائی اور چوڑائی میں ستر ستر گز کشادہ کر دی جاتی ہے پھر اُس میں اُس کے لیے نور بھر دیا جاتا ہے۔اور اس مردہ سے کہا جاتا ہے کہ ''سو جاؤ'' مردہ کہتا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے اہل وعیال میں واپس چلا جاؤں تا کہ ان کو اپنے اس حال سے باخبر کردوں فرشتے اس سے کہتے ہیں تو اس دولہا

کی طرح سو جا جس کو صرف وہی شخص جگا سکتا ہے جو اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہو (یعنی ہر کسی کا جگانا اچھا نہیں لگتا، کیونکہ اس سے وحشت ہوتی ہے البتہ جب محبوب جگاتا ہے تو اچھا لگتا ہے) یہاں تک کہ خدا تعالیٰ اس کو اس جگہ سے اٹھائے۔ اور اگر وہ (مردہ) منافق ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو جو کچھ کہتے سنا تھا وہی میں کہتا تھا لیکن میں (اس کی حقیقت کو) نہیں جانتا۔ منافق کا یہ جواب سن کر فرشتے کہتے ہیں کہ ہم جانتے تھے کہ تو یقیناً یہی کہے گا۔ اس کے بعد زمین کو مل جانے کا حکم دیا جاتا ہے چنانچہ زمین اس مردہ کو اس طرح دباتی ہے کہ اس کی دائیں پسلیاں بائیں اور بائیں پسلیاں دائیں نکل آتی ہیں اور اسی طرح ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس جگہ سے اٹھائے۔'' (۲)



حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (قبر میں) اس (یعنی) مردے کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا کر اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے ''میرا رب اللہ ہے'' پھر فرشتے پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب میں کہتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے۔ پھر فرشتے اس سے سوال کرتے ہیں ''جو شخص خدا کی طرف سے تمہارے پاس بھیجا گیا تھا وہ کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ ''وہ خدا

کا رسول ہے''۔ پھر فرشتے اس سے پوچھتے ہیں کہ یہ تجھے کس نے بتایا؟ وہ کہتا ہے''میں نے خدا کی کتاب پڑھی اور اس پر ایمان لایا اور اس کو سچ جانا (یعنی جو کلام اللہ پر ایمان لائے گا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلے ایمان لائے گا)۔''

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا) یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا:

وَيُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ، الآية

''یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ثابت قدم رکھتا ہے جو ثابت بات پر ایمان لائے (اخیر آیت تک)۔''

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ آسمان سے پکارنے والا (یعنی اللہ تعالیٰ یا اس کے حکم سے فرشتہ) پکار کر کہتا ہے: میرے بندے نے سچ کہا لہٰذا اس کے لیے جنت کا فرش بچھاؤ اور اس کو جنت کی پوشاک پہناؤ، اور اس کے واسطے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو، چنانچہ جنت کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ (اس جنت کے دروازے سے) اس کے پاس جنت کی ہوائیں اور خوشبو آتی ہیں اور حد نظر تک اس قبر کو کشادہ کر دیا جاتا ہے۔''

اب رہا کافر! تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی موت کا ذکر کیا اور اس کے بعد فرمایا کہ''پھر اس کی روح اس کے جسم میں ڈالی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اس کو بٹھا کر پوچھتے ہیں:''تیرا رب کون ہے؟ وہ (مارے دہشت کے) کہتا ہے:''ہاہ! ہاہ! میں نہیں جانتا۔'' پھر وہ پوچھتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے:''ہاہ! ہاہ! میں نہیں جانتا۔'' پھر وہ پوچھتے ہیں: یہ شخص کون ہے جو (خدا کی جانب سے) تم میں بھیجا گیا۔ وہ کہتا ہے:''ہاہ! ہاہ! میں نہیں جانتا۔'' پھر آسمان سے ایک پکارنے والا پکار کر کہے گا:''یہ جھوٹا ہے اس کے لیے آگ کا فرش بچھاؤ! آگ کا لباس

اسکو پہناؤ اور اس کے واسطے ایک دروازہ دوزخ کی طرف کھول دو!! آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دوزخ سے اس کے پاس گرم ہوائیں اور لوئیں آتی ہیں اور فرمایا ''اس کی قبر اس کے لیے تنگ کردی جاتی ہے یہاں تک کہ اِدھر کی پسلیاں اُدھر اور اُدھر کی پسلیاں اِدھر نکل آتی ہیں پھر اس پر ایک اندھا اور بہرا فرشتہ مقرر کردیا جاتا ہے جس کے پاس لوہے کا ایک ایسا گرز ہوتا ہے کہ اگر اس کو پہاڑ پر مارا جائے تو وہ پہاڑ مٹی ہوجائے اور وہ فرشتہ اس کو اس گرز سے اس طرح مارتا ہے کہ اس (کے چیخنے چلانے) کی آواز مشرق سے مغرب تک تمام مخلوقات سنتی ہیں مگر جن وانس نہیں سنتے، اس کے مارنے سے وہ مردہ مٹی ہوجاتا ہے اس کے بعد پھر اس کے اندر روح ڈالی جاتی ہے۔(۳)



حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

کافر کے اوپر اس کی قبر میں ننانوے اژدہے مسلط کیے جاتے ہیں جو اس کو قیامت تک کاٹتے اور ڈستے رہتے ہیں (اور وہ اژدہے ایسے ہیں) کہ اگر ان میں سے کوئی اژدہا بھی زمین پر پھنکار مار دے تو زمین سبزہ اگانے سے محروم ہوجائے۔ دارمی رحمتہ اللہ علیہ اور ترمذی رحمتہ اللہ علیہ سے اسی قسم کی روایت منقول ہے لیکن اس میں بجائے ننانوے کے ستر کا عدد ہے۔''(۴)



حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی

ملاقات کو پسند کرتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند نہیں کرتے۔ (یہ سن کر) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یا آپ کی ازواج مطہرات میں سے کسی اور نے عرض کیا کہ ''ہم تو موت کو ناپسند کرتے ہیں!! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ (مراد) نہیں ہے بلکہ (مراد یہ ہے کہ) جب مومن کی موت آتی ہے تو اس بات کی خوشخبری دی جاتی ہے کہ خدا اس سے راضی ہے اور اسے بزرگ رکھتا ہے، چنانچہ وہ اس چیز سے جو آگے آنے والی ہے (یعنی اللہ کے ہاں اپنے مرتبہ وفضیلت سے) زیادہ کسی چیز (دنیا کی چمک دمک) کو محبوب نہیں رکھتا، اس لیے بندہ مومن اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔ اور جب کافر کو موت آتی ہے تو اسے (قبر میں) خدا کے عذاب اور (دوزخ کی سخت ترین) سزا کی خبر دی جاتی ہے، چنانچہ وہ اس چیز سے جو اس کے آگے آنے والی ہے (یعنی عذاب وغیرہ) سے زیادہ اور کسی چیز کو ناپسند نہیں کرتا، اسی لیے وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے (یعنی اسے اپنی رحمت اور مزید نعمت سے دور رکھتا ہے)۔'' (۵)

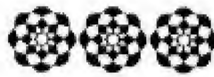
اور ایک حدیث شریف میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''مؤمن کا تحفہ موت ہے۔'' (۶)



حضرت عبدالرحمٰن اپنے والد (حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''(عالم برزخ میں) مومن کی روح، پرندہ کے قالِب میں جنت کے درختوں سے میوے کھاتی رہتی ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس دن کہ جب اسے اٹھائے گا (یعنی قیامت کے دن) اسے اس کے بدن میں واپس بھیج دے گا۔'' (۷)



اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب مؤمن کی موت کا وقت آتا ہے تو رحمت کے فرشتے سفید ریشمی کپڑا لے کر آتے ہیں اور (روح سے) کہتے ہیں کہ ''تو (جسد سے) نکل اس حال میں کہ تو اللہ تعالیٰ سے راضی ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے خوش ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و مہربانی، بہترین رزق اور پروردگار کی طرف کہ جو تجھ پر غضبناک نہیں ہے چل! چنانچہ روح مشک کی بہترین خوشبو کی طرح (جسم سے) نکلتی ہے اور فرشتے اس کو (ازراہ تعظیم و تکریم) ہاتھوں ہاتھ لے چلتے ہیں یہاں تک کہ اسے لیکر آسمان کے دروازوں تک آتے ہیں، وہاں فرشتے (آپس میں) کہتے ہیں کہ ''کیا خوب ہے یہ خوشبو جو تمہارے پاس زمین سے آرہی ہے'' پھر اسے ارواح مومنین کے پاس لاتے ہیں، چنانچہ وہ روحیں اس روح کے آنے سے اسی طرح خوش ہوتی ہیں جس طرح تم میں سے کوئی شخص اس وقت خوش ہوتا ہے جب کہ اس کے پاس اس کا غائب آتا

ہے (یعنی تم میں سے کوئی شخص جب سفر سے واپس آ تا ہے تو جس طرح اس کے اہل وعیال اس کی واپسی پر خوش ہوتے ہیں اسی طرح آسمان میں مومنین کی روحیں اس وقت بہت زیادہ خوش ہوتی ہیں جب کہ کسی مومن کی روح زمین سے ان کے پاس آتی ہے) پھر تمام روحیں اس روح سے پوچھتی ہیں کہ ''فلاں کیا کرتا ہے اور فلاں کیا کرتا ہے؟ (یعنی روحیں ان لوگوں کے بارے میں کہ جنہیں وہ دنیا میں چھوڑ کر آئی تھیں ایک ایک کر کے پوچھتی ہیں کہ فلاں فلاں شخص کا کیا حال ہے) مگر پھر روحیں آپس میں کہتی ہیں کہ: ''اس روح کو چھوڑ دو (ابھی کچھ نہ پوچھو کیونکہ) یہ دنیا کے غم وآلام میں تھی (جب اسے ذرا سکون مل جائے تو پوچھنا) چنانچہ روح (جب سکون پالیتی ہے تو خود کہتی ہے) کہ فلاں شخص (جو بدکار تھا اور جس کے بارے میں تم پوچھ رہے ہو) مر گیا، کیا وہ تمہارے پاس نہیں آیا؟ چنانچہ وہ روحیں اسے بتاتی ہیں کہ اسے تو اس کی ماں کی طرف کہ وہ دوزخ کی آگ میں ہے لے گئے'' اور جب کافر کی موت کا وقت آتا ہے تو عذاب کے فرشتے اس کے پاس ٹاٹ کا فرش لیکر آتے ہیں اور اس کی روح سے کہتے ہیں کہ (اے روح کافر!) اللہ عزوجل کے عذاب کی طرف نکل اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے ناراض ہے اور تجھ پر ناراضگی کی مار ہے، چنانچہ روح (کافر کے جسم سے) مردار کی بدبو کی طرح نکلتی ہے پھر فرشتے اسے آسمان کے دروازوں کی طرف لاتے ہیں وہاں فرشتے کہتے ہیں کہ ''کتنی بری ہے یہ بدبو؟ پھر اس کے بعد

اسے کافروں کی ارواح کے پاس لے جایا جاتا ہے"(۸)



اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب مومن کی روح (اس کے جسم) سے نکلتی ہے تو اسے دو فرشتے لیکر آسمان کی طرف چلتے ہیں۔"

حماد (جو اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ:

"اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس روح کی خوشبو کا اور مشک کا ذکر کیا (یعنی کہ اس روح سے مشک کی خوشبو آتی ہے) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جب فرشتے مؤمن کی روح کو لیکر آسمان پر پہنچتے ہیں) تو اہل آسمان کہتے ہیں کہ پاک روح زمین سے آئی ہے، پھر وہ روح کو مخاطب کرتے ہوئے یوں کہتے ہیں" اللہ تعالیٰ تجھ پر اور تیرے بدن پر کہ جس کو تو آباد رکھتی تھی اپنی رحمت فرمائے، پھر فرشتے اس کو پروردگار کے پاس لے جاتے ہیں اور پروردگار یہ حکم فرماتا ہے کہ" اسے لے جاؤ اور قیامت کے دن تک کے لیے مہلت دیدو" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ جب کافر کی روح اس کے جسم سے باہر آتی ہے! حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے) اس کی بد بو کا اور لعنت کا ذکر کیا پھر (آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ جب کافر کی روح آسمان پر
پہنچتی ہے تو اہل آسمان کہتے ہیں کہ ایک ناپاک روح زمین
سے آئی ہے پھر (اس ناپاک روح کے بارے میں) یہ
فیصلہ سنایا جاتا ہے کہ ''اسے لے جاؤ'' اور قیامت تک کے
لیے مہلت دیدو۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر کا کونا (کہ جو آپ کے جسم مبارک پر تھی) اپنی ناک پر اس طرح رکھا۔''



اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''جو شخص قریب المرگ ہوتا ہے تو اس کے پاس فرشتے آتے ہیں اور اگر وہ نیک وصالح ہوتا ہے تو (اس کی روح سے رحمت کے) فرشتے کہتے ہیں کہ:

''اے پاک جان جو پاک بدن میں تھی! اس حال میں (جسم
سے) نکل کہ (خدا اور مخلوق کے نزدیک) تیری تعریف کی گئی
ہے اور تجھے خوشخبری ہو (دائمی) راحت وسکون کی، جنت کے
پاک رزق کی اور خدا (سے ملاقات) کی جو (تجھ پر)
غضبناک نہیں ہے۔''

(قریب المرگ کے سامنے) فرشتے برابر یہی بات کہتے ہیں یہاں تک کہ روح (خوش خوش) باہر نکل آتی ہے اور پھر فرشتے اسے آسمان کی طرف لے جاتے ہیں، آسمان (کا دروازہ) اس کے لیے کھول دیا جاتا ہے (آسمان کے دربان) پوچھتے ہیں کہ یہ کون شخص ہے؟ (اسے لے جانے والے فرشتے) کہتے ہیں کہ:

''یہ فلاں شخص (کی روح) ہے''۔ پس کہا جاتا ہے کہ آفرین ہوا ے جان پاک جو پاک بدن میں تھی اور (اے پاک جان آسمان میں) داخل ہو، اس حال میں کہ تیری تعریف کی گئی ہے اور خوشخبری ہو تجھے راحت کی، پاک رزق کی اور پروردگار سے ملاقات کی جو غضب ناک نہیں ہے، اس روح سے برابر یہی بات کہی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ اس آسمان پر پہنچ جاتی ہے، جہاں اللہ رب العزت موجود ہیں۔''

اور اگر وہ برا (یعنی کافر) ہوتا ہے تو ملک الموت کہتے ہیں کہ:

''اے خبیث جان جو ناپاک بدن میں تھی اس حال میں، نکل کہ تیری برائی کی گئی ہے اور یہ بری خبر سن لے کہ گرم پانی، پیپ اور ان کے علاوہ دوسری طرح کے عذاب تیرے منتظر ہیں اس بدبخت قریب المرگ کے سامنے بار بار یہی کہا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی روح باہر نکل آتی ہے، پھر اسے آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے، جب اس کے لیے آسمان کے دروازے کھلوائے جاتے ہیں تو دربانوں کی طرف سے پوچھا جاتا ہے کہ ''یہ کون شخص ہے؟''

جواب دیا جاتا ہے کہ فلاں شخص، پس کہا جاتا ہے کہ:

''بدبختی ہو اس خبیث جان پر جو پلید جسم میں تھی اور (اے خبیث جان) واپس چلی جا اس حال میں کہ تیری برائی کی گئی ہے اور تیرے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے'' چنانچہ اسے آسمان سے پھینک دیا جاتا ہے اور وہ قبر کی طرف آجاتی ہے۔''

اور حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ ہم) نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک انصاری شخص کے جنازہ کے ساتھ چلے، ہم قبر پر پہنچے (قبر تیار نہ ہونے کی وجہ سے) ابھی جنازہ سپردخاک نہیں ہوا تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ تشریف فرما ہو گئے، ہم بھی آپ کے اردگرد (اس طرح خاموش) بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین کرید رہے تھے (جس طرح کہ کوئی شخص انتہائی تفکر واستغراق کے عالم میں ہوتا ہے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور فرمایا کہ:

''عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دو یا تین بار فرمایا اور پھر فرمایا:

''جب بندۂ مومن انتقال کے وقت دنیا سے اپنا تعلق ختم کرنے کو ہوتا ہے اور آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے نہایت روشن چہرے والے فرشتے اترتے ہیں (جن کے چہرہ کی چمک دمک ایسی ہوتی ہے) گویا کہ ان کے چہرے آفتاب ہیں، ان کے ہمراہ جنت کا (یعنی ریشمی کپڑے کا) کفن اور جنت کی خوشبو (یعنی مشک و عنبر وغیرہ کی خوشبو) ہوتی ہے اور وہ (بسبب کمال ادب اور روح نکلنے کے انتظار میں) اس کے سامنے اتنی دور کہ جہاں تک کہ اس کی نگاہ پہنچ سکے، بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت علیہ السلام آتے ہیں اور اس کے سر کے قریب بیٹھ کر کہتے ہیں کہ ''اے پاک جان! اللہ بزرگ و برتر کی طرف سے مغفرت و بخشش اور اس کی خوشنودی کی طرف پہنچنے کے لیے (جسم سے) نکل!''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

''(یہ سن کر) بندۂ مومن کی جان (اس کے جسم سے) اس طرح (یعنی آسانی اور سہولت سے) نکل آتی ہے جس طرح کہ مشک سے پانی کا قطرہ بہ نکلتا ہے چنانچہ ملک الموت اس کو لے لیتے ہیں، جب ملک الموت اسے لیتے ہیں تو دوسرے فرشتے اس جان کو ملک الموت کے ہاتھ میں پلک جھپکنے کے بقدر بھی نہیں چھوڑتے یعنی غایت اشتیاق کی بناء پر فوراً اس جان کو ملک الموت کے ہاتھوں سے (اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں اور اس کو اس کفن میں اور اس خوشبو میں (کہ جسے وہ اپنے ہاتھ میں لائے تھے) رکھ لیتے ہیں، اور اس جان سے بہترین وہ خوشبو نکلتی ہے جو روئے زمین پر (زمین کے پیدا ہونے سے لیکر اس کی فنا تک) پائی جانے والی مشک کی بہترین خوشبوؤں کی مانند ہوتی ہے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

''(پھر وہ فرشتے اس جان کو لیکر آسمان کی طرف چلتے ہیں، چنانچہ) جب وہ فرشتے (اس جان کو لیکر زمین و آسمان کے درمیان موجود) فرشتوں کی کسی بھی جماعت کے قریب سے گزرتے ہیں تو وہ جماعت پوچھتی ہے کہ: ''یہ پاک روح کون ہے۔'' وہ فرشتے جو اس روح کو لے جارہے ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ: ''یہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا (یعنی اس کی روح) ہے۔'' اور وہ فرشتے اس کو بہترین نام و لقب (اور اس کے اوصاف) بتاتے ہیں جن کے ذریعہ اہل دنیا اس کا ذکر کرتے ہیں (اسی طرح سوال و جواب ہوتا رہتا ہے) یہاں تک کہ وہ فرشتے اس کو لیکر آسمان دنیا (یعنی پہلے

آسمان) تک پہنچتے ہیں اور آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں جو ان کے لیے کھول دیا جاتا ہے (اسی طرح ہر آسمان کا دروازہ اس کے لیے کھولا جاتا ہے) اور ہر آسمان کے مقرب فرشتے دوسرے آسمان تک اس کے ساتھ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اسے ساتوں آسمانوں تک (اسی اعزاز و اکرام کے ساتھ) پہنچادیا جاتا ہے۔'' پس اللہ عزوجل (فرشتوں سے فرماتا ہے کہ ''اس بندہ کا نامہ اعمال **عِلِّیِّیْن** میں رکھو اور اس جان کو زمین کی طرف (یعنی اس کے بدن میں جو زمین میں مدفون ہے) واپس لے جاؤ (تاکہ یہ اپنے بدن میں پہنچ کر قبر کے سوال و جواب کے لیے تیار رہے) کیونکہ بیشک میں نے زمین ہی سے جسموں کو پیدا کیا ہے اور زمین ہی میں ان کو واپس بھیجتا ہوں اور پھر زمین ہی سے ان کو دوبارہ نکالوں گا۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس کے بعد وہ جان اپنے جسم میں پہنچادی جاتی ہے، پھر اس کے پاس دو فرشتے (یعنی منکر ونکیر) آتے ہیں جو اسے بٹھلاتے ہیں اور پھر سوال کرتے ہیں کہ: ''تیرا رب کون ہے؟'' بندۂ مومن جواب دیتا ہے: ''میرا رب اللہ ہے۔'' پھر وہ پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ: ''میرا دین اسلام ہے۔'' پھر وہ پوچھتے ہیں کہ یہ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں جو تمہارے (درمیان بھیجے گئے تھے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ: ''اللہ کے رسول ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم۔'' وہ پوچھتے ہیں کہ: ''تم نے کیسے جانا کہ یہ اللہ کے

رسول ہیں۔'' وہ جواب میں کہتا ہے کہ: ''میں نے خدا کی کتاب کو پڑھا، اس پر ایمان لایا اور دل سے اسے سچ جانا۔'' پھر ایک پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے (یعنی خدا کی طرف سے اعلان ہوتا ہے) کہ: ''میرا بندہ سچا ہے اس کے لیے جنت کا بستر بچھاؤ، اسے جنت کا لباس پہناؤ اور اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھول دو۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''چنانچہ اس کی طرف جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے جس سے اسے جنت کی ہوا اور خوشبو آتی رہتی ہے! پھر اس کی قبر کو حد نظر تک کشادہ کر دیا جاتا ہے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اس کے بعد اس کے پاس ایک خوبصورت شخص اچھے کپڑے پہنے اور خوشبو لگائے آتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ ''خوشخبری ہو تجھے اس چیز کی جو تجھے خوش کرنے والی ہے یعنی تیرے لیے وہ نعمتیں تیار ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا، آج وہ دن ہے جس کا (دنیا میں) تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا'' بندہ مومن اس سے پوچھتا ہے کہ ''تم کون ہو؟ تمہارا چہرہ حسن و جمال میں کامل ہے، اور تم بھلائی کو لائے ہو اور اس کی خوشخبری سناتے ہو، وہ شخص جواب دیتا ہے کہ ''میں تیرا نیک عمل ہوں بندۂ مومن (یہ سن کر) کہتا ہے ''اے میرے پروردگار! قیامت قائم کر دے! اے میرے پروردگار قیامت قائم کر دے تاکہ میں اپنے اہل و عیال اور مال کی طرف جاؤں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اور جب بندۂ کافر دنیا سے اپنا تعلق ختم کرنے اور آخرت کی طرف جانے کو ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے (عذاب کے) کالے چہرے والے فرشتے آتے ہیں، ان کے ساتھ ٹاٹ ہوتا ہے اور وہ اتنی دور کہ جہاں تک نگاہ پہنچ سکے بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آتا ہے اور اس کے سر کے قریب بیٹھ کر کہتا ہے کہ ''اے خبیث جان! خدا کی طرف سے عذاب کے لیے جسم سے باہر نکل!'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کافر کی روح یہ سن کر) اس کے جسم میں پھیل جاتی ہے (یعنی روح کافر جب عذاب خداوندی کے آثار دیکھتی ہے تو اس کے خوف سے اپنے جسم سے نکلنے کے لیے تیار نہیں ہوتی بلکہ پورے جسم میں چھپی چھپی پھرتی ہے بخلاف مومن کی روح کے کہ وہ انوار الٰہی اور پروردگار کے کرم کے آثار دیکھ کر جسم سے خوشی خوشی نکل آتی ہے) چنانچہ ملک الموت اس روح کو سختی اور زور سے باہر نکالتا ہے جیسا کہ تر صوف سے آنکڑا کھینچا جاتا ہے (یعنی جس طرح تر صوف سے آنکڑا سختی سے کھینچنے کی وجہ سے صوف کے کچھ اجزاء اس آنکڑا سے لگے ہوئے باہر آجاتے ہیں اسی طرح جب کافر کی روح سختی اور قوت کے ساتھ رگوں سے کھینچی جاتی ہے تو یہ حال ہوتا ہے کہ جیسے کہ روح کے ساتھ رگوں کے کچھ اجزاء لگے ہوئے باہر آگئے ہیں) جب ملک الموت اس روح کو پکڑ لیتا ہے تو دوسرے فرشتے اس روح کو ملک الموت کے ہاتھ پلک جھپکنے کے بقدر بھی نہیں چھوڑتے بلکہ اسے

لے کر ٹاٹ میں لپیٹ دیتے ہیں اس روح میں سے ایسے (سڑے ہوئے) مردار کی بدبو نکلتی ہے جو روئے زمین پر پایا جائے۔ وہ فرشتے اس روح کو لیکر آسمان کی طرف چلتے ہیں چنانچہ جب وہ فرشتوں کی کسی جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ جماعت پوچھتی ہے کہ "یہ کون ناپاک روح ہے؟ وہ فرشتے جو اسے لے جارہے ہوتے ہیں جواب دیتے ہیں کہ "یہ فلاں شخص کا بیٹا ہے اور اس کے برے نام و برے اوصاف کے ساتھ اس کا ذکر کرتے ہیں کہ جن نام و اوصاف سے وہ دنیا میں پکارا جاتا تھا، یہاں تک کہ جب اسے آسمان دنیا تک پہنچا دیا جاتا ہے اور اس کے لیے آسمان کا دروازہ کھولنے کے لیے کہا جاتا ہے تو اس کے واسطے آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جاتا۔"

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔

"لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ"

"ان (کافروں) کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اس روح کا اعمال نامہ "سجین" میں لکھ دو جو سب سے نیچے کی زمین ہے۔"

چنانچہ کافر کی روح (نیچے) پھینک دی جاتی ہے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (استدلال کے طور پر) یہ آیت تلاوت فرمائی:

"وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْتَهْوِیْ بِهِ الرِّيْحُ فِیْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ"

جس شخص نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ ایسا ہے جیسے آسمان سے گر پڑا۔ چنانچہ اسے پرندے اچک لیتے ہیں (یعنی ہلاک ہوجاتا ہے) یا ہوا اسے (اڑا کر) دور پھینک دیتی ہے (یعنی رحمت خداوندی سے دور ہوجاتا ہے)"

پھر (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا:

"اس کی روح اس کے جسم میں آجاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا کر اس سے پوچھتے ہیں کہ "تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ ہاہ! ہاہ! میں نہیں جانتا" پھر فرشتے اس سے پوچھتے ہیں کہ "تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے ہاہ! ہاہ! میں نہیں جانتا، پھر فرشتے اس سے پوچھتے ہیں کہ "یہ شخص (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جو تمہارے درمیان بھیجے گئے تھے کون ہیں؟ وہ کہتا ہے کہ ہاہ! ہاہ! میں نہیں جانتا!" (اس سوال و جواب کے بعد) پکارنے والا آسمان کی طرف سے پکار کر کہتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے، لہٰذا اس کے لیے آگ کا بچھونا بچھاؤ اور اس کے لیے دوزخ کی طرف دروازہ کھول دو!" چنانچہ (اس کے لیے دوزخ کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے) جس سے اس کے پاس دوزخ کی گرمی اور اس کی گرم ہوا آتی رہتی ہے اور اس کے لیے اس کی قبر اس قدر تنگ ہوجاتی ہے کہ (دونوں کنارے مل جانے سے) اس کی پسلیاں ادھر کی ادھر اور ادھر کی ادھر نکل جاتی

ہیں۔پھر اس کے پاس ایک بدصورت شخص آتا ہے جو برے کپڑے پہنے ہوئے ہوتا ہےاوراس سے بدبو آتی رہتی ہےاوروہ اس سے کہتا ہے کہ ”تو وہ بری خبر سن، جو تجھے رنج و غم میں مبتلا کردے، آج وہ دن ہے جس کا تجھ سے (دنیا میں) وعدہ کیا گیا تھا“ وہ پوچھتا ہے کہ ”تو کون ہے؟ تیرا چہرہ انتہائی برا ہے جو برائی لیے ہوئے آیا ہے“ وہ شخص کہتا ہے کہ تیرا براعمل ہوں (یہ سن کر) مردہ کہتا ہے کہ ”اے میرے پروردگار!! تو قیامت قائم نہ کیجیے“ (۹)



حوالہ جات:

(۱) اخرجه البخاری و مسلم و لفظه للبخاری، کذافی المشکوٰة، باب اثبات عذاب القبر
(۲) اخرجه الترمذی، کذافی المشکوٰة، باب اثبات عذاب القبر ص ۲۵
(۳) اخرجه احمد وابوداؤد، کذافی المشکوٰة، باب اثبات عذاب القبر ص ۲۵
(۴) کذافی المشکوٰة، باب اثبات عذاب القبر ص ۲۶
(۵) البخاری و مسلم، کذافی المشکوٰة، الجنائز، باب تمنی الموت و ذکره
(۶) رواه البیهقی فی شعب الایمان کذافی المشکوٰة کتاب الجنائز
(۷) رواه مالک، والنسائی و البیهقی فی کتاب البعث والنشور کذافی المشکوٰة، کتاب الجنائز
(۸) رواه احمد و نسائی کذافی المشکوٰة، کتاب الجنائز
(۹) رواه احمد، کذافی المشکوٰة، کتاب الجنائز

تیسری فصل:

ایمان کی جزا ''جنت'' کا بیان

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰهِ تَعَالٰی: اَعْدَدْتُّ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَالَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ وَاقْرَؤْ اِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا اُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ۔(۱)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ چیز تیار کر رکھی ہے کہ (آج تک) نہ کسی آنکھ نے اس (جیسی کسی چیز) کو دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی کے دل میں اس کا تصور تک آیا ہے، اگر تم اس بات کی تصدیق چاہو تو یہ آیت پڑھو (**فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا اُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ**) یعنی کوئی شخص بھی نہیں جانتا کہ ان کے لیے کیا چیز چھپا کر رکھی گئی ہے جو آنکھ کی ٹھنڈک کا سبب ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''جنت میں ایک کوڑے کے برابر جگہ، دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے بہتر ہے۔'' (۲)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''جنت میں سو درجے ہیں، ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان و زمین کے درمیان ہے اور فردوس اپنے درجات (کی بلندی) کے اعتبار سے سب جنتوں سے اعلیٰ و برتر ہے اور اسی فردوس سے بہشت کی چاروں نہریں نکلتی ہیں اور فردوس ہی کے اوپر عرش الٰہی ہے، پس جب تم خدا سے جنت مانگو تو جنت الفردوس مانگو۔''

جنت میں اہلِ ایمان کا اعزاز:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

جو لوگ جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن و منور ہوں گے اور ان کے بعد جو لوگ داخل ہوں گے وہ اس ستارے کی مانند روشن و چمکدار ہوں گے جو آسمان پر بہت تیز چمکتا ہے تمام جنتیوں کے دل ایک شخص کی مانند ہوں گے نہ تو ان میں کوئی باہمی اختلاف ہوگا نہ وہ ایک دوسرے سے کوئی بغض و عداوت رکھیں گے، ان میں سے ہر ایک شخص کے لیے حور عین میں سے دو دو بیویاں ہوں گی (جو اتنی زیادہ حسین و جمیل اور صاف و شفاف ہوں گی کہ) ان کی پنڈلیوں کی

ہڈی کا گودا ہڈی اور گوشت سے باہر نظر آئے گا، تمام جنتی صبح وشام (یعنی ہر وقت) اللہ تعالیٰ کو یاد کیا کریں گے، نہ پاخانہ پھریں گے، نہ تھوکیں گے، اور نہ رینٹھ سینکیں گے، ان کے برتن سونے چاندی کے ہوں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی، ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن ''اگر'' (ایک لکڑی جس کو دھونی کے لیے سلگایا جاتا ہے) ہوگا، ان کا پسینہ مشک کی طرح خوشبودار ہوگا، اور سارے جنتی ایک شخص کی سی عادت وسیرت کے ہوں گے (یعنی سب کے سب یکساں طور پر خوش خلق اور ملنسار ہوں گے) نیز وہ سب شکل وصورت میں اپنے باپ آدم کی طرح ہوں گے اور ساٹھ گز اونچا قد رکھتے ہوں گے۔'' (۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''جنتی لوگ جنت میں (خوب) کھائیں گے، پئیں گے لیکن نہ تھوکیں گے، نہ پیشاب کریں گے نہ پاخانہ پھریں گے، اور نہ ناک سنکیں گے۔ یہ سن کر بعض صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ پھر کھانے کے فضلہ کا کیا ہوگا (اور اس کے اخراج کی کیا صورت ہوگی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھانے کا فضلہ ڈکار اور پسینہ ہو جائے گا، مشک کی طرح خوشبو ہوگی اور جنتیوں کے دل میں تسبیح وتحمید یعنی سبحان اللہ! الحمد للہ! کا ورد اور ذکر الٰہی (اس طرح ڈال دیا جائے گا جیسے سانس جاری رہے۔'' (۵)

جنت میں اہلِ ایمان کی بیویاں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''صبح کو اور شام کو ایک بار خدا کی راہ میں نکلنا دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے اور اگر جنتیوں میں سے کسی کی عورت (یعنی کوئی حور) زمین کی طرف جھانک لے تو مشرق و مغرب کے درمیان کو روشن و منور کردے اور مشرق سے لیکر مغرب تک کی تمام فضا کو خوشبو سے بھر دے نیز اس کے سر کی ایک اوڑھنی اس دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔'' (٦)

قیامت کے دن اہلِ ایمان کے چہروں کی رونق وشادابی:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''قیامت کے دن جنت میں جولوگ سب سے پہلے داخل ہوں گے ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن و چمکدار ہوں گے اور دوسری جماعت کے لوگ ان کے چہرے آسمان کے اس ستارے کی طرح روشن و چمکدار ہوں گے جو سب سے زیادہ چمکتا ہے، نیز ان جنتیوں میں ہر شخص کے لیے دو بیویاں ہوں گی اور ہر بیوی کے جسم پر (لباس کے) ستر جوڑے ہوں گے اور وہ دونوں بیویاں اتنی صاف وشفاف اور حسین وجمیل ہوں گی کہ ان کی پنڈلیوں کے اندر کا گودا ستر جوڑوں کے اوپر سے نظر آئے گا۔'' (٧)

جنت میں اہلِ ایمان کی بیویوں کا ترانہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''جنت میں حوران عین کے جمع ہونے کی ایک جگہ ہوگی (جہاں وہ حوریں سیر وتفریح اور ایک دوسرے سے ملنے کے لیے جمع ہوا کریں گی) اور وہ وہاں بلند آواز سے گیت گائیں گی، مخلوقات میں سے کسی نے ایسی آواز کبھی نہیں سنی ہوگی، وہ حوریں اس طرح گیت گائیں گی۔

نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا نَبِيْدُ
وَنَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلَا نَبْأَسُ
وَنَحْنُ الرَّاضِيَاتُ فَلَا نَسْخَطُ
طُوْبٰى لِمَنْ كَانَ لَنَا وَكُنَّا لَهُ

''ہمیں ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی حاصل ہے، ہم کبھی موت کی آغوش میں نہیں جائیں گے، ہم چین اور مزے سے رہنے والی ہیں، ہم کبھی سختی اور پریشانی نہیں دیکھیں گی، ہم اپنے پروردگار یا اپنے شوہروں سے خوش رہنے والی ہیں، کبھی ناخوش نہیں ہونگی۔ ہر اس شخص کے لیے مبارک باد ہے جو (جنت میں) ہمارے لیے ہے اور ہم اس کے لیے ہیں۔'' (۸)

جنت میں اہلِ ایمان کی بیویوں کا حسن وجمال:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ:

''جنتی شخص، جنت میں ستر مسندوں کا تکیہ لگا کر بیٹھے گا، قبل اس کے کہ ایک پہلو سے دوسرا پہلو بدلے، پھر جنت کی عورتوں میں ایک عورت (حور) اس کے پاس آئے گی اور اس کو اپنی طرف متوجہ اور مائل کرنے کے لیے اس کے کاندھے پر (ہلکی سی) چپت لگائے گی، وہ مرد اس کی طرف متوجہ ہوگا، اور اس کے رخساروں میں جو آئینے سے زیادہ صاف اور روشن ہوں گے، اپنا چہرہ دیکھے گا اور حقیقت یہ ہے کہ اس عورت کے (کسی زیور یا تاج میں جڑا ہوا) ایک معمولی سا موتی بھی اگر وہ دنیا میں آجائے تو مشرق سے مغرب تک روشن و منور کردے بہر حال وہ عورت اس مرد کو سلام کرلے گی اور مرد اس کے سلام کا جواب دے گا اور پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ کہے گی کہ میں ''مزید'' میں سے ہوں۔

اور صورت حال یہ ہوگی کہ اس عورت کے جسم پر ستر (رنگ برنگ) کپڑوں کا لباس ہوگا اور اس مرد کی نظر اس عورت کے لباس میں بھی پار ہوجائے گی یہاں تک کہ وہ مرد اس عورت کی پنڈلی کے گودے کو لباس کے پیچھے دیکھے گا اور اس عورت کے سر پر تاج ہوں گے اور ان تاجوں کا معمولی سا موتی بھی ایسا ہوگا کہ اگر وہ (دنیا میں آجائے) تو مشرق سے لیکر مغرب تک (کی ہر چیز کو) روشن و منور کردے۔'' (۹)

تنبیہ الغافلین میں فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مرفوع نقل کی ہے کہ:

''جنت میں ایک حور ہے، اس کا نام لَعبہ ہے وہ چار چیزوں سے پیدا کی گئی ہے، مشک، عنبر، کافور، زعفران اور ماءِ حیوان سے ان سب چیزوں کو گوندھا گیا ہے، جنت کی تمام حوریں اس پر عاشق ہیں، اگر وہ سمندر میں تھوک دے تو اس کا پانی میٹھا ہو جائے، اس کی پیشانی پر لکھا ہے، جو مجھے چاہتا ہے وہ پروردگار کی اطاعت کرے۔'' (۱۰)

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ:

''ہر مسلمان کے لیے خیرہ ہے یعنی نیک اور بہترین نورانی حور اور ہر خیرہ کے لیے خیمہ ہے اور ہر خیمہ کے چار دروازے ہیں۔ جن میں سے (اللہ تعالیٰ کی جانب سے) ہر روز تحفہ، کرامت اور انعام آتا رہتا ہے، نہ وہاں کوئی فساد ہے نہ سختی، نہ گندگی ہے اور نہ بدبو، حوروں سے صحبت ہے، جو اچھوت، صاف اور سفید، چمکتے موتیوں کی طرح ہیں۔'' (۱۱)

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''مومن کو جنت میں اتنی اتنی عورتوں کے پاس جانے (مجامعت کرنے) کی قوت عطا کی جائے گی، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: حضور! کیا جنتی مرد اتنی طاقت رکھے گا آپ نے فرمایا (ہاں) اس کو ایک سو آدمیوں کے برابر طاقت ملے گی۔'' (۱۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ:

''یا رسول اللہ! کیا جنت میں جنتی لوگ جماع کریں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں

میری جان ہے، خوب اچھی طرح اور بہترین طریق پر۔
جب الگ ہوگا تو اسی وقت پاک صاف، اچھوتی اور باکرہ
بن جائے گی۔" (۱۳)

طبرانی کی ایک حدیث میں ہے کہ:

"جنتی مرد ایک ایک سو کنواریوں کے پاس ایک ایک دن
میں ہو آئے گا۔" (۱۴)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"جس وقت قبر میں مسلمان سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ گواہی
دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ محمد (صلی
اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔"

اور یہی مطلب ہے اس ارشاد ربانی کا:

"وَيُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ"

"اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ثابت قدم رکھتا ہے جو ایمان لاتے
ہیں، مضبوط و محکم طریقہ پر ثابت رکھنا دنیا کی زندگی میں اور
آخرت میں۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"یہ (حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وہ شخص ہیں
جن کے لیے عرش نے حرکت کی (یعنی ان کی پاک روح
جب آسمان پر پہنچی تو اہل عرش نے خوشی و مسرت کا اظہار کیا)
اور ان کے لیے آسمان کے دروازے کھولے گئے اور ان کے

جنازہ پر ستر ہزار فرشتے حاضر ہوئے اور ان کی قبر تنگ کی گئی، پھر یہ تنگی دور ہوئی اور (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے) ان کی قبر کشادہ ہوگئی۔'' (۱۵)

جنت کے درجات:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''جنت میں سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان سو برس کی مسافت کا فاصلہ ہے۔'' (۱۶)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وارد ہے کہ:

''اگر تمام عالم کے لوگ ان میں سے کسی بھی ایک درجہ میں جمع ہو جائیں تو وہ سب کے لیے کافی ہوگا۔'' (۱۷)

جنت میں اہلِ ایمان کا حسن وشباب:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''جنت کی چیزوں یعنی زینت و آرائش کی اشیاء میں سے اگر ناخن کے برابر بھی کوئی چیز دنیا میں آجائے تو آسمان و زمین کے اطراف و جوانب تک کی دنیا کی ہر چیز رونق کر دے اور حقیقت یہ ہے کہ جنتیوں میں سے کوئی شخص دنیا کی طرف جھانکے اور اس کے ہاتھوں کے کڑے نمایاں ہو جائیں تو اس کی چمک دمک سورج کی روشنی کو ماند کر دے جیسا کہ سورج ستاروں کی روشنی ماند کر دیتا ہے۔'' (۱۸)

ایک حدیث شریف میں وارد ہے کہ:

جنتی بغیر بالوں کے مرد ہوں گے، ان کی آنکھیں سرگیں ہوں گی، ان کا شباب کبھی فنا نہ ہوگا اور نہ انکے کپڑے کبھی پرانے ہوں گے۔'' (۱۹)

جنت میں اہلِ ایمان کا کھانا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوثر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ ایک نہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کی ہے (میرے لیے مخصوص ہے) اس نہر کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے، اس میں ایسے پرندے ہیں، جن کی گردنیں اونٹ کی گردنوں کی طرح لمبی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ (یہ سن کر) عرض کیا کہ وہ پرندے تو بہت فربہ اور تنومند ہوں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان پرندوں کو کھانے والے (یعنی جنتی لوگ) ان پرندوں سے بھی زیادہ توانا اور خوشحال ہوں گے۔'' (۲۰)

جنت میں اہلِ ایمان کی خواہشات کی تکمیل:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا اے اللہ کے رسول! کیا جنت میں گھوڑے بھی ہوں گے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں جنت میں داخل کیا اور تم نے گھوڑے پر سوار ہونے کی خواہش ظاہر کی تو تمہیں جنت میں سرخ یاقوت کے گھوڑے پر سوار کیا جائے گا اور تم جنت میں جہاں جانا چاہو گے تو وہ گھوڑا برق رفتاری کے ساتھ دوڑے گا اور گویا اڑ کر تمہیں لے جائے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک اور شخص نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول!

کیا جنت میں اونٹ بھی ہوں گے؟ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو وہ جواب نہیں دیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھی کو دیا تھا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں جنت میں پہنچا دیا تو تمہیں ہر وہ چیز ملے گی، جس کو تمہارا دل چاہے گا، اور تمہاری آنکھیں پسند کریں گی۔(۲۱)

جنت میں اہلِ ایمان کا بازار:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> ''جنت میں ایک بازار ہے، جس میں خرید و فروخت نہیں ہوگی، بلکہ وہاں مردوں اور عورتوں کی حسین وجمیل صورتیں نظر آئیں گی، جو شخص (خواہ مرد ہو یا عورت) وہاں جس صورت کو پسند کرے گا، اس میں سما جائے گا اور اسی صورت کا ہو جائے گا۔''(۲۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

> ''جو شخص بھی جنت میں داخل ہوگا، عیش وعشرت میں رہے گا، نہ فکر وغم اس کے پاس بھٹکے گا، نہ اس کے کپڑے میلے پرانے ہوں گے اور نہ ہی اس کی جوانی ختم ہوگی۔''(۲۳)

جنت میں اہلِ ایمان کی صحت وعافیت:

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''جنت میں ایک منادی کرنے والا یہ منادی کیا کرے گا کہ (اے جنت والو!) تم صحت وتندرستی کے ساتھ رہو، تمہیں کبھی کوئی بیماری لاحق نہیں ہوگی، تم ہمیشہ ہمیشہ زندہ سلامت رہو، موت کبھی تمہارے پاس نہیں آئے گی، تم سدا جوان رہو، بڑھاپا کبھی تمہارے پاس نہیں بھٹکے گا، اورتم عیش و عشرت کی زندگی گزارو! کسی بھی طرح کے غم وفکر اور رنج والم کا تمہارے قریب سے گزر نہیں ہوگا۔'' (۲۴)

جنت میں اہلِ ایمان کے بالا خانے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''جنتی اپنے اوپر کے بالا خانوں والوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم لوگ اس روشن ستارے کو دیکھتے ہو جو آسمان کے مشرقی یا مغربی افق میں ہوتا ہے اور ان (بالا خانوں کی بلندی اور خوشنمائی میں) فرق مراتب کے فرق کے اعتبار سے ہوگا جو اہل جنت کے درمیان پایا جائیگا۔''

صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! (وہ بالا خانے اور محلات) کیا انبیاء کے مکان ہوں گے جن تک انبیاء کے سوا کسی کی رسائی نہیں ہوگی۔''

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیوں نہیں! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے ان بلند وبالا محلات پر ان لوگوں کی رسائی بھی ہوگی جو

اللہ پر ایمان لائے اور اس کے رسولوں کی تصدیق کی۔'' (۲۵)

جنت میں اہلِ ایمان کے لیے رضائے الٰہی کا اعلان:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ جنتیوں کو (مخاطب کرنے کے لیے) آواز دیں گے کہ اے جنتیو! تمام جنتی (یہ آواز سن کر) جواب دیں گے کہ ہمارے پروردگار! ہم حاضر ہیں، تیری خدمت میں موجود ہیں، تمام تر بھلائی تیرے ہی قبضہ قدرت اور ارادے میں ہے کہ جس کو چاہے عطا کرے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم (جنت کا انعام پا کر) مجھ سے راضی اور خوش ہو؟ وہ عرض کریں گے پروردگار! بھلا ہم آپ سے راضی و خوش کیوں نہ ہوں گے! آپ نے تو ہمیں وہ بڑی سے بڑی نعمت عطا فرمائی ہے جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی عطا نہیں کی، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے! کیا میں تمہیں اس سے بھی بڑی اور اس سے بھی بہتر نعمت عطا نہ کروں وہ کہیں گے اے پروردگار! اس سے بھی بڑی اور بہتر نعمت اور کیا ہوگی؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں تمہیں اپنی رضا و خوشنودی عطا کروں گا اور پھر تم سے کبھی ناخوش نہیں ہوں گا۔'' (۲۶)

جنت میں اہلِ ایمان کے محلات:

ایک حدیث شریف میں وارد ہے کہ:

''جنت کے کسی بھی ایک دروازے کے دونوں کواڑوں کے

درمیان چالیس برس کی مسافت کا فاصلہ ہے اور ایک دن
ایسا ہوگا کہ جنت اتنی وسعت وکشادگی کے باوجود لوگوں
سے بھری ہوئی ہوگی۔'' (۲۷)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا کہ:

''مؤمن کو جنت میں جو خیمہ ملے گا، وہ پورا ایک کھوکھلا موتی
ہوگا۔'' جس کا عرض اور ایک روایت میں ہے۔
''جس کا طول ساٹھ میل کے برابر ہوگا، اس خیمہ کے ہر گوشہ
میں اس مؤمن کے اہل خانہ ہوں گے اور ایک گوشہ کے اہل
دوسرے گوشے والوں کو نہیں دیکھ سکیں گے ان سب اہل خانہ
کے پاس مؤمن آتا جاتا رہے گا (مؤمن کے لیے) دو
جنتیں چاندی کی ہوں گی کہ ان جنتیوں کے برتن،
باسن (مکانات، محلات، خانہ داری کے دوسرے ضروری و
آرائشی سامان، تخت، کرسی، میز، پلنگ، جھاڑو، فانوس یہاں
تک کہ درخت وغیرہ سب چاندی کے ہوں گے) اور دو
جنتیں سونے کی ہوں گی کہ ان جنتیوں کے برتن، باسن،
وغیرہ دیگر اشیاء سونے کی ہوں گی اور جنت ''العدن'' میں
جنتیوں اور پروردگار کی طرف سے ان کے دیکھنے کے
درمیان ذات باری تعالیٰ کی عظمت و بزرگی کے پردہ کے
علاوہ اور کوئی چیز حائل نہیں ہوگی۔'' (۲۸)

ایک مجاہد کا خواب میں جنت کا نظارہ کرنا:

عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم جہاد کے لیے گئے، ہم

میں سے ایک شخص نے یہ آیت پڑھی۔

اِنَّ اللّٰـهَ اشْتَـرٰى مِنَ الْمُـؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبہ)

''اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے عوض خرید لیا ہے۔''

یہ آیت ایک غلام نے سنی اور فوراً کھڑا ہو گیا، اور کہنے لگا: میں نے اپنی جان و مال کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بیچ ڈالا، مجھے وہ جنت عطا فرمائے، یہ کہا اور چلا گیا ہم جہاد کرتے ہوئے روم کے شہروں میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہی غلام مستانوں کی طرح پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ہائے ہائے!! میری پیاری عیناء! ہم نے اس کی بے قراری اور بے تابی دیکھ کر کہ شاید مجنون ہو گیا، اس کی عقل میں فتور آ گیا۔ میں نے اسے تنہائی میں لے جا کر پوچھا کہ تو یہ کیا کہہ رہا ہے؟ یہ عیناء کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں ایک دن پڑا سو رہا تھا کہ خواب میں مجھ سے کسی نے کہا کہ عیناء کے پاس چل! میں چل دیا، تھوڑی دور چلا تھا کہ ایک سبز باغ نظر آیا، اس میں صاف و شفاف پانی کی نہریں بہہ رہی تھیں اور نہر کی پٹڑیوں پر بہت سی حوریں بیٹھی تھیں، جو بلا شبہ ایسی معلوم ہوتی تھیں، جیسے بہت سے چاند ایک جگہ جمع ہو گئے ہیں۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی ایک پر جوش آواز میں کہا کہ عینا کا خاوند آ گیا، اسے مبارک اور خوشی ہو!! میں نے ان سے پوچھا کہ تم میں عینا ہے؟ کہنے لگیں: نہیں! ہم تو اس کی لونڈیاں ہیں، آپ ذرا آگے چلے جائیے، میں تھوڑی دور آگے گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک دودھ کی نہر جاری ہے اس پر بہت سی حوریں اس طرح بیٹھی ہیں جیسے چمکتے ہوئے ستارے! انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا: ''آہاہا!! عینا کا شوہر آ گیا۔'' میں نے یہ سن کر ان سے کہا کہ کیا تم میں عیناء ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، ہم تو اس کی خادمہ ہیں، آپ تھوڑی دور آگے چلے جائیے! میں آگے جا کر تھوڑی دور دیکھا کہ ایک سفید خیمہ ہے، اس کے دروازہ پر ایک نوجوان لڑکی کھڑی ہے، میں نے اس سے زیادہ حسین اور خوبصورت لڑکی کوئی نہیں دیکھی۔ جیسے

اس کی نظر مجھ پر پڑی تو ہنس کر کہنے لگی کہ عینا! آپ کے خاوند آ گئے۔ میں اس خیمہ میں داخل ہوا، کیا دیکھتا ہوں کہ عینا سونے کے ایک تخت پر بڑی نازک ادا سے بیٹھی ہے، جو موتیوں اور یاقوت سے بسا ہوا ہے، عینا نے کہا کہ اے خدا کے دوست! مرحبا! تجھے خوشی ہو کہ آج شب کو تو ہمارے پاس روزہ افطار کرے گا، بس اتنے میں میری آنکھ کھل گئی، اس کا نقشہ اور سماں اب تک میری آنکھوں میں سمایا ہوا ہے۔ یہ قصہ سنا کر وہ غلام دشمنوں کے مقابلہ میں ڈٹ گیا، اور بہت بے جگری سے لڑا، یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اسی رات اس کی ماں نے خواب میں دیکھا کہ وہ سفید خیمہ میں عیناء کے پاس بیٹھا ہے، بیٹے نے ماں کو دیکھ کر کہا کہ اماں! اللہ تعالیٰ نے آپ کی ودیعت واعانت قبول کر لی۔ (۲۹)

جنت کا سامانِ تعمیر:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مخلوق کو کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی سے، پھر ہم نے پوچھا کہ جنت کس چیز سے بنی ہے (اس کی عمارت) آپ نے فرمایا: جنت کی (تعمیر اینٹوں کی ہے اور) ایک اینٹ سونے کی ہے اور ایک اینٹ چاندی کی، اس کا گارا جس سے اینٹیں جوڑی جاتی ہیں) تیز خوشبودار خاص مشک کا ہے، اس کی کنکریاں (رنگ اور چمک دمک میں) موتی اور یاقوت ہیں، اور اس کی مٹی زعفران (کی طرح زرد اور خوشبودار) ہے جو شخص اس جنت میں داخل ہوگا عیش وعشرت میں رہے گا، کبھی کوئی رنج وفکر نہیں دیکھے گا، ہمیشہ زندہ رہے گا، مرے گا نہیں، نہ اس کا لباس پرانا اور بوسیدہ ہوگا اور نہ اس کی جوانی فنا ہوگی۔ (۳۰)

جنت میں اہلِ ایمان کا باغیچہ:

فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ نے تنبیہ الغافلین میں حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے

نقل کیا ہے کہ:

''جنت کی زمین چاندی کی ہے، اس کی مٹی مشک کی ہے، درختوں کی جڑ چاندی کی، اور ٹہنیاں موتی اور زبرجد کی ہیں، اور پھل نیچے اور تنا اوپر کی جانب ہے، کھڑے کھڑے، بیٹھے، لیٹ کر ہر طرح اس کا پھل توڑنا آسان ہے۔''

ایک حدیث شریف میں وارد ہے کہ:

''جنت میں جو بھی درخت ہے اس کا تنا سونے کا ہے۔'' (۳۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''جنت میں ایک درخت ہے (جس کا نام طوبیٰ ہے) اگر کوئی سوار اس درخت کے سائے میں سو برس تک چلتا رہے، تب بھی اس کی مسافت ختم نہ ہوگی، اور جنت میں تمہاری کمان کے برابر جگہ ان تمام چیزوں سے بہتر و برتر ہے، جن پر آفتاب طلوع یا غروب ہوتا ہے۔'' (۳۲)

نصیحت آموز حکایات:

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آئندہ اوراق میں چند حکایات نقل کی جاتی ہیں، جن سے آخرت کی نعمتوں کی کچھ حقیقت معلوم ہوگی اور دنیوی زندگی کی حقیقت بھی۔ اسلاف کی ان حکایات کو محض ایک قصہ سمجھ کر پڑھنا یا سننا نہیں چاہیے، بلکہ ان سے نصیحت اور عبرت حاصل کرنا چاہیے۔ سیدی و مولائی شفیق الامت، عارف باللہ حضرت مولانا شاہ محمد فاروق صاحب قدس اللہ روحہ عبرت کی یہ تعریف بیان فرمایا کرتے تھے کہ:

''عبرت اسے کہتے ہیں کہ دوسروں کے کمالات دیکھ کر،

اپنے نقائص پر نظر ہو جائے، پھر ان نقائص کو دور کر کے ان
کمالات کو حاصل کیا جائے''۔

اللہ تعالیٰ اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ ان مبارک احادیث اور بزرگان سلف کی حکایات سے آخرت کی صحیح فکر عطا فرمائے اور اس راقم الحروف سیاہ کار کی خستہ حالی سے دعاؤں کی احتیاج صاف ظاہر ہے، کیا عجب ہے کہ آپ حضرات کی دعوات صالحہ سے اس کی بھی اصلاح ہو جائے۔

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ وَالْفِعْلِ وَالنِّيَةِ وَالْهُدٰى اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

یہ حکایات قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی ثم المہاجر المدنی قدس اللہ سرہٗ نے اپنی کتاب ''فضائل صدقات'' میں ذکر کی ہیں۔ حضرت ہی کے الفاظ میں بعینہ ان حکایات کو ذکر کیا جاتا ہے۔ نیز یہ حکایات نزہتہ البساتین ترجمہ ''روض الریاحین'' میں بھی موجود ہیں۔

ایک بت پرست کے ایمان لانے کا عجیب واقعہ:

حضرت عبدالواحد بن زید رحمتہ اللہ علیہ (جو مشائخ چشتیہ کے سلسلہ میں مشہور بزرگ ہیں) فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ کشتی میں سوار جا رہے تھے، ہوا کی گردش نے ہماری کشتی کو ایک جزیرہ میں پہنچا دیا ہم نے وہاں ایک آدمی کو دیکھا، کہ ایک بت کو پوج رہا ہے، ہم نے اس سے پوچھا کہ تو کس کی پرستش کرتا ہے؟ اس نے اس بت کی طرف اشارہ کیا،

ہم نے کہا: تیرا معبود خود تیرا بنایا ہوا ہے اور ہمارا معبود ایسی چیزیں بنا دیتا ہے، جو اپنے ہاتھ سے بنایا ہوا ہو وہ پوجنے کے لائق نہیں ہے۔

اس نے کہا کہ تم کس کی پرستش کرتے ہو؟

ہم نے کہا: اس پاک ذات کی جس کا عرش آسمان کے اوپر ہے، اس کی گرفت زمین پر ہے اس کی عظمت اور بڑائی سب سے بالاتر ہے۔

کہنے لگا: تمہیں اس پاک ذات کا علم کس طرح ہوا؟

ہم نے کہا کہ اس نے ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم (قاصد) ہمارے پاس بھیجا جو بہت کریم اور شریف تھے، اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ سب باتیں بتائیں۔

اس نے کہا: وہ رسول کہاں ہیں؟

ہم نے کہا کہ اس نے جب پیام پہنچا دیا اور اپنا حق پورا کر دیا تو اس مالک نے اس کو اپنے پاس بلالیا تا کہ اس کے پیام پہنچانے اور اچھی طرح پورا کر دینے کا صلہ و انعام عطا فرمائے۔

اس نے کہا کہ اس رسول نے تمہارے پاس کوئی علامت چھوڑی ہے؟

ہم نے کہا: اس مالک کی پاک کلام ہمارے پاس چھوڑی ہے۔

اس نے کہا: مجھے وہ کتاب دکھاؤ۔

ہم نے قرآن پاک لاکر اس کے سامنے رکھا۔

اس نے کہا: میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں، تم اس میں سے مجھے کچھ سناؤ۔

ہم نے ایک سورت سنائی، وہ سنتے ہوئے روتا رہا یہاں تک کہ وہ سورت پوری ہو گئی۔

اس نے کہا کہ اس پاک کلام والے کا حق یہی ہے کہ اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔ اس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا۔

ہم نے اس کو اسلام کے ارکان اور احکام بتائے اور چند سورتیں قرآن پاک کی سکھائیں۔ جب رات ہوئی عشا کی نماز پڑھ کر ہم سونے لگے تو اس نے پوچھا کہ تمہارا معبود بھی رات کو سوتا ہے۔

ہم نے کہا وہ پاک ذات حیّ قیوم ہے وہ نہ سوتا ہے نہ اس کو اونگھ آتی ہے (آیت

الکرسی)۔

وہ کہنے لگا تم کس قدر نالائق بندے ہو کہ آقا تو جاگتا رہے اور تم سو جاؤ۔

ہمیں اس کی بات سے بڑی حیرت ہوئی۔ جب ہم اس جزیرہ سے واپس ہونے لگے تو وہ کہنے لگا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ ہی لے چلو تاکہ میں دین کی باتیں سیکھوں۔ ہم نے اس کو اپنے ساتھ لے لیا جب ہم شہر عبادان میں پہنچے، تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ شخص نومسلم ہے اس کے لیے کچھ معاش کی فکر بھی چاہیئے۔ ہم نے کچھ درہم چندہ کیا اور اس کو دینے لگے۔

اس نے پوچھا یہ کیا ہے؟

ہم نے کہا کہ کچھ درہم ہیں ان کو تم اپنے خرچ میں لے آنا۔

کہنے لگا: لا الہ الا اللہ تم لوگوں نے مجھے ایسا راستہ دکھایا جس پر خود بھی نہیں چلتے۔ میں ایک جزیرہ میں تھا، ایک بت کی پرستش کرتا تھا، خدائے پاک کی پرستش بھی نہ کرتا تھا، اس نے اس حالت میں بھی مجھے ضائع اور ہلاک نہیں کیا حالانکہ میں اس کو جانتا بھی نہیں تھا پس وہ اس وقت مجھے کیونکر ضائع کردے گا جب کہ میں اس کو پہچانتا بھی ہوں (اس کی عبادت بھی کرتا ہوں)۔ تین دن کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ اس کا آخری وقت ہے، موت کے قریب ہے، ہم اس کے پاس گئے، اس سے پوچھا کہ تیری کوئی حاجت ہو تو بتا، کہنے لگا میری تمام حاجتیں اس پاک ذات نے پوری کردیں جس نے تم لوگوں کو جزیرہ میں (میری ہدایت کے لیے) بھیجا تھا۔

شیخ عبدالواحد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر دفعۃً نیند کا غلبہ ہوا میں وہیں سو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا ایک نہایت سرسبز شاداب باغ ہے، اس میں ایک نہایت نفیس قبہ بنا ہوا ہے، اس میں ایک تخت بچھا ہوا ہے، اس تخت پر ایک نہایت حسین لڑکی کہ اس جیسی خوبصورت عورت کبھی کسی نے نہ دیکھی ہوگی یہ کہہ رہی ہے: خدا کے واسطے اس کو جلدی بھیج دو، اس کے اشتیاق میں میری بے قراری حد سے بڑھ گئی، میری جو آنکھ کھلی تو اس نومسلم کی روح پرواز کرچکی تھی۔ ہم نے اس کی تجہیز تکفین کی اور دفن

کر دیا جب رات ہوئی تو میں نے وہی باغ اور قبہ اور تخت پر وہ لڑکی اس کے پاس دیکھی اور وہ یہ آیت شریفہ پڑھ رہا تھا **وَالْمَلٰئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ الاية** (رعد ع ۳) جس کا ترجمہ یہ ہے ''اور فرشتے ان کے پاس ہر دروازہ سے آتے ہوں گے اور ان کو سلام کرتے ہوں گے (جو ہر قسم کی آفت سے سلامتی کا مژدہ ہے اور یہ) اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا تھا (اور دین پر مضبوط جمے رہے) پس اس جہاں میں تمہارا انجام بہت بہتر ہے (روض) حق تعالیٰ شانہ کی عطا اور بخشش کے کرشمے ہیں کہ ساری عمر بت پرستی کی اور اس نے اپنے لطف و کرم سے موت کے قریب ان لوگوں کو زبردستی کشتی کے بے قابو ہو جانے سے وہاں بھیجا اور اس کو آخرت کی دولت سے مالا مال کر دیا۔

اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ

''مالک الملک جس کو تو دینا چاہے اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس کو تو نہ چاہے اس کو کوئی دینے والا نہیں ہے۔''

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت:

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ بصرہ کی گلیوں میں جا رہے تھے، راستہ میں ایک باندی ایسے جاہ و جلال حشم خدم کے ساتھ جا رہی تھی جیسا کہ بادشاہوں کی باندی ہوتی ہے۔ حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو دیکھا تو آواز دیکر فرمایا کہ اے باندی تجھے تیرا مالک فروخت کرتا ہے یا نہیں؟

وہ باندی اس فقرہ کو سن کر (حیران رہ گئی) کہنے لگی: کیا کہا؟ پھر کہو۔ انہوں نے پھر ارشاد فرمایا۔

اس نے کہا: اگر وہ فروخت بھی کر لے تو کیا تجھ جیسا فقیر خرید سکتا ہے؟

فرمانے لگے: ہاں اور تجھ سے بہتر کو خرید سکتا ہوں۔ وہ باندی یہ سن کر ہنس پڑی

اور اپنے خدام کو حکم دیا کہ اس فقیر کو پکڑ کر ہمارے ساتھ لے چلو (ذرا مذاق ہی رہے گا) خدام نے پکڑ کر ساتھ لے لیا وہ جب گھر واپس پہنچی تو اس نے اپنے آقا سے یہ قصہ سنایا، وہ بھی سن کر بہت ہنسا اور ان کو اپنے سامنے لانے کا حکم دیا، جب یہ سامنے پیش کئے گئے تو اس آقا کے دل پر ایک ہیبت سی ان کی چھا گئی۔

وہ کہنے لگا: آپ کیا چاہتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ تو اپنی باندی میرے ہاتھ فروخت کر دے اس نے پوچھا کہ آپ اس کی قیمت دے سکتے ہیں۔

حضرت مالک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس کی قیمت کھجور کی دو بھیجی ہوئی گھٹلیاں ہیں۔ یہ سن کر سب ہنسنے لگے۔

اس نے پوچھا کہ تم نے یہ قیمت کس مناسبت سے تجویز کی۔

انہوں نے فرمایا، کہ اس میں عیب بہت ہیں۔

اس نے پوچھا کہ اس میں کیا کیا عیب ہیں؟

فرمانے لگے: اگر عطر نہ لگائے تو بدن میں سے بو آنے لگے، اگر دانت صاف نہ کرے تو منہ میں سے سڑاہنڈ آنے لگے، اگر بالوں میں تیل کنگھی نہ کرے تو وہ پریشان حال ہو جائیں، جوئیں ان میں پڑ جائیں (اور سر میں سے بو آنے لگے) ذرا عمر زیادہ ہو جائے گی تو بوڑھی بن جائے گی (منہ لگانے کے بھی قابل نہ رہے گی) حیض اس کو آتا ہے، پیشاب پاخانہ یہ کرتی ہے، ہر قسم کی گندگیاں (تھوک، سنک، رال، ناک کے چوہے وغیرہ) اس میں سے نکلتے رہتے ہیں، غم و رنج، مصیبتیں اس کو پیش آتی رہتی ہیں، خود غرض اتنی ہے کہ محض اپنی غرض سے تجھ سے محبت ظاہر کرتی ہے۔ محض اپنی راحت و آرام کی وجہ سے تجھ سے الفت جتاتی ہے (آج کوئی تکلیف تجھ سے پہنچ جائے ساری محبت ختم ہو جائے) انتہائی بے وفا، کوئی قول، قرار پورا نہ کرے اس کی ساری محبت جھوٹی ہے، کل کو تیرے بعد کسی دوسرے کے پہلو میں بیٹھے گی، تو اس سے بھی ایسی ہی محبت کے دعوے کرنے لگے گی، میرے پاس اس سے ہزار درجہ بہتر باندی ہے جو اس سے نہایت کم قیمت ہے، وہ کافور کے جوہر سے بنی ہوئی ہے، مشک

اور زعفران کی ملاوٹ سے پیدا کی گئی ہے،اس پر موتی اور نور لپیٹا گیا ہے۔اگر کھارے پانی میں اس کا آب دہن ڈال دیا جائے تو وہ میٹھا ہو جائے،اور مردہ سے اگر وہ بات کرے تو وہ زندہ ہو جائے،اگر اس کی کلائی آفتاب کے سامنے کردی جائے تو آفتاب بے نور ہو جائے، گہن ہو جائے،اگر وہ اندھیرے میں آجائے تو سارا گھر روشن ہو جائے، چمک جائے اگر وہ دنیا میں اپنی زیب و زینت کے ساتھ آجائے تو سارا جہان معطر ہو جائے، چمک جائے۔اس باندی نے مشک و زعفران کے باغوں میں پرورش پائی ہے، یاقوت اور مرجان کی ٹہنیوں میں کھیلی ہے، ہر طرح کی نعمتوں کے خیموں میں اس کا محل سرائے ہے، تسنیم (جو جنت کی نہروں میں سے ایک نہر ہے) کا پانی پیتی ہے، کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتی، اپنی محبت کو نہیں بدلتی۔(ہرجائی نہیں ہے) اب تم ہی بتاؤ کہ قیمت خرچ کرنے کے اعتبار سے کون سی باندی زیادہ موزوں ہے، سب نے کہا کہ وہی باندی جس کی آپ نے خبر دی آپ نے فرمایا کہ اس باندی کی قیمت ہر وقت، ہر زمانہ میں، ہر شخص کے پاس موجود ہے۔

لوگوں نے پوچھا کہ اس کی قیمت کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: اتنی بڑی اہم اور عالی شان چیز کے خریدنے کے لیے بہت معمولی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے اور وہ یہ ہے کہ رات کا تھوڑا سا وقت فارغ کر کے صرف اللہ جل شانہ کے لیے کم از کم دو رکعت تہجد کی پڑھ لی جائیں، اور جب تم کھانا کھانے بیٹھو تو کسی غریب محتاج کو بھی یاد کرلو، اور اللہ جل شانہٗ کی رضا کو اپنی خواہشات پر غالب کردو، راستہ میں کوئی تکلیف دینے والی چیز کانٹا، اینٹ وغیرہ پڑی دیکھو، اس کو ہٹا دو دنیا کی زندگی کو معمولی اخراجات کے ساتھ پورا کردو، اور اپنا فکر و غم اس دھوکہ کے گھر سے ہٹا کر ہمیشہ رہنے والے گھر کی طرف لگا دو، ان چیزوں پر اہتمام کرنے سے تم دنیا میں عزت کی زندگی گزارو گے، آخرت میں بے فکر اور اعزاز و اکرام کے ساتھ پہنچو گے، اور جنت جو نعمتوں کا گھر ہے اس میں اللہ جل شانہٗ کے پڑوس میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے۔

اس باندی کے آقا نے باندی سے خطاب کر کے پوچھا کہ: تو نے شیخ کی باتیں سن لیں، یہ سچ ہیں یا نہیں؟

باندی نے کہا بالکل سچ ہیں۔ شیخ نے بڑی نصیحت اور خیر خواہی اور بھلائی کی بات بتائی ہے۔

آقا نے کہا کہ اچھا تو تو اب آزاد ہے اور اتنا اتنا سامان تیری نذر ہے اور اپنے سب غلاموں سے کہا کہ تم بھی سب آزاد ہو اور میرے مال میں سے اتنا اتنا مال تمہاری نذر ہے اور میرا یہ گھر اور جو کچھ مال اس میں ہے سب اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔ اور گھر کے دروازہ پر ایک موٹے سے کپڑے کا پردہ پڑا ہوا تھا، اس کو اتار کر اپنے بدن پر لپیٹ لیا، اور اپنا سارا لباس فاخرہ اتار کر صدقہ کر دیا۔

اس باندی نے کہا کہ میرے آقا تمہارے بعد میرے لیے بھی یہ زندگی اب خوش گوار نہیں ہے، اور اس نے بھی ایک موٹا سا کپڑا پہن کر اپنا سارا زیب وزینت کا لباس اور اپنا سارا مال ومتاع صدقہ کر کے، آقا کے ساتھ ہی ہولی اور مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ انکو دعائیں دیتے ہوئے ان سے رخصت ہو گئے اور وہ دونوں اس سارے عیش وعشرت کو طلاق دیکر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گئے اور اسی حالت میں ان کا انتقال ہو گیا۔ **غَفَرَ اللهُ لَنَا وَلَهُمْ** (روض)

حضرت مالک بن دینارؒ کا ایک نوجوان کو جنت کی ضمانت دینا:

جعفر بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک دفعہ بصرہ میں چل رہا تھا ایک عالیشان محل پر گزر ہوا جس کی تعمیر جاری تھی اور ایک نوجوان بیٹھا ہوا معماروں کو ہدایت دے رہا تھا کہ یہاں یہ بنے گا، وہاں اس طرح بنے گا۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ اس نوجوان کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ یہ شخص کیسا حسین نوجوان ہے اور کس چیز میں پھنس رہا ہے! اس کو اس تعمیر میں کیسا انہماک ہے! میری طبیعت پر یہ تقاضا ہے کہ میں اللہ جل شانہ سے اس نوجوان کے لیے دعا

کروں کہ وہ اس کو اس جھگڑے سے چھڑا کر اپنا مخلص بندہ بنالے، کیسا اچھا ہو اگر یہ جنت کے نوجوانوں میں بن جائے، جعفر چل اس نوجوان کے پاس چلیں۔

جعفر کہتے ہیں کہ ہم دونوں اس نوجوان کے پاس گئے اس کو سلام کیا، اس نے سلام کا جواب دیا (وہ مالک رحمۃ اللہ علیہ سے واقف تھا) مگر مالک رحمۃ اللہ علیہ کو پہچانا نہیں تھوڑی دیر میں پہچانا تو کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا کیسے تشریف آوری ہوئی۔

مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم نے اپنے اس مکان میں کس قدر روپیہ لگانے کا ارادہ کیا ہے۔

اس نے کہا: ایک لاکھ درہم۔

مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر تم یہ ایک لاکھ درہم مجھے دے دو تو میں تمہارے لیے جنت میں ایک مکان کا ذمہ لیتا ہوں جو اس سے بدرجہا بہتر ہوگا اور اس میں حشم خدم بہت سے ہوں گے، اس میں خیمے اور قبے سرخ یاقوت کے ہوں گے، اور جن پر موتی جڑے ہوئے ہوں گے، اس کی مٹی زعفران کی ہوگی، اس کا گارا مشک سے بنا ہوا ہوگا، جس کی خوشبوئیں مہکتی ہوں گی، وہ کبھی نہ پرانا ہوگا، نہ ٹوٹے گا، اس کو معمار نہیں بنائیں گے بلکہ حق تعالیٰ شانہ کے امر کن سے تیار ہو جائے گا۔

اس نوجوان نے کہا مجھے سوچنے کے لیے آج رات کی مہلت دیجیے۔ کل صبح آپ تشریف لاویں تو میں اس کے متعلق اپنی رائے عرض کروں گا۔

حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ واپس چلے گئے اور رات بھر اس نوجوان کے فکر اور سوچ میں رہے۔ آخر شب میں اس کے لیے بہت عاجزی سے دعا کی، جب صبح ہوئی تو ہم دونوں اس کے مکان پر گئے وہ نوجوان دروازہ سے باہر ہی انتظار میں بیٹھا تھا اور جب حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو بہت خوش ہوا۔ حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تمہاری کل کی بات میں کیا رائے رہی؟

اس نوجوان نے کہا کہ آپ اس چیز کو پورا کریں گے جس کا کل آپ نے وعدہ فرمایا تھا۔

حضرت مالک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: ضرور۔ اس نے درہم کے توڑے سامنے لا کر رکھ دیئے اور دوات قلم لا کر رکھ دیا۔ حضرت مالک رحمتہ اللہ علیہ نے ایک پرچہ لکھا، جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد لکھا کہ یہ اقرار نامہ ہے کہ مالک بن دینار (رحمتہ اللہ علیہ) نے فلاں شخص سے اسکا ذمہ لیا ہے کہ اس کے اس محل کے بدلہ میں حق تعالیٰ شانہ کے یہاں اس کو ایسا ایسا محل جس کی صفت اوپر بیان کی گئی (جو جو صفات اس مکان کی اوپر گزریں وہ سب لکھنے کے بعد لکھا) ملے گا بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ عمدہ اور بہتر جو عمدہ سایہ میں حق تعالیٰ شانہ کے قریب ہوگا۔ یہ پرچہ لکھ کر اس کے حوالہ کر دیا اور ایک لاکھ درہم اس سے لیکر چلے آئے۔

جعفر رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شام کو حضرت مالک رحمتہ اللہ علیہ کے پاس اس میں سے اتنا بھی باقی نہ تھا کہ ایک وقت کے کھانے ہی کا کام چل سکے، اس واقعہ کو چالیس دن بھی نہ گزرے تھے کہ ایک دن حضرت مالک رحمتہ اللہ علیہ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو مسجد کی محراب میں ایک پرچہ پڑا دیکھا، یہ وہی پرچہ تھا جو مالک رحمتہ اللہ علیہ نے اس نوجوان کو لکھ کر دیا تھا اور اس کی پشت پر بغیر روشنائی کے لکھا ہوا تھا کہ یہ اللہ جل شانہ کی طرف سے مالک بن دینار (رحمتہ اللہ علیہ) کے ذمہ کی برأت ہے جس مکان کا تم نے اس جوان سے ذمہ لیا تھا، وہ ہم نے اس کو پورا پورا دے دیا اور اس سے ستر گنا زیادہ دے دیا۔ حضرت مالک رحمتہ اللہ علیہ اس پرچہ کو پڑھ کر حیران سے ہوئے، اس کے بعد ہم اس نوجوان کے مکان پر گئے تو وہاں مکان پر سیاہی کا نشان تھا (جو سوگ کی علامت کے طور پر لگایا ہوگا) اور رونے کی آوازیں آ رہی تھیں، ہم نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس نوجوان کا کل گزشتہ انتقال ہو گیا، ہم نے پوچھا کہ اس کا غسل میت کس نے دیا تھا؟ اس کو بلایا گیا ہم نے اس سے اس کے نہلانے اور کفنانے کی کیفیت پوچھی۔

اس نے کہا کہ اس نوجوان نے اپنے مرنے سے پہلے مجھے ایک پرچہ دیا تھا اور یہ کہا تھا کہ جب تو مجھے نہلا کر کفن پہنائے تو یہ پرچہ اس میں رکھ دینا میں نے اس کو

نہلایا، کفنایا اور وہ پرچہ اس کے کفن کے اور بدن کے درمیان میں رکھ دیا۔

حضرت مالک رحمتہ اللہ علیہ نے وہ پرچہ اپنے پاس سے نکال کر اس کو دکھایا وہ کہنے لگا کہ یہ وہی پرچہ ہے، قسم ہے اس ذات کی جس نے اس کو موت دی، یہ پرچہ میں نے خود اس کے کفن کے اندر رکھا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر ایک دوسرا نوجوان اٹھا اور کہنے لگا کہ مالک رحمتہ اللہ علیہ! آپ مجھ سے دو لاکھ درہم لے لیجیے اور مجھے بھی پرچہ لکھ دیجیے۔

حضرت مالک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ بات دور چلی گئی، اب نہیں ہوسکتا اللہ جل شانہ، جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے، اس کے بعد جب بھی مالک رحمتہ اللہ علیہ اس نوجوان کا ذکر فرماتے تو رونے لگتے، اور اس کے لیے دعا کرتے تھے۔ (روض)

بزرگوں کو اس قسم کے واقعات بہت کثرت سے پیش آتے ہیں کہ جوش میں کوئی بات زبان سے نکل گئی، حق تعالیٰ شانہ اس کو اسی طرح پورا فرماتے ہیں، جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد میں ان الفاظ سے نقل کیا گیا کہ بہت سے بکھرے ہوئے بالوں والے غبار آلودہ لوگ جن کو لوگ اپنے دروازہ سے ہٹا دیں اور ان کی پروا بھی نہ کریں، ایسے ہیں کہ اگر اللہ جل شانہ پر کسی بات کی قسم کھالیں تو وہ انکی بات کو پورا کرے۔ (مسلم شریف)

ایک ناز پروردہ رئیس کی توبہ:

محمد بن سماک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بنو امیہ کے لوگوں میں موسیٰ بن محمد بن سلیمان الہاشمی بہت ہی ناز پروردہ رئیس تھا، دل کی خواہشات پوری کرنے میں ہر وقت منہمک رہتا۔ کھانے پینے میں، لباس میں، لہو ولعب میں، خواہشات اور لذات کی ہر نوع میں اعلیٰ درجہ پر تھا، لڑکے لڑکیوں میں ہر وقت منہمک رہتا۔ نہ اس کو کوئی غم تھا نہ فکر۔ خود بھی نہایت ہی حسین چاند کے ٹکڑے کی طرح سے تھا۔ اللہ تعالیٰ شانہ کی ہر نوع کی دنیوی نعمت اس پر پوری تھی، اس کی آمدنی تین لاکھ تین ہزار دینار (اشرفیاں)

سالانہ تھی، جو ساری کی ساری اسی لہو ولعب میں خرچ ہوتی تھی، ایک اونچا بالا خانہ تھا جس میں کئی کھڑکیاں تو شارع عام کی طرف کھلی ہوئی تھیں، جن میں بیٹھ کر وہ باغ کی ہوائیں کھاتا، خوشبوئیں سونگھتا، اس بالا خانہ میں ایک ہاتھی دانت کا قبہ تھا، جو چاندی کی میخوں سے جڑا ہوا تھا اور سونے کا اس پر جھول تھا، اس کے اندر ایک تخت تھا جس پر موتیوں کی چادر تھی اور اس ہاشمی کے سر پر موتیوں کا جڑاؤ عمامہ تھا، اس قبہ میں اس کے یار احباب جمع رہتے خدام ادب سے پیچھے کھڑے رہتے، سامنے ناچنے گانے والیاں قبہ سے باہر مجتمع رہتیں جب گانا سننے کو دل چاہتا، وہ ستار کی طرف ایک نظر اٹھاتا اور سب حاضر ہو جاتیں اور جب بند کرنا چاہتا ہاتھ سے ستار کی طرف اشارہ کر دیتا، گانا بند ہو جاتا، رات کو ہمیشہ جب تک نیند نہ آتی یہی شغل رہتا اور جب (شراب کے نشہ سے) اس کی عقل جاتی رہتی، یارانِ مجلس اٹھ کر چلے جاتے، وہ جونسی لڑکی کو چاہتا پکڑ لیتا اور رات بھر اس کے ساتھ خلوت کرتا صبح کو وہ شطرنج چوسر وغیرہ میں مشغول ہو جاتا، اس کے سامنے کوئی رنج وغم کی بات، کسی کی موت، کسی کی بیماری کا تذکرہ بالکل نہ آتا، اس کی مجلس میں ہر وقت ہنسی اور خوشی کی باتیں، ہنسانے والے قصے اور اسی قسم کے تذکرے رہتے، ہر دن نئی نئی خوشبوئیں جو اس زمانہ میں کہیں ملتیں وہ روزانہ اس کی مجلس میں آتیں، عمدہ عمدہ خوشبوؤں کے گلدستے وغیرہ حاضر کئے جاتے۔ اسی حالت میں اس کے ستائیس برس گزر گئے۔

ایک رات کو وہ حسب معمول اپنے قبہ میں تھا! دفعتہً اس کے کان میں ایک ایسی سریلی آواز پڑی جو اس کے گانے والوں کی آواز سے بالکل جدا تھی لیکن بڑی دلکش تھی، اس کی آواز نے کان میں پڑتے ہی اس کو بے چین سا کر دیا، اپنے گانے والوں کو بند کر دیا اور قبہ کی کھڑکی سے باہر سر نکال کر اس آواز کو سننے لگا، وہ آواز کبھی کان میں پڑ جاتی کبھی بند ہو جاتی۔ اس نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ یہ آواز جس شخص کی آ رہی ہے اس کو پکڑ کے لاؤ، شراب کا دور چل رہا تھا، خدام جلدی سے اس آواز کی طرف دوڑے اور اس آواز کو تلاش کرتے کرتے ایک مسجد میں پہنچے، جہاں ایک جوان، نہایت

ضعیف بدن، زرد رنگ، گردن سوکھی ہوئی، ہونٹوں پر خشکی آئی ہوئی، بال پراگندہ، پیٹ کمر سے لگا ہوا، دو ایسی چھوٹی چھوٹی لنگیاں اس کے بدن پر کہ ان سے کم میں بدن نہ ڈھک سکے، مسجد میں کھڑا ہوا اپنے رب کے ساتھ مشغول، تلاوت کر رہا تھا یہ لوگ اس کو پکڑ کر لے گئے، نہ اس سے کچھ کہا نہ بتایا ایک دم اس کو مسجد سے نکال کر وہاں بالا خانہ پر لے جا کر اس کے سامنے پیش کر دیا کہ حضور یہ حاضر ہے۔

وہ شراب کے نشہ میں کہنے لگا: یہ کون شخص ہے؟

انہوں نے عرض کیا کہ حضور یہ وہی شخص ہے جس کی آواز آپ نے سنی تھی۔

اس نے پوچھا کہ تم اس کو کہاں سے لائے ہو؟

وہ کہنے لگے: حضور مسجد میں تھا، کھڑا ہوا قرآن شریف پڑھ رہا تھا۔

اس رئیس نے اس فقیر سے پوچھا کہ تم کیا پڑھ رہے تھے اس نے اعوذ باللہ پڑھ کر یہ آیتیں بتائیں۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ○ عَلَی الْاَرَائِکِ یَنْظُرُوْنَ ○ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ ○ یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ ○ خِتٰمُهٗ مِسْکٌ وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ○ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ ○ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ○ (سورہ تطفیف)

جن کا ترجمہ یہ ہے:

''بیشک نیک لوگ (جنت کی) بڑی نعمتوں میں ہوں گے، مسہریوں پر بیٹھے ہوئے (جنت کے عجائب) دیکھتے ہوں گے، اے مخاطب تو ان کے چہروں پر نعمتوں کی شادابی سرسبزی محسوس کرے گا اور ان کے پینے کے لیے خالص شراب سربمہر جس پر مشک کی مہر ہوگی ملے گی (ایک

دوسرے پر) حرص کرنے والوں کوایسی ہی چیزوں میں حرص
کرنا چاہئیے (کہ یہ نعمتیں کس کوزیادہ ملتی ہیں اوران کا ملنا
اعمال کی وجہ سے ہوتا ہے، اس لیے ان اعمال میں حرص کرنا
چاہئیے جن سے یہ نعمتیں حاصل ہوں) اور اس شراب کی
آمیزش تسنیم کے پانی سے ہوگی (شراب میں کوئی چیز ملائی
جاتی ہے تو اس سے اس کا جوش زیادہ ہوجاتا ہے اوروہ تسنیم
جنت کا) ایک ایسا چشمہ ہے جس سے مقرب لوگ پانی پیتے
ہیں (یعنی اس چشمہ کا پانی مقرب لوگوں کو تو خالص ملے گا
اور نیک لوگوں کی شراب میں اس میں سے تھوڑا سا ملا دیا
جائے گا)۔"

اس کے بعد اس فقیر نے کہا ارے دھوکہ میں پڑے ہوئے تیرے اس محل کو، تیرے اس بالا خانہ کو، تیرے ان فرشوں کوان سے کیا مناسبت! وہ بڑی اونچی مسہریاں ہیں، جن پر فرش بچھے ہوئے ہیں، ایسے فرش جو بہت بلند ہیں۔ (الواقعہ: ع۱)، ان کے بستر دبیز ریشم کے ہوں گے۔ (الرحمٰن: ع ۳)، وہ لوگ سبز مشجر اور عجیب وغریب خوبصورت کپڑوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہیں۔ (الرحمٰن: ع۳)، اللہ کا ولی ان مسہریوں پر سے ایسے دو چشموں کو دیکھے گا جو دو باغوں میں جاری ہوں گے۔ (الرحمٰن: ع۳)، ان دونوں باغوں میں ہر قسم کے میوے کی دو دو قسمیں ہوں گی (کہ ایک ہی قسم کے میوے کے دو مزے ہوں گے)۔ (الرحمٰن: ع۳)، وہ میوے نہ تو ختم ہوں گے نہ ان کی کچھ روک ٹوک ہوگی (جیسا دنیا میں باغ والے توڑنے سے روکتے ہیں)۔ (واقعہ: ع۱)، وہ لوگ پسندیدہ زندگی میں بہت بلند مقام پر جنت میں ہوں گے۔ (الحاقہ: ع۱)، ایسی عالی مقام جنت میں ہوں گے جہاں کوئی لغو بات نہ سنیں گے اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے اور اس میں اونچے اونچے تخت بچھے ہوئے ہوں گے اور آبخورے رکھے ہوئے ہوں گے اور برابر گدے لگے ہوئے ہوں گے اور سب طرف قالین ہی

قالین پھیلے ہوئے پڑے ہوں گے (کہ جہاں چاہیں بیٹھیں ساری ہی جگہ صدر نشین ہے)۔ (غاشیہ)، وہ لوگ سایوں اور چشموں میں رہتے ہوں گے۔ (والمرسلات: ع۲)، اس جنت کے پھل ہمیشہ رہنے والے ہوں گے (کبھی ختم نہ ہوں گے) اس کا سایہ ہمیشہ رہنے والا ہوگا یہ تو انجام ہے متقی لوگوں کا اور کافروں کا انجام دوزخ ہے۔ (رعد: ع ۵)، وہ کیسی سخت آگ ہوگی (اللہ تعالیٰ ہی محفوظ رکھے) بے شک مجرم لوگ جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے وہ عذاب کسی وقت بھی ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ لوگ اس میں مایوس پڑے رہیں گے۔ (زخرف: ع ۶)، بیشک مجرم لوگ بڑی گمراہی اور (حماقت کے) جنون میں پڑے ہوئے ہیں (ان کو اپنی حماقت اس دن معلوم ہوگی) جس دن منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا کہ) دوزخ کی آگ لگنے کا (اس میں جلنے کا) مزہ چکھو۔ (قمر: ع۳)، وہ لوگ آگ میں اور کھولتے ہوئے پانی میں اور کالے دھوئیں کے سایہ میں ہوں گے۔ (واقعہ: ع۱)، مجرم آدمی اس بات کی تمنا کرے گا کہ اس دن کے عذاب سے چھوٹنے کے لیے اپنے بیٹوں کو، بیوی کو، بھائی کو اور سارے کنبہ کو جن میں وہ رہتا ہے اور تمام روئے زمین کے آدمیوں کو اپنے فدیہ میں دے دے، پر کسی طرح عذاب سے بچ جائے لیکن یہ ہرگز ہرگز نہ ہوگا، وہ آگ ایسی شعلہ والی ہے کہ بدن کی کھال تک اتار دے گی، اور وہ آگ ایسے شخص کو خود بلاوے گی جس نے (دنیا میں حق سے) پیٹھ پھیری ہوگی، اور (اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے) بے رخی کی ہوگی اور (ناحق) مال جمع کیا ہوگا اور اس کو اٹھا کر حفاظت سے رکھا ہوگا۔ (المعارج: ع۱)، یہ شخص نہایت سخت مشقت میں ہوگا اور نہایت سخت عذاب میں اور اللہ تعالیٰ شانہ کے غصہ میں ہوگا اور یہ لوگ اس عذاب سے کبھی نکلنے والے نہیں ہوں گے (اس کلام میں اس فقیر نے جنت اور دوزخ کی بہت سی آیات کی طرف اشارہ کر دیا جن کی سورت اور رکوع کا حوالہ لکھ دیا گیا پوری آیات مترجم قرآن شریف سے دیکھی جا سکتی ہیں)

وہ ہاشمی رئیس فقیر کا کلام سن کر اپنی جگہ سے اٹھا اور فقیر سے معانقہ کیا اور خوب

چلا کر رویا، اور اپنے سب اہل مجلس کو کہہ دیا کہ تم سب چلے جاؤ اور فقیر کو ساتھ لیکر صحن میں گیا اور ایک بوریئے پر بیٹھ گیا اور اپنی جوانی پر نوحہ کرتا رہا، اپنی حالت پر روتا رہا، اور فقیر اس کو نصیحت کرتا رہا، یہاں تک کہ صبح ہوگئی، اس نے اپنے سب گناہوں سے اول فقیر کے سامنے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ شانہ سے اس کا عہد کیا کہ آئندہ کبھی کوئی گناہ نہ کرے گا، پھر دوبارہ دن میں سارے مجمع کے سامنے توبہ کی اور مسجد کا کونہ سنبھال کر اللہ تعالیٰ شانہ کی عبادت میں مشغول ہوگیا اور اپنا وہ سارا ساز و سامان، مال و متاع سب فروخت کر کے صدقہ کر دیا اور تمام نوکروں کو موقوف کر دیا اور جتنی چیزیں ظلم و ستم سے لی تھیں سب اہل حقوق کو واپس کیں، غلام اور باندیوں میں سے بہت سے آزاد کر دیئے اور بہت سے فروخت کر کے ان کی قیمت صدقہ کر دی اور موٹا لباس اور جو کی روٹی اختیار کی، تمام رات نماز پڑھتا، دن کو روزہ رکھتا، حتی کہ بزرگ اور نیک لوگ اس کے پاس اس کی زیارت کو آنے لگے اور اتنا مجاہدہ اس نے شروع کر دیا کہ لوگ اس کو اپنے حال پر رحم کھانے کی اور مشقت میں کمی کرنے کی فرمائش کرتے اور اس کو سمجھاتے کہ حق تعالیٰ شانہ نہایت کریم ہیں، وہ تھوڑی محنت پر بہت زیادہ اجر عطا فرماتے ہیں۔

مگر وہ کہتا کہ، دوستو میرا حال مجھی کو معلوم ہے، میں نے اپنے مولیٰ کی دن رات نافرمانیاں کی ہیں، بڑے سخت سخت گناہ کئے ہیں، یہ کہہ کر وہ رونے لگتا اور خوب روتا، اسی حالت میں ننگے پاؤں پیدل حج کو گیا، ایک موٹا کپڑا بدن پر تھا، ایک پیالہ اور ایک تھیلا صرف ساتھ تھا اسی حالت میں مکہ مکرمہ پہنچا اور حج کے بعد وہیں قیام کر لیا وہیں انتقال ہوا رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

مکہ کے قیام میں رات کو حطیم میں جا کر خوب روتا اور گڑگڑاتا، اور کہتا کہ میرے مولیٰ میری کتنی خلوتیں ایسی گزر گئیں جن میں میں نے تیرا خیال بھی نہ کیا، میں نے کتنے بڑے بڑے گناہوں سے تیرا مقابلہ کیا، میرے مولیٰ میری نیکیاں ساری جاتی رہیں (کہ کچھ بھی نہ کمایا) اور میرے گناہ میرے ساتھ رہ گئے، ہلاکت ہے میرے

لیے اس دن جس دن تجھ سے ملاقات ہوگی (یعنی مرنے کے بعد) میرے لیے ہلاکت پر ہلاکت ہے، یعنی بہت زیادہ ہلاکت ہے اس دن جس دن میرے اعمال نامے کھولے جائیں گے، آہ! وہ میری رسوائیوں سے بھرے ہوئے ہوں گے، وہ میرے گناہوں سے پر ہوں گے بلکہ تیری ناراضی سے مجھ پر ہلاکت اتر چکی ہے اور تیرا عتاب مجھ پر ہلاکت ہے جو تیرے ان احسانوں پر ہوگا جو ہمیشہ تو نے مجھ پر کیے، اور تیری ان نعمتوں پر ہوگا جن کا ہمیشہ میں نے گناہوں سے مقابلہ کیا اور تو میری ساری حرکتوں کو دیکھ رہا تھا، میرے آقا تیرے سوا میرا کون ساٹھکانہ ہے جہاں بھاگ کر چلا جاؤں، تیرے سوا کوئی شخص ایسا ہے جس سے التجا کروں، تیرے سوا کون ہے جس پر کسی قسم کا بھروسہ کروں، میرے آقا میں اس قابل ہرگز نہیں ہوں کہ تجھ سے جنت کا سوال کروں، البتہ محض تیرے کرم سے، تیری عطا سے، تیرے فضل سے اس کی تمنا کرتا ہوں کہ تو مجھ پر رحم فرماوے اور میرے گناہ معاف کردے۔

فَاِنَّکَ اَھْلُ التَّقْوٰی وَ اَھْلُ الْمَغْفِرَۃِ (روض)



حوالہ جات:

(۱) اخرجه البخاری و مسلم کذافی المشکوٰۃ، ص ۲۰۱ ناصفة الجنة و اهلها
(۲) اخرجه البخاری و مسلم کذافی المشکوٰۃ ۴۹۵ باب صفة الجنة و اهلها
(۳) اخرجه الترمذی کذافی المشکوٰۃ ۴۹۵، باب صفة الجنة و اهلها
(۴) اخرجه البخاری و مسلم کذافی المشکوٰۃ ص ۴۹۶ باب صفة الجنة و اهلها
(۵) اخرجه مسلم کذافی المشکوٰۃ ص ۴۹۶ باب صفة الجنة و اهلها
(۶) اخرجه البخاری کذافی المشکوٰۃ ص ۴۹۵ باب صفة الجنة و اهلها
(۷) اخرجه الترمذی کذافی المشکوٰۃ ص ۴۹۷ ایضاً
(۸) اخرجه الترمذی کذافی المشکوٰۃ ص ۵۰۰ باب صفة الجنة و اهلها
(۹) رواه احمد، کذافی المشکوٰۃ باب صفة الجنة و اهلما
(۱۰) تنبیه الغافلین
(۱۱) تفسیر ابن تحت تفسیر السورۃ الرحمن
(۱۲) تفسیر ابن کثیر تحت تفسیر سورۃ الواقعة
(۱۳) نفسه
(۱۴) طبرانی، کنزالعمال، ذکر اهل الجنة. رقم (۳۹۳۶۰)
(۱۵) اخرجه النسائی کذافی المشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر ص ۲۶
(۱۶) اخرجه الترمذی وقال هذا حدیث حسن غریب، ابواب صفة الجنة
(۱۷) اخرجه الترمذی، باب ماجاء فی صفة درجات الجنة
(۱۸) اخرجه باب ماجاء صفة اهل الجنة. الترمذی
(۱۹) رواه الترمذی باب ماجاء فی صفة ثیاب اهل الجنة و الدارمی
(۲۰) اخرجه الترمذی کذافی المشکوة
(۲۱) اخرجه الترمذی کذافی المشکوٰۃ
(۲۲) اخرجه الترمذی کذافی المشکوٰۃ
(۲۳) اخرجه المسلم کذافی المشکوٰۃ ص ۴۹۶ باب صفة الجنة و اهلها
(۲۴) اخرجه المسلم کذافی المشکوٰۃ ۴۹۶
(۲۵) اخرجه البخاری و مسلم کذافی المشکوٰۃ
(۲۶) اخرجه البخاری و مسلم کذافی المشکوٰۃ ص ۴۹۶ باب صفة الجنة و اهلها
(۲۷) اخرجه مسلم کذافی المشکوٰۃ
(۲۸) اخرجه البخاری و مسلم کذافی المشکوٰۃ
(۲۹) ماخوذ از رسالہ "جہاد" مؤلفہ مسیح الامۃ حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ جلال آبادی رحمتہ اللہ علیہ
(۳۰) رواه احمد و الترمذی و الدرامی کذافی المشکوٰۃ ص ۴۹۷ باب صفة الجنة و اهلها
(۳۱) اخرجه الترمذی کذافی المشکوٰۃ ص ۴۹۷ باب صفة الجنة و اهلها
(۳۲) اخرجه البخاری و مسلم کذافی المشکوٰۃ

چوتھی فصل:

کفر کی سزا ''دوزخ'' کا بیان

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: نَارُکُمْ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِیْنَ جُزْءً مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ، قِیْلَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ! اِنْ کَانَتْ لَکَافِیَةً، قَالَ: فُضِّلَتْ عَلَیْهِنَّ بِتِسْعَةٍ وَّسِتِّیْنَ جُزْءً کُلُّهُنَّ مِثْلَ حَرِّهَا.

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہاری دنیا کی آگ دوزخ کی آگ کے ستر حصوں میں ایک حصہ ہے، عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ تو دنیا کی آگ ہی عذاب دینے کے لیے کافی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ کی آگ کو (دنیا کی آگ سے) انہتر (۶۹) حصہ بڑھا دیا گیا ہے اور ان انہتر حصوں میں ہر ایک حصہ تمہاری (دنیا کی) آگ کے برابر ہے۔'' (۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''اس دن (یعنی قیامت کے دن) دوزخ کو (اس جگہ سے جہاں اس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے) لایا جائے گا، اس کی

ستر ہزار باگیں ہوں گی اور ہر باگ پر ستر ہزار فرشتے متعین ہوں گے، جو اس کو کھینچتے ہوئے لائیں گے۔''

جہنم میں کفر کی سب سے ہلکی سزا:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''حقیقت یہ ہے کہ دوزخیوں میں سے جو شخص سب سے ہلکے عذاب میں مبتلا ہوگا، اس کو آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی، جن کے اوپر آگ کے دو تسمے ہوں گے (یعنی ان جوتیوں کے تلوے بھی آگ کے ہوں گے، جو پیروں کے نیچے کے حصہ میں ہوں گے، اوران کے تسمے بھی آگ کے ہوں گے، جو پیروں کے اوپر کے حصہ میں ہوں گے) اوران (جوتیوں کے تلووں اور تسموں) کی تپش سے اس کا دماغ اس طرح جوش مارے گا جس طرح دیگ جوش کھاتی ہے وہ شخص (چونکہ دوسرے دوزخیوں کی حالت و کیفیت سے بے خبر ہوگا) اس لیے یہ خیال کرے گا کہ اس سے زیادہ سخت عذاب میں کوئی مبتلا نہیں ہے، حالانکہ وہ سب سے ہلکے عذاب میں ہوگا۔'' (۳)

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''دوزخیوں میں سے کچھ لوگ وہ ہوں گے جن کے دونوں ٹخنوں تک آگ ہوگی، کچھ لوگ وہ ہوں گے جن کے دونوں زانووں تک آگ ہوگی، کچھ لوگ وہ ہوں گے جن کی کمر

تک آگ ہوگی، اور کچھ لوگ وہ ہوں گے جن کی گردن تک
آگ ہوگی۔'' (۴)

جہنم میں کافروں کی کھال اور دانت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''دوزخ میں کافر کے (جسم کو اس قدر موٹا اور فربہ بنادیا
جائے گا کہ اس کے) دونوں مونڈھوں کا درمیانی فاصلہ تیز
روسوار کی تین دن کی مسافت کے برابر ہوگا۔''

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ:

''دوزخ میں کافر کا دانت احد پہاڑ کے برابر ہوگا اور اس
کے جسم کی کھال تین دن کی مسافت کے برابر موٹی
ہوگی۔'' (۵)

دوزخ کی آگ کا رنگ سیاہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''دوزخ کی آگ کو ایک ہزار برس جلایا گیا یہاں تک وہ
سرخ ہوگئی، پھر ایک ہزار برس اور جلایا گیا یہاں تک کہ وہ
سفید ہوگئی، پھر ایک ہزار برس تک اور جلایا گیا یہاں تک کہ
وہ سیاہ ہوگئی، پس اب دوزخ کی آگ بالکل سیاہ ہے
(جس میں نام کو بھی روشنی نہیں)'' (۶)

جہنم میں بدبو اور تعفن:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''دوزخیوں کے زخموں سے جو زرد پانی بہے گا (یعنی خراب خون اور پیپ وغیرہ) اگر اس کا ایک ڈول بھر کر دنیا میں انڈیل دیا جائے تو یقیناً تمام دنیا والے (اس کے تعفن اور بدبو سے) سڑ جائیں۔'' (۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک دن) نے یہ آیت **اِتَّقُو اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ** تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا کہ اگر دوزخ کے زقوم (یعنی تھوہر) کے درخت کا ایک قطرہ بھی اس دنیا کے گھر میں ٹپک پڑے تو یقیناً دنیا والوں کے سامان زندگی کو تہس نہس کر دے پھر (سوچو) اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کی خوراک ہی زقوم ہوگی۔ (۸)

جہنم میں کافروں کا خون کے آنسو رونا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لوگو! (خدا کے خوف سے) روؤ، اور اگر تمہیں رونا نہ آئے تو بتکلف روؤ حقیقت یہ ہے کہ دوزخی جہنم میں روئیں گے اور ان کے آنسو ان کے رخساروں پر اس طرح بہیں گے گویا وہ نالیاں ہیں اور جب ان کے آنسو ختم ہو جائیں گے تو خون کا بہنا شروع ہو جائے گا اور آنکھیں لہولہان ہو جائیں گی، ان کی آنکھوں سے بہنے والے خون اور آنسو کی زیادتی

اس درجہ کی ہوگی کہ اگر ان کے آنسوؤں کے بہاؤ میں
کشتیاں چھوڑ دی جائیں تو وہ بھی بہہ چلیں۔" (۹)

آگ کا کفار کے چہرے جھلس ڈالنا:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت قرآنی کے ان الفاظ "**وَهُمْ كَالِحُوْنَ**" کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"دوزخ کی آگ کافر کے منہ کو بھون ڈالے گی، جس سے
اس کے اوپر کا ہونٹ اوپر کو سمٹ جائے گا، یہاں تک کہ سر
کے درمیانی حصہ تک پہنچے گا، اور نیچے کا ہونٹ لٹک جائے گا،
یہاں تک کہ ناف تک پہنچ جائے گا۔" (۱۰)

قرآن کریم کی آیت جس کی تشریح میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا ارشاد فرمایا وہ یہ ہے:

"تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُوْنَ"

"جہنم کی آگ ان (دوزخیوں) کے چہروں کو جھلستی ہوگی
اور اس (جہنم) میں ان کے چہرے بگڑے ہوں گے۔"

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا (لوگو!) میں نے تم کو دوزخ کی آگ سے ڈرایا، میں نے تم کو دوزخ کی آگ سے ڈرایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ الفاظ بار بار فرمارہے تھے اگر آپ اس جگہ تشریف فرما ہوتے، جہاں اس وقت میں بیٹھا ہوں تو یقیناً آپ کی آواز بازار والے سنتے یہاں تک کہ اس وقت آپ کی چادر مبارک جو کاندھے پر پڑی تھی، پیروں میں گر پڑی تھی۔ (۱۱)

کافروں کے لیے کھولتا ہوا پانی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب دوزخیوں کے سر پر گرم پانی ڈالا جائے گا تو وہ گرم پانی اندر کو اترتا ہوا پیٹ تک پہنچ جائے گا اور ان چیزوں کو کاٹ ڈالے گا جو پیٹ کے اندر ہیں (یعنی آنتیں وغیرہ) یہاں تک کہ وہ گرم پانی پیٹ کے اندر کی چیزوں کو کاٹتا اور گلاتا ہوا پیروں کے راستے سے باہر نکل جائے گا، اور ''صہر'' (جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے **(یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمَ يُصْهَرُ بِهٖ مَافِیْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدَ)** یعنی اس کے سر کے اوپر سے تیز گرم پانی چھوڑ دیا جائے گا، جس سے پیٹ کی چیزیں اور ان کی کھالیں سب جل جائیں گی) کے یہی معنی ہیں، پھر وہ دوزخی ویسا کا ویسا ہو جائے گا۔'' (۱۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد **(يُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ يَتَجَرَّعُهٗ)** کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب وہ پانی اس دوزخی کے قریب لایا جائے گا، تو وہ بہت ناک بھوں چڑھائے گا اور پھر وہ پانی جب اس کے منہ میں ڈالا جائے گا، تو اس کے منہ کے گوشت کو بھون ڈالے گا، اور اس کے سر کی کھال گر پڑے گی، اور جب وہ دوزخی اس پانی کو پیئے گا (اور وہ پانی پیٹ میں پہنچے گا) تو آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور پھر وہ پاخانہ کے راستہ سے باہر نکل اۓ گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **(وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ)** اسی طرح قرآن پاک میں ایک اور جگہ یوں فرمایا گیا ہے۔ **(وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِی**

الْوُجُوهَ بِئْسَ الشَّرَابُ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

قیامت کے دن (دوزخ میں) کافر کے دانت احد پہاڑ کے برابر، اس کی ران بیضاء پہاڑ کے برابر ہوگی، اور دوزخ میں اس کے بیٹھنے کی جگہ تین دن کی مسافت کے بقدر ہوگی، جیسا کہ (مدینہ سے مقام) ربذہ (تک کا فاصلہ) ہے۔" (۱۴)

ترمذی شریف ہی کی ایک روایت میں ہے کہ کافر دوزخی کی کھال بیالیس ہاتھ موٹی ہوگی اور اس کے دانت احد پہاڑ کے برابر ہوں گے اور دوزخ میں اس کے بیٹھنے کی جگہ مکہ اور مدینہ کے درمیانی فاصلہ کے برابر ہوگی۔ (۱۵)

جہنم میں کافروں کی زبان کا حشر:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"کافر (دوزخ میں) اپنی زبان تین تین اور چھ چھ کوس تک نکالے گا اور لوگ اس کو (اپنے پیروں سے) روندیں گے، یعنی اس زبان پر چلیں پھریں گے۔" (۱۶)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **"صَعُود"** (جسکا ذکر قرآن پاک کی اس آیت **"سَاُرْهِقُهُ صَعُوداً"** میں ہے) دوزخ کا ایک پہاڑ ہے، جس پر کافر ستر برس تک چڑھایا جائے گا اور وہاں سے اسی طرح (ستر برس تک) گرایا جائے گا اور برابر یہی سلسلہ جاری رہے گا (یعنی کافر دوزخی ہمیشہ اسی طرح پہاڑ پر چڑھائے اور گرائے جاتے رہیں گے)۔ (۱۷)

کافروں کو باندھنے کے لیے زنجیر:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر سیسہ کا ایک گولہ جو اس جیسا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کی طرف اشارہ فرمایا کہ کھوپڑی جیسا ہو آسمان سے زمین پر پھینکا جائے، جس کا درمیانی فاصلہ پانچ سو برس کی مسافت ہے تو یقیناً وہ (گولہ) ایک رات گزرنے سے پہلے (یعنی بہت مختصر مدت میں) زمین پر پہنچ جائے گا، لیکن اگر وہ گولا زنجیر (جس سے جہنمیوں کو باندھا جائے گا) کے ایک سرے سے چھوڑا جائے تو چالیس سال تک مسلسل دن ورات لڑھکنے کے باوجود اس زنجیر کی جڑ یعنی اس کے آخری سرے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ اس کی تہہ تک نہ پہنچے۔ (۱۸)

ایک حدیث میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"دوزخ میں (آگ کی) ایک وادی ہے جس کا نام "ہبہب" ہے اس وادی میں ہر اس شخص کو رکھا جائے گا جو متکبر و سرکش، حق سے دور، مخلوق پر سختی کرنے والا ہے۔" (۱۹)

اہلِ دوزخ پر مسلط کیے جانے والے سانپ:

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"دوزخ میں بختی اونٹ کے برابر (بہت بڑے بڑے) سانپ ہیں، ان میں سے جو سانپ ایک دفعہ بھی جس کو ڈس لے گا وہ اس کے زہر کی ٹیس و لہر اور درد کی شدت میں چالیس سال تک مبتلا رہے گا، اس دوزخ میں جو بچھو ہیں وہ پالان بندھے خچروں کی مانند ہیں اور ان میں سے جو بچھو ایک دفعہ جس کو ڈنگ مارے گا، وہ اس کی لہر اور درد کی

شدت میں چالیس سال تک مبتلا رہے گا۔" (۲۰)

دوزخ میں کافروں کا کھانا اور پینا:

اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دوزخیوں پر بھوک اس طرح مسلط کردی جائے گی کہ اس بھوک کی اذیت اس عذاب کے برابر ہوگی جس میں وہ دوزخی پہلے سے گرفتار ہوں گے چنانچہ وہ بھوک کی اذیت سے بے تاب ہو کر فریاد کریں گے اور ان کی فریاد رسی ضریع کے کھانے کے ذریعہ کی جائے گی جو نہ فربہ کرے گا نہ بھوک کو دفع کرے گا پھر وہ (پہلے کھانے کو لا حاصل دیکھ کر) دوسری مرتبہ فریاد کریں گے اور اس مرتبہ ان کی فریاد رسی گلے میں پھنس جانے والے کھانے کے ذریعہ کی جائے گی اس وقت ان کو یہ یاد آئے گا کہ جب (دنیا میں) کھاتے وقت ان کے گلے میں کوئی چیز پھنس جاتی تھی تو اس کو وہ کسی پینے والی چیز سے نیچے اتارتے تھے، چنانچہ وہ کسی پینے والی چیز کی التجا کریں گے، تب ان کو تیز گرم پانی دیا جائے گا جس کو لوہے کے زنبوروں کے ذریعہ پکڑ کر اٹھایا جائے (یعنی جن برتنوں میں وہ تیز گرم پانی ہوگا وہ زنبوروں کے ذریعہ پکڑ کر اٹھائے جائیں گے اور اٹھانے والے یا تو فرشتے ہوں گے یا براہ راست دست قدرت ان کو اٹھا کر دوزخیوں کے منہ کو لگائے گا اور جب گرم پانی کے وہ برتن ان کے مونہوں تک پہنچیں گے تو ان کے چہروں (کے گوشت) کو بھون ڈالیں گے اور جب ان برتنوں کے اندر کی چیز (جو انکو پینے کے لیے

دی جائے گی جیسے پیپ پیلا پانی وغیرہ) ان کے پیٹ میں داخل ہوگی تو پیٹ کے اندر کی چیزوں (یعنی آنتوں وغیرہ) کوٹکڑے ٹکڑے کردے گی پس اس صورت حال سے بیتاب ہوکر، وہ دوزخی (جہنم پر متعین فرشتوں سے) کہیں گے اے دوزخ کے سنتریو! اللہ تعالیٰ سے دعا کرو (کہ کم ازکم ایک ہی دن کے لیے ہمارے اوپر مسلط اس عذاب کو ہلکا کردے) دوزخ کے سنتری جواب دیں گے کہ (اب ہم سے دعا کے لیے کہتے ہو) کیا خدا کے رسول خدائی معجزے اور واضح دلیلیں لیکر تمہارے پاس نہیں آئے تھے (اور تم سے یہ نہ کہتے تھے کہ کفر و سرکشی کی راہ چھوڑ کر خدا کی اطاعت و فرماں برداری کا راستہ اختیار کرلوتا کہ کل آخرت میں دوزخ کے سخت عذاب سے محفوظ رہ سکو!؟) وہ کہیں گے کہ بے شک (خدا کے رسول) ہمارے پاس آئے تھے (اور ان کی تعلیمات ہم تک پہنچی تھیں، لیکن وائے افسوس ہم گمراہی میں پڑے رہے اور ایمان و سلامتی کی راہ اختیار نہ کرسکے) دوزخ کے سنتری کہیں گے کہ پھر تو تم خود ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا زبان کاری و بے فائدگی کے علاوہ کچھ نہیں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"دوزخی کہیں گے کہ مالک یعنی! داروغہ جنت سے مدد کی درخواست کرو! اور پھر وہ التجا کریں گے کہ اے مالک! اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ وہ ہمیں موت دے دے (تا کہ ہمیں آرام مل جائے)۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''(دوزخیوں کی التجا سنکر) مالک خود اپنی طرف سے یا پروردگار کی طرف سے جواب دے گا کہ تمہیں ہمیشہ یہیں اور اسی عذاب میں گرفتار رہنا ہے'' حضرت اعمش رحمتہ اللہ علیہ (جو اس حدیث کے ایک راوی ہیں) کہتے ہیں کہ بعض صحابہ نے مجھ سے بیان کیا کہ مالک سے ان دوزخیوں کی التجا اور مالک کی طرف سے انکو جواب دینے کے درمیان ایک ہزار برس کا وقفہ ہوگا (یعنی وہ دوزخی مالک سے التجا کرنے کے بعد ایک ہزار سال تک جواب کا انتظار کرتے رہیں گے اور اس دوران بھی اس عذاب میں مبتلا رہیں گے)۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''پھر وہ دوزخی (آپس میں) کہیں گے کہ اب ہمیں براہ راست اپنے پروردگار ہی سے اپنی نجات کی التجا کرنی چاہیے کیونکہ وہی قادر مطلق، رحیم و کریم اور غفار ہے ہمارے حق میں بھلائی و بہتری کرنے والا اس پروردگار سے بہتر اور کوئی نہیں، چنانچہ وہ التجا کریں گے کہ ہمارے پروردگار! ہماری بدبختی نے ہمیں گھیر لیا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم (توحید کے راستہ سے) بھٹک گئے تھے، اے پروردگار! ہمیں دوزخ (اور یہاں کے عذاب) سے رہائی عطا فرمادے، اگر ہم اس کے بعد بھی کفر و شرک کی طرف جائیں تو اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہوں، اللہ تعالیٰ ان کو جواب دے گا! دور رہو! دوزخ میں پڑے رہو، اور (رہائی و نجات کے

بارے میں) مجھ سے کوئی بات نہ کرو۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"آخر کار وہ دوزخی ہر بھلائی سے مایوس ہوجائیں گے اور تب وہ حسرت اور نالہ فریاد کرنے لگیں گے۔"(۲۱)



حوالہ جات:

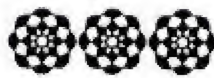
(۱) اخرجه البخاری و مسلم و اللفظ للبخاری، کذافی المشکوٰة، باب صفة النار و اهلها
(۲) اخرجه مسلم، کذافی المشکوٰة، الباب نفسه
(۳) اخرجه البخاری و مسلم، کذافی المشکوٰة، نفس ابواب
(۴) اخرجه مسلم، کذافی المشکوٰة
(۵) نفس المرجع
(۶) جامع الترمذی، کذافی المشکوٰة، نفس الباب
(۷) نفسه
(۸) نفسه
(۹) البهیقی فی شرح السنة، کذافی المشکوٰة، نفس الباب
(۱۰) جامع الترمذی، کذافی المشکوٰة، نفس الباب
(۱۱) سنن الدارمی، کذافی المشکوٰة، نفس الباب
(۱۲) اخرجه الترمذی، کمافی المشکوٰة، نفس الباب
(۱۳) نفسه
(۱۴) نفسه
(۱۵) نفسه المشکوٰة
(۱۶) احمد و الترمذی، کذافی المشکوٰة، نفس الباب
(۱۷) جامع الترمذی، کما فی المشکوٰة
(۱۸) نفس المصدر
(۱۹) رواه الدارمی، کذافی المشکوٰة، نفس الباب
(۲۰) رواه احمد، کذافی المشکوٰة، نفس الباب
(۲۱) اخرجه الترمذی، ابواب صفة جهنم

باب نمبر:۳

ہمارا ایمان اور اس کے تقاضے
ایمانی صفات اور خصلتوں کا بیان

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

> ''تم مومنین کو آپس میں رحم کا معاملہ کرنے، ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے، اور آپس میں نرمی کے ساتھ پیش آنے میں ایسا پاؤ گے جیسا کہ بدن کا کوئی عضو درد کرتا ہے تو بدن کے باقی اعضاء بھی اس ایک عضو کی وجہ سے ایک دوسرے کو پکارتے ہیں، اور بیداری اور بخار کے اس تعب و درد میں سارا جسم شریک رہتا ہے۔'' (۱)

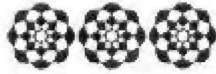


حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

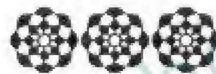
"فَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نور (نور ایمان) جب سینہ میں داخل ہوتا ہے تو اس کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے۔ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! کیا اس بات کی کوئی علامت بھی ہے جس سے یہ پہچانا جا سکے (کہ نور ایمان سینہ میں داخل ہو چکا ہے) فرمایا: ہاں! (اس کی علامت یہ ہے کہ) اس دھوکہ والے گھر دنیا سے پہلو

تہی کرنا، ہمیشہ ہمیشہ والے گھر آخرت کی طرف رجوع کرنا، اور مرنے سے پہلے اس کی تیاری میں لگ جانا۔(۲)

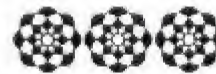


حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! گناہ (کی حقیقت) کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو چیز تمہارے سینے میں کھٹکے اس کو چھوڑ دیجیے (کیونکہ یہ اس کے گناہ ہونے کی علامت ہے)۔ اس نے عرض کیا کہ پھر ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو اپنی برائیوں سے غم اور صدمہ ہو اور اپنی نیکیوں کی وجہ سے خوشی اور فرحت ہو تو ایسا شخص مومن ہے۔(۳)



حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"مومنین میں سے سب سے زیادہ مکمل ایمان والا وہ شخص ہے جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھا ہو اور اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے زیادہ نرم ہو۔"(۴)

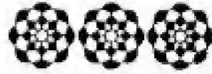


حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین خصلتیں ایسی ہیں جس نے ان کو اپنے اندر پیدا کرلیا، اس نے واقعتاً ایمان کی خصلتوں کو جمع کرلیا، حضرت عمار سے ان کے بعض ساتھیوں نے عرض کیا کہ اے ابا الیقظان! وہ کون سی خصلتیں ہیں جن کے بارے میں تمہارا گمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ان کو جمع کرلیا تو اس نے ایمان کی خصلتوں کو جمع کرلیا۔ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ (وہ خصلتیں یہ ہیں):

۱۔ تنگی کی حالت میں خرچ کرنا۔

۲۔ اپنی ذات سے انصاف کرنا۔

۳۔ اور دنیا میں سلام کو پھیلانا۔ (۵)

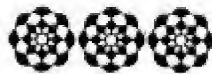


حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا مومن بزدل ہوسکتا ہے؟ فرمایا: ہاں ہوسکتا ہے۔ پھر عرض کیا گیا کہ کیا مومن بخیل ہوسکتا ہے، فرمایا: ہاں ہوسکتا ہے۔ پھر عرض کیا گیا کہ کیا مومن جھوٹا ہوسکتا ہے؟ فرمایا: نہیں مومن جھوٹا نہیں ہوسکتا۔



حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''ایمان یمنی ہے اور کفر (مدینہ کے) مشرق میں ہے۔
عاجزی وانکساری بکریاں چرانے والوں میں ہے اور غرور
گھوڑے اور اونٹ رکھنے والوں میں ہے۔'' (۷)



دوسری حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ:

''اہل یمن آئے ہیں، جن کے دل سب سے زیادہ نرم ہیں،
ایمان اور حکمت تو یمنی ہے۔ عاجزی بکریاں چرانے والوں
میں ہے اور غرور اونٹ رکھنے والوں میں ہے، جو کہ مشرق کی
جانب رہتے ہیں۔'' (۸)



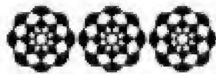
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا کہ تین باتیں ایمان کی جڑ ہیں۔

۱۔ جو شخص لا الہ الا اللہ کا اقرار کرے، اس سے لڑائی جھگڑا ختم کر دینا، اب کسی گناہ کی وجہ سے اس کو کافر مت کہو اور نہ کسی عمل کی وجہ سے اس پر اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ دو۔

۲۔ جب سے اللہ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے، جہاد ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے گا، یہاں تک کہ اس امت کے اخیر میں ایک شخص آ کر دجال سے جنگ کرے گا کسی عادل کا عدل یا کسی ظالم کے ظلم کا بہانہ لیکر جہاد ختم نہیں کیا جا سکتا۔

۳۔ تقدیر پر ایمان لانا۔(۹)



حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''انصار سے محبت کرنا ایمان کی علامت ہے اور انصار سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔''



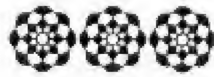
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تم میں کوئی شخص بھی اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک، اس کے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''(۱۱)



حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''تم میں کوئی شخص بھی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔'' (۱۲)



حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اسلام کی کونسی خصلت سب سے بہتر ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (اسلام کی سب سے بہترین خصلت یہ ہے کہ) دوسروں کو کھانا کھلائے، اور تم سلام کرو اس کو بھی جس کو تم پہچانتے ہو اور اس کو بھی جس کو تم نہیں پہچانتے ہو۔'' (۱۳)



حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ:

''لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! کس کا اسلام سب سے افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ شخص جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔'' (۱۴)

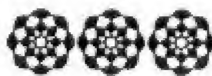


حضرت عبداللہ بن عمرو العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اس کی خواہشات اس دین کے تابع نہ ہوجائیں جس کو میں لیکر آیا ہوں۔'' (۱۵)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''جس شخص نے بھی اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہوگا عرض کیا گیا کہ کلمہ کے اخلاص کے ساتھ کہنے کا کیا مطلب ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (اس کلمہ کا اخلاص یہ ہے کہ) اس کو اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے باز رکھے۔'' (۱٦)



ایک حدیث میں وارد ہے کہ:

''مؤمن کی حالت تو یہ ہے کہ قرآن کریم نے اس کو اپنی بہت سی نفسانی خواہشات پر عمل کرنے سے روک رکھا ہے۔'' (۱۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں مومنین کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے کسی قسم کا شک نہیں کیا، اور اپنے اموال اور جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کیا۔

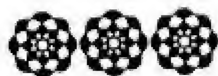
۲۔ وہ مومنین جن سے لوگوں کو اپنی جانوں کے بارے میں امن حاصل ہے۔

۳۔ پھر وہ مومنین جن کو کبھی طمع لاحق ہوتی ہے تو وہ اس کو اللہ کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔ (۱۸)



حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''ایمان کی ستر سے کچھ اوپر شاخیں ہیں، ان میں سے سب سے اعلیٰ درجہ کی شاخ لا الہ الا اللہ کا اقرار ہے اور ان میں سے سب سے کم درجہ کی شاخ کسی تکلیف دینے والی چیز کو راستہ سے ہٹا دینا ہے، نیز شرم وحیاء بھی ایمان ہی کی ایک شاخ ہے۔''(۱۹)



حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (دعوت اسلام کے آغاز میں) اس دین پر آپ کے ساتھ کون تھا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آزاد (ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) اور ایک غلام (حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

میں نے عرض کیا: اسلام کی علامت کیا ہے؟

فرمایا: پاکیزہ کلامی اور (مساکین کو) کھانا کھلانا۔

میں نے عرض کیا: ایمان کی خصلتیں کیا ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبر اور سخاوت۔

میں نے عرض کیا: کس کا اسلام سب سے بہتر ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی زبان اور ہاتھ (کی تکلیف) سے مسلمان محفوظ رہیں۔

میں نے عرض کیا: ایمان میں بہتر چیز کیا ہے؟

فرمایا: اچھے اخلاق۔

میں نے عرض کیا: کون سی ہجرت بہتر ہے؟

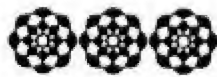
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ہر اس چیز کو چھوڑ دو جس سے تمہارا پروردگار ناخوش ہوتا ہے۔

میں نے کہا: جہاد میں کون افضل ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ شخص افضل ہے جس کا گھوڑا مارا جائے اور وہ خود بھی شہید ہو جائے۔

میں نے عرض کیا: سب سے زیادہ فضیلت والا کون سا وقت ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نصف شب کا آخری حصہ۔ (۲۰)



حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) کچھ صحابہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم اپنے دلوں میں ایسی باتیں (یعنی وسوسے) پاتے ہیں جس کا زبان پر لانا ہم برا سمجھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم واقعی ایسا پاتے ہو؟ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا: جی ہاں (ہم ایسا ہی پاتے ہیں) تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ تو کھلا (ہوا صاف) ایمان ہے۔ (۲۱)



حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"جو شخص اللہ ہی کے لیے محبت کرے اور اللہ ہی کے لیے بغض و عداوت رکھے اور اللہ ہی کے لیے خرچ کرے اور اللہ ہی کے لیے خرچ کرے تو اس نے یقیناً اپنے ایمان کو کامل کیا۔" (۲۲)



حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان (کی تکلیف) سے

دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، اور مؤمن وہ ہے جس سے
لوگ اپنی جان اور اپنے مال کو مامون سمجھیں۔''

''شعب الایمان'' میں بیہقی نے حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

''اور مجاہد وہ ہے جس نے اللہ کی طاعت وعبادت میں اپنے
نفس سے جہاد کیا اور مہاجر وہ ہے جس نے تمام چھوٹے اور
بڑے گناہوں کو ترک کر دیا۔'' (۲۳)



حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ: ''ایمان کی اعلیٰ صفات کونسی ہیں؟'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''(ایمان کی اعلیٰ صفات یہ ہیں کہ) تمہاری محبت بھی اللہ ہی کے لیے ہو اور بغض وعداوت بھی اللہ ہی کے لیے ہو۔ اور تم اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں مشغول رکھو۔'' انہوں نے پوچھا: ''اے اللہ کے رسول! (اس کے علاوہ ایمان کی اور صفات) کیا ہیں؟'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''دوسرں کے لیے وہی چیز پسند کرو جو اپنے لیے کرتے ہو اور جس چیز کو اپنے لیے ناپسند کرتے ہو اس کو دوسروں کے لیے بھی ناپسند کرو۔'' (۲۴)



حدیث شریف میں ہے:

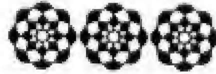
''مومن وہ ہے جس کو لوگ اپنے مال اور جانوں کے معاملے
میں امین سمجھیں۔'' (۲۵)



حدیث شریف میں ہے:

''مومن دوسرے (مومنین کے ساتھ) الفت رکھتا ہے اور

اس سے الفت رکھی جاتی ہے ایسے شخص میں کوئی بھلائی نہیں ہے جو نہ تو خود کسی سے الفت رکھتا ہے اور نہ اس سے الفت رکھی جاتی ہے اور تمام لوگوں میں سب سے اچھا وہ ہے جو لوگوں کو سب سے زیادہ نفع پہنچائے۔'' (۲۶)



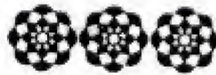
حدیث شریف میں ہے:

''مومن غیرت مند ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو سب سے بڑے غیرت مند ہیں۔'' (۲۷)



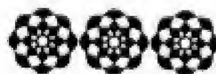
حدیث شریف میں ہے:

''مومن ہر حال میں خیر و بھلائی میں ہوتا ہے، اس کے سامنے اس کی جان ایسے حال میں نکالی جاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کر رہا ہوتا ہے۔'' (۲۸)



حدیث شریف میں ہے:

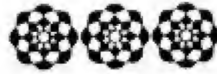
''مومن کو اہل ایمان کے ساتھ ایسی ہی نسبت ہے جیسے سر کو پورے جسم کے ساتھ، مومن اہل ایمان کی تکلیف کی وجہ سے ایسے ہی دکھ درد محسوس کرتا ہے جیسا کہ سر کی تکلیف کی وجہ سے پورا جسم درد محسوس کرتا ہے۔'' (۲۹)



حدیث شریف میں ہے:

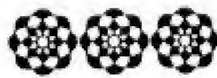
''ایسا مومن جو لوگوں کے ساتھ میل جول رکھتا ہے، پھر ان کی طرف سے تکلیف پہنچنے پر صبر کرتا ہے، یہ اس مومن سے

افضل ہے جو نہ لوگوں کے ساتھ میل رکھتا ہے اور نہ ان کی تکلیف پر صبر کرتا ہے۔'' (۳۰)



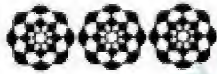
حدیث شریف میں ہے:

''ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے، کسی حال میں بھی اس کی خیر خواہی کو ترک نہیں کرتا۔'' (۳۱)



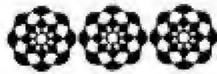
حدیث شریف میں ہے:

''مومن بڑا ہوشیار، ذہین اور چوکس ہوتا ہے۔'' (۳۲)



حدیث شریف میں ہے:

''جب تجھے اپنی نیکی کی وجہ سے مسرت اور اپنی برائی کی وجہ سے غم ہو تو (سمجھ لو) تم مومن ہو۔'' (۳۳)



حدیث شریف میں ہے:

''جب مومن کے منہ پر اس کی تعریف کی جاتی ہے تو اس کے دل میں ایمان بڑھ جاتا ہے۔'' (۳۴)



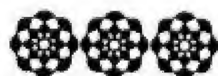
حدیث شریف میں ہے:

''لوگوں میں سب سے زیادہ فکر مند ایک مومن ہوتا ہے کہ اس کو اپنے دنیا کے معاملے کی بھی فکر ہوتی ہے اور آخرت کے معاملہ کی بھی۔'' (۳۵)



حدیث شریف میں ہے:

''بلاشبہ مومن اپنے شیطان کو ایسے ہی تھکا دیتا ہے جیسا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے اونٹ کو سفر میں تھکا دیتا ہے۔''(۳۶)



حدیث شریف میں ہے:

''تم مومن کو ایسے حال میں پاؤ گے کہ جس معاملہ کی طاقت رکھتا ہو اس میں تو بہت جد و جہد کرنے والا ہو گا، اور جس کام کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس سے بہت گھبرانے والا ہو گا۔''(۳۷)



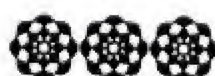
حدیث شریف میں ہے:

''مومن نہ تو بہت زیادہ طعنے دینے والا ہوتا ہے، نہ بہت زیادہ لعنت ملامت کرنے والا ہوتا ہے اور نہ ہی بہت زیادہ بے ہودہ گو ہوتا ہے۔''(۳۸)



حدیث شریف میں ہے:

''مومن کو ایک ہی سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاسکتا۔''(۳۹)



حدیث شریف میں ہے:

''مؤمن کی مثال اور بھائی (دوسرے مؤمن) کی مثال دونوں ہتھیلیوں کی مانند ہے کہ ان میں ایک ہتھیلی دوسری

ہتھیلی (کے گردوغیرہ) کو جھاڑ دیتی ہے۔" (۴۰)



حدیث شریف میں ہے:

"جس شخص نے تین کاموں سے ناک بھوں نہ چڑھایا وہ (کامل) مومن ہے۔

۱۔اہل وعیال کی خدمت کرنا۔

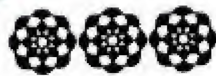
۲۔فقراء کے ساتھ بیٹھنا۔

۳۔اپنے خادم کے ساتھ ملکر کھانا۔"

یہ افعال ان مومنین کی علامات ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں وصف بیان فرمایا ہے۔

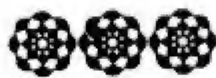
اُولٰئِکَ هُمُ الْمُؤمِنُونَ حَقًّا

"یعنی یہی پکے سچے مومن ہیں۔" (۴۱)



حدیث شریف میں ہے:

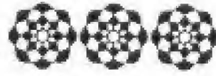
"یہ بات مومن کے اخلاق میں سے ہے کہ جب وہ بات کرتا ہے تو خوبی کے ساتھ بات کرتا ہے اور جب دوسرے کی بات سنتا ہے تو بہت اچھی طرح سنتا ہے اور جب کسی سے ملاقات کرتا ہے تو بہت ہی خندہ پیشانی کے ساتھ ملتا ہے اور جب کسی سے وعدہ کرتا ہے تو اس کو پورا کرتا ہے۔" (۴۲)



حدیث شریف میں ہے:

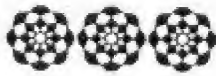
"مؤمن کی خوشبو سے زیادہ کوئی چیز خوشبودار نہیں ہے اور

بلاشبہ اس کی خوشبو چار دانگ عالم میں محسوس کی جاتی ہے اور اس کی خوشبو اس کا عمل اور اس کے لیے خراج تحسین ہے۔'' (۴۳)



حدیث شریف میں ہے:

''مؤمن کی حالت تو یہ ہے کہ قرآن کریم (کے احکامات) نے اس کو اپنی بہت ساری نفسانی خواہشات کی پیروی سے روک رکھا ہے۔'' (۴۴)



حدیث شریف میں ہے:

''مومن کے چار دشمن ہوتے ہیں۔

ا۔ایسا مومن جو اس سے حسد کرتا ہے۔

۲۔ایسا منافق جو اس کے ساتھ بغض رکھتا ہے۔

۳۔شیطان جو اس کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

۴۔ایسا کافر جو اس کے ساتھ لڑائی کرتا ہے (بعض روایات میں یہ ہے) اور ایسا نفس جو اس کے ساتھ (اللہ کی نافراوانی کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے)۔'' (۴۵)



حدیث شریف میں ہے:

''مومن بہت کم خرچ ہوتا ہے۔'' (۴۶)



حدیث شریف میں ہے:

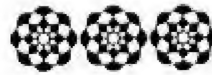
''مومن بہت ہی نرم ہوتا ہے۔حتی کہ اس کی نرمی کی وجہ

سے بے وقوف لوگ بھی اس سے میل جول اختیار کر لیتے ہیں۔" (۴۷)



حدیث شریف میں ہے کہ:

"مومن کو ایسی حالت میں موت آتی ہے کہ (زندگی بھر اللہ کے لیے مجاہدہ اور مشقت برداشت کرنے کی وجہ سے) اس کی پیشانی پر پسینہ ہوتا ہے۔" (۴۸)



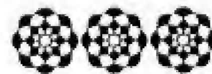
حدیث شریف میں ہے:

"ایک مومن دوسرے مومن کے لیے ایک عمارت کی مانند ہوتا ہے کہ اس کا بعض دوسرے بعض حصہ کو مضبوط رکھتا ہے۔" (۴۹)



حدیث شریف میں ہے:

"ایک مومن دوسرے مومن کے لیے آئینہ کی طرح ہے اور مومن، مومن کا بھائی ہے اس پر اس کی جائیداد وغیرہ کو روک کر رکھتا ہے اور اس کی عدم موجودگی میں اس کی حفاظت کرتا ہے۔" (۵۰)



احادیث شریفہ کا مطالبہ:

فائدہ: بتوفیقہ تعالیٰ گزشتہ سطور میں جن مبارک احادیث کا ذکر آیا ہے، ان میں ایسے اعمال کا بیان ہے جو ایک مؤمن کے ایمان کو درجہ کمال تک پہنچانے میں نہایت مؤثر ہوتے ہیں۔

ایمان ایک ایسا جوہر ہے جو خود تو دل میں ایسے چھپا رہتا ہے، جیسے پھول میں خوشبو مگر اس کی شادابی و رونق اور مومن کے بدن پر اس کا اثر ظاہری اعمال کی صورت میں پھوٹ پھوٹ کر ظاہر ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان اعمال و اخلاق کا آپس میں ایسا ربط خفی پیدا فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بھی نیک عمل پر استقامت کے ساتھ دوام اختیار کر لیتا ہے اور اس عمل کو حسن و خوبی کے ساتھ انجام دینے میں کوئی کسر روا نہیں رکھتا تو اس ایک عمل کی برکت سے دیگر اعمال کی ادائیگی نہایت سہل ہو جاتی ہے۔

مثلاً ایک حیا والے عمل کو ہی لے لیجیے! جب ایک مؤمن میں یہ وصف اوج کمال کو پہنچتا ہے تو اس کی برکت سے گناہوں سے بچنا نہایت آسان ہو جاتا ہے۔ حقوق العباد کی ادائیگی، لوگوں کی مال و جان، عزت و آبرو کی حفاظت، اہل و عیال اور ماتحتوں سے حسن سلوک کا اہتمام پیدا ہو جاتا ہے۔

اگر اہل ایمان ان ایمانی تقاضوں پر پورا اتریں اور اپنے آپ کو ان اوصاف کا مظہر بنالیں تو پھر ہمارے معاشرے میں جو بد دیانتی اور فساد کا تعفن بپا ہے...... فحاشی اور عریانی کا جو سیلاب امنڈ رہا ہے...... لوٹ مار اور رشوت ستانی کا جو بازار گرم ہے ...... اپنے پیٹ کا جہنم اور حرص و ہوس کی آگ بجھانے کے لیے دوسروں کے اموال کو جو شیر مادر کی طرح ہضم کیا جا رہا ہے...... کمزوروں پر ظلم و ستم کے جو پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں...... الغرض ہر قسم کی برائیاں خواہ وہ عبادات میں کوتاہی کی صورت میں ہوں یا معاملات میں، اخلاقی ہوں یا معاشرتی، ایک دم سے کافور ہو جائیں گی۔ اللہ کرے ہر مومن اپنے مرتبہ و مقام کی لاج رکھتے ہوئے اپنی صورت و سیرت کی تعمیر منشا نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق کرنے میں مستعد ہو جائے۔!

ایمانی اوصاف حاصل کرنے کا طریقہ:

یہاں یہ بات ذکر کر دینا مناسب ہے کہ مذکورہ بالا احادیث میں وارد ایمانی

خصلتیں دو طرح کی ہیں۔ بعض ایسی خصلتیں ہیں جو غیر اختیاری ہیں ان کے پیدا کرنے میں بندے کے کسی فعل کا دخل نہیں ہے جیسے رقیق القلب (نرم دل) ہونا، حیاء دار ہونا وغیرہ وغیرہ......

اور بعض ایمانی خصلتیں ایسی ہیں جن کا حاصل کرنا بندے کے اختیار میں ہے، بندہ اپنے ارادہ وعمل کے ذریعے ان صفات سے آراستہ ہوسکتا ہے، جیسے اپنے ہاتھ اور زبان سے کسی کو تکلیف نہ پہنچانا، حرص وطمع چھوڑ دینا، لعنت و ملامت سے باز رہنا وغیرہ وغیرہ۔

اگر ایمان پر محنت کو جاری رکھا جائے اور ان اعمال کو بجالانے کے ساتھ جن کا ذکر پچھلے ابواب میں ہو چکا ہے اگر ایمان کو تر و تازہ رکھنے کی کوشش کی جائے تو پہلی قسم کی خصلتیں بھی حاصل ہو جاتی ہیں۔

دوسری قسم کی خصلتوں کے حاصل کرنے کے لیے اپنے اختیار و ہمت سے کام لیتے ہوئے، ایک ایک خصلت پر جہدِ مسلسل کی ضرورت ہے جب کسی ایک خصلت میں رسوخ ہو جائے اور اس کا بے تکلف صدور ہونے لگے تو دوسرے وصف کو لیکر اسی طرح محنت کرے ...... چند دنوں کی محنت ایک کامل الایمان مومن، اللہ تعالیٰ کی برگزیدہ شخصیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور نظر امتی کی صورت میں ثمر بار ہوگی۔

ایسے حضرات جو اپنے اندر محنت و مشقت اور اپنے نفس کی خواہشات کو پامال کرنے کی ہمت نہیں رکھتے، ان کے لیے سہل ترین اور کیمیا اثر تدبیر یہ ہے کہ وہ ایسے اہل اللہ، خاصان خدا کی صحبت و معیت کو لازم پکڑ لیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ان خصائل ایمانیہ سے متصف فرمایا ہے رفتہ رفتہ ان حضرات کے عالی اخلاق غیر شعوری طور پر ان کے ہم نشین کے قلب میں سمونے لگیں گے۔ ان کی برکت سے نہ صرف نفس کی مخالفت آسان ہو جاتی ہے بلکہ خواہشات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے میں ایک گونہ لذت حاصل ہو جاتی ہے۔

حوالہ جات:

(۱) رواه البخاری و مسلم، کذافی المشکوٰۃ، کتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق
(۲) المشکوٰۃ، کتاب الرقاق
(۳) اخرجه عبدالرزاق (۱ :۱۲٦) رقم الحديث (۲۰۱۰۴)
(۴) سنن ابن ماجه ص (۱۷۳)
(۵) البخاری (۱ :۷۷) باب اسلام، و الطبرانی فی الکبیر، کذافی المجمع (۱ :۵۷)
(٦) رواه مالک و البیهقی، کذافی المشکوٰۃ، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان
(۷) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تفاضل اهل الایمان فیه (۱ :۵۳)
(۸) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تفاضل اهل الایمان فیه (۱ :۵۴)
(۹) ابوداؤد، کذافی المشکوٰۃ، کتاب الایمان، باب الکبائر و علامات النفاق
(۱۰) صحیح البخاری (۱ :۷) کتاب الایمان
(۱۱) نفس المرجع
(۱۲) صحیح البخاری (۱ :۹) کتاب الایمان
(۱۳) صحیح البخاری (۱ :٦) کتاب الایمان
(۱۴) نفس المصدر
(۱۵) اخرجه احمد (۴ :۱۰۲) ابوداؤد رقم ۴۵۹۷، کذافی شرح السنة (۱ :۲۱۲)
(۱٦) رواه الطبرانی فی "الاوسط" کذافی "المجمع" (۱ :۱۸)
(۱۷) کنز العمال (۱ :۱٦۲) رقم (۸۱۴)
(۱۸) رواه احمد، کذافی المجمع (۱ :۵۲)
(۱۹) رواه البخاری و مسلم کذافی المشکوٰۃ، کتاب الایمان
(۲۰) رواه احمد، کذافی المشکوٰۃ، کتاب الایمان
(۲۱) رواه مسلم، کذافی المشکوٰۃ، الایمان، باب الوسوسة
(۲۲) ابوداؤد و اللفظ له، و الترمذی عن معاذ مع تقدیم و تاخیر، کذافی المشکوٰۃ، کتاب الایمان
(۲۳) رواه الترمذی و النسائی، کذافی المشکوٰۃ، الایمان
(۲۴) رواه احمد، کذافی المشکوٰۃ، کتاب الایمان
(۲۵) من رقم (۲۵) الی (۵۵) من کنز العمال المجلد الاول الفصل السابع فی صفات المؤمنین

حفاظتِ ایمان کے طریقے

الحمدللہ تعالیٰ ! گزشتہ ابواب میں ذکر کردہ آیات مقدسہ اور احادیث مبارکہ اور اقوال سلف رحمتہ اللہ علیہ سے ایک طرف ایمان کی اہمیت اور ضرورت کا بخوبی علم ہو چکا ہے دوسری طرف جب ہم اپنے پرآشوب اور پرفتن ماحول کی طرف نظر کرتے ہیں تو اس میں ایمان کی حفاظت ایک مستقل مسئلہ بن چکا ہے اور آنے والے ایام نا معلوم کتنے بڑے بڑے فتنوں کا پیش خیمہ ثابت ہوں !!! اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بارگاہ عز و جلال سے مدد طلب کرتے ہوئے آیات مبارکہ اور احادیث شریفہ اور بزرگان دین، اسلاف امت کے سنہری اقوال، جو حقیقت میں قرآن و سنت کی تعلیمات کا جوہر اور مغز ہیں، کی روشنی میں ایسے طریقے ذکر کئے جائیں جن پر عمل پیرا ہو کر ایک مسلمان نہ صرف اپنے ایمان کی حفاظت کر سکے، بلکہ اپنے ایمان میں کمال درجہ کی ترقی کر سکے۔

واللّٰہ ھو المُوفِّقُ وَھوَ مُلھِمُ الصَّوابِ

پہلی فصل:

حفاظت ایمان کا پہلا طریقہ

نیک لوگوں کی صحبت ومعیّت

عَنْ اَبِی مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ وَالسُّوْءِ کَحَامِلِ الْمِسْکِ وَنَافِخِ الْکِیْرِ فَحَامِلُ الْمِسْکِ اِمَّا اَنْ یَحْذِیَکَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَا عَ مِنْہُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْہُ رِیْحًا طَیِّبَۃً وَنَافِخُ الْکِیْرِ اِمَّا اَنْ تُحْرِقَ ثِیَابَکَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْہُ رِیْحًا خَبِیْثَۃً.

''حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نیک اور برے ہمنشین کی مثال مشک رکھنے والے اور دھونکنی (بھٹی) دھونکنے والے کی سی ہے مشک رکھنے والا یا تو تمہیں مشک مفت دیدے گا، یا تم اس سے خرید لو گے، اور یا (اگر کسی بھی صورت میں اس کا مشک تمہارے ہاتھ نہیں لگتا تو کم از کم) اسکی خوشبو تو تمہیں ضرور حاصل ہو جائے گا (اسی طرح صالح اور نیک ہمنشین سے کوئی عطیہ اور خاص نعمت نہ بھی ملے تو یہی کیا کم ہے کہ کچھ ساعتوں کے لیے اس کی صحبت میں سکون وطمانیت کے ساتھ بیٹھنا نصیب ہو جائے) اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑوں کو جلا دے گا یا تمہیں اس

سے دماغ جلا دینے والا دھواں ملے گا (اسی طرح بدکار ہمنشین اول تو دین و دنیا دونوں کونقصان پہنچا تا ہے، وقت ضائع کرتا ہے اور حصول سعادت کی صلاحیت کو بے کار اور مضمحل کر دیتا ہے اور اگر یہ نہ بھی ہوتو اس کی صحبت میں کم از کم اتنا تو ضرور ہوتا ہے کہ زندگی کے قیمتی لمحات دل و دماغ کی کبیدگی اور لاحاصل صحبت میں گزرتے ہیں)۔"

فائدہ: "مشکوٰۃ کی شرح "مرقات" میں حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس مبارک حدیث میں اہل اللہ اور علماء (عاملین) کی صحبت ومعیت اور ہمنشینی اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کیونکہ یہ صحبت ومجالست دنیا وآخرت میں اس کو نفع دیگی، اور اس حدیث میں فاسق و فاجر اور بدکار لوگوں کے ساتھ میل جول سے اجتناب کرنے کی ترغیب ہے کیونکہ بروں کی صحبت دنیا وآخرت میں نقصان دینے والی ہے۔(۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ:

"مسلمانوں کے علاوہ اور کسی (کافر و مشرک) کو اپنا ہمنشین اور دوست مت بناؤ (یا یہ مراد ہے کہ نیک و صالح مسلمان کے علاوہ کسی فاسق و بدکار سے دوستی مت کرو) اور تمہارا کھانا نیک اور پرہیز گار مسلمان کے علاوہ کوئی اور نہ کھانے پائے۔" (۳)

فائدہ: حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کو دشمنان دین اور بدکار لوگوں کے ساتھ صحبت و ہمنشینی اور ہم پیالہ و ہم نوالہ ہونے سے اس لیے منع فرمایا ہے تا کہ ان سے الفت و محبت قائم ہونے کا سبب نہ ہو اور ان کی صحبت و ہم نشینی کی وجہ سے کفر و شرک اور بدکاری اور برائیوں کے

زہریلے جراثیم سرایت نہ کریں۔(۴)

آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے لہٰذا یہ ضروری ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی کو دوست بنائے تو دیکھ لے کہ کس کو دوست بنا رہا ہے۔''(۵)

فائدہ: وجہ یہ ہے کہ جو شخص کسی کو دلی دوست بناتا ہے تو عام طور پر اس کے عقائد و نظریات اور اس کی عادات واطوار کو قبول اور اختیار کر لیتا ہے۔ حدیث میں جس دوستی کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد دلی اور سچی دوستی ہے نہ کہ ظاہر داری اور خوش اخلاقی کیوں کہ ظاہر داری اور خوش اخلاقی کے تعلقات ضرورت کی بناء پر ہر ایک کے ساتھ استوار کیے جاسکتے ہیں۔ البتہ دلی اور سچی دوسری صرف انہیں لوگوں سے کرنی چاہیے جن کے عقائد ونظریات صالح ہوں، اور جن کے اعمال و عادات اور عادات واطوار پاکیزہ ہوں، چنانچہ اس بارے میں قرآن کریم کی ہدایت بھی یہی ہے۔

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَكُونُوا۟ مَعَ ٱلصَّـٰدِقِينَ.

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔''(۶)

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

''حریص کی ہمنشینی اور مخالطت حرص کا ذریعہ بنتی ہے اور زاہد کی ہمنشینی ومخالطت دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے کیونکہ

صحبت واختلاط کا اثر قبول کرنا اور اپنے ہمنشین ومصاحب کی مشابہت وپیروی اختیار کرنا انسانی طبیعت وجبلت کا خاصہ ہے۔'' (۷)

حضرت عمران ابن حطان رحمتہ اللہ علیہ (تابعی) کہتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کو مسجد میں پایا، اس وقت وہ ایک کالی چادر میں لپٹے ہوئے تنہا بیٹھے تھے۔ میں نے عرض کیا اے ابوذر! یہ تنہائی کیوں اختیار کر رکھی ہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

''برے ہم نشینوں کے پاس بیٹھنے سے تنہائی بہتر ہے اور تنہا بیٹھنے سے نیک ہم نشینوں کے پاس بیٹھنا بہتر ہے نیز چپ رہنے سے بھلائی کا سکھانا بہتر ہے اور برائی سکھانے سے چپ رہنا بہتر ہے (اور ظاہر ہے کہ جو چیز چپ رہنے میں مددگار اور معین بن سکتی ہے وہ گوشہ نشینی اور خلوت ہی ہے)۔'' (۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''مومن کی مثال عطر فروش کی سی ہے اگر تو اس کے پاس بیٹھے گا تب بھی نفع پہنچائے گا اور اگر تو اس کے ساتھ چلے گا تب بھی تجھے نفع پہنچائے گا اور اگر تو اس کے ساتھ شرکت اختیار کرے گا تب بھی نفع پہنچائے گا۔'' (۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں یاقوت کے ستون ہیں، جن پر زمرد کے بالا خانے بنے ہوئے ہیں ان کے دروازے کھلے ہوئے

ہیں اور وہ بالا خانے اور دروازے اس طرح روشن اور چمکتے ہیں جیسا کہ روشن ستارے چمکتے ہیں۔

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے (یہ سن کر) عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! ان میں کون لوگ رہیں گے؟

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''وہ لوگ جو خدا کی رضا و خوشنودی کی خاطر آپس میں محبت رکھتے ہیں، خدا کی رضا و خوشنودی کی خاطر ایک دوسرے کی صحبت و ہمنشینی اختیار کرتے ہیں اور خدا کی رضا و خوشنودی کی خاطر آپس میں ملاقات کرتے ہیں۔'' (۱۰)

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''جب تم کسی بندے کو دیکھو کہ اس کو (دنیا سے) بے رغبتی اور (لغو بے ہودہ کلام سے اجتناب اور) کم گوئی عطا کی گئی ہے تو اس کی قربت و صحبت اختیار کرو کیونکہ اس کو حکمت و دانائی کی دولت عطا کی گئی ہے۔'' (۱۱)

حضور ابو رزین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ:

''میں تمہیں اس امر یعنی دین کی جڑ نہ بتلادوں، جس کے ذریعے تم دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کرسکو؟ (تو سنو!) ان چیزوں کو تم اپنے اوپر لازم کرلو: اہل ذکر کی مجالس میں بیٹھا کرو (تاکہ تمہیں بھی ذکر اللہ کی توفیق و سعادت نصیب ہو)۔ جب تنہا رہو تو جس قدر ممکن ہو ذکر اللہ کے لیے اپنی زبان کو حرکت میں رکھو (یعنی لوگوں سے بیٹھ کر بھی اللہ کا ذکر

کرو اور تنہائی میں بھی اللہ کی یاد سے قلب کو منور کرو)۔ محض اللہ ہی کے لیے کسی سے محبت کرو اور اللہ ہی کے لیے بغض رکھو۔ اے ابوزرین! کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی زیارت وملاقات کی غرض سے گھر سے نکلتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں اور وہ (سب فرشتے) اس کے لیے دعا و استغفار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! اس شخص نے محض تیری رضا و خوشنودی کی خاطر (ایک مسلمان بھائی سے) ملاقات کی ہے تو اس کو اپنی رحمت و مغفرت کے ساتھ منسلک کر لے۔ پس اے ابوزرین! اگر تمہارے لیے ان مذکورہ چیزوں میں اپنی جان کو لگانا ممکن ہو تو ان چیزوں کو ضرور اختیار کرو۔'' (۱۲)

انسانی زندگی پر صحبت کے اثرات:

فائدہ: حضرت مجدد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''چونکہ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ دوسرے انسان کے خیالات اور حالات سے بہت جلد اور بہت قوت کے ساتھ اور بدوں کسی خاص کوشش کے اثر قبول کر لیتا ہے، اچھا اثر بھی اور برا اثر بھی۔ اس لیے اچھی صحبت بہت ہی بڑے فائدے کی چیز ہے اور اسی طرح بری صحبت بڑے نقصان کی چیز ہے اور اچھی صحبت ایسے شخص کی صحبت ہے جس کو ضرورت کے موافق دین کی باتوں کی واقفیت بھی ہو اور جس کے عقیدے بھی اچھے ہوں، شرک و بدعت اور دنیا کی رسموں سے بچتا ہو، اعمال بھی اچھے ہوں، نماز، روزہ اور

ضروری عبادتوں کا پابند ہو، معاملات بھی اچھے ہوں، لین دین صاف ہو، حلال وحرام کی احتیاط ہو، اخلاق ظاہری بھی اچھے ہوں، مزاج میں عاجزی ہو، کسی کو بلاوجہ تکلیف نہ دیتا ہو، غریبوں حاجت مندوں کو ذلیل نہ سمجھتا ہو، اخلاق باطنی بھی اچھے ہوں۔ خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کا خوف دل میں رکھتا ہو، دنیا کا لالچ دل میں نہ رکھتا ہو، آخرت کی زندگی کے سامنے دنیا کی زندگی کو عزیز نہ رکھتا ہو، ہر حال میں صبر وشکر کرتا ہو، جس شخص میں یہ باتیں پائی جائیں اس کی صحبت اکسیر ہے اور جس شخص کو ان باتوں کی پوری پہچان نہ ہو سکے اس کے لیے یہ پہچان ہے کہ اپنے زمانے کے نیک لوگ (جن کو اکثر مسلمان عام طور پر نیک سمجھتے ہوں ایسے نیک لوگ) جس شخص کو اچھا کہتے ہیں ہوں اور دس پانچ بار اس کے پاس بیٹھنے سے بری باتوں سے دل ہٹنے لگے، اور نیک باتوں کی طرف دل جھکنے لگے بس تم اس کو اچھا سمجھو اور اس کی صحبت اختیار کرو اور جس شخص میں بری باتیں دیکھی جائیں، بدون کسی سخت مجبوری کے اس سے میل جول مت کرو کہ اس سے دین تو بالکل تباہ ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ دنیا کا بھی نقصان ہو جاتا ہے، کبھی تو جان کا کہ کسی تکلیف یا پریشانی کا سامنا ہو جاتا ہے اور کبھی مال کا کہ کسی بری جگہ خرچ ہو گیا یا دھوکہ میں آکر کسی کو دے دیا، خواہ محبت کے جوش میں آکر مفت دے دیا، خواہ قرض کے طور پر دیا تھا پھر وصول نہ ہوا اور کبھی آبرو کا کہ بروں کے ساتھ یہ بھی رسوا و بدنام ہوا اور جس شخص میں نہ اچھی علامتیں معلوم ہوں اور نہ بری علامتیں اس پر گمان

تو نیک رکھو، اس کی صحبت مت اختیار کرو، غرض تجربہ سے
نیک صحبت کو دین کے سنورنے میں اور دل کے مضبوط ہونے
میں بڑا دخل ہے اور اسی طرح صحبت بد کو دین کے بگڑنے میں
اور دل کے کمزور ہونے میں۔" (۱۳)

مَا عَاتَبَ الْمَرْءُ الْكَرِيمُ كَنَفْسِهِ
وَالْمَرْءُ يُصْلِحُهُ الْجَلِيسُ الصَّالِحُ

(لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

علامہ عینیؒ کی نظر میں صحبت کا فائدہ:

مشہور حنفی امام علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ "شرح بخاری" میں فرماتے ہیں:

"حضرات محققین نے نیک لوگوں کے پاس بیٹھنے اور ان کی
صحبت کو مستحب قرار دیا ہے، کیونکہ اس صحبت کا ثمرہ یہ حاصل
ہوتا ہے کہ ان صالحین کے احترام اور ان سے حیاء کی وجہ
سے نقائص اور عیوب میں مبتلا ہونے سے بچا رہتا ہے۔
(یہ تو ان لوگوں کی حالت اور کیفیت ہوتی ہے جن کے
قلوب میں صالحین کا احترام اور ان سے حیاء ہوتی ہے)
لہٰذا ان لوگوں کی طہارت اور پاکیزگی نفس کا کیا عالم ہوگا
جن کو (احسانی کیفیت اور) یہ استحضار حاصل ہو کہ اللہ
تبارک وتعالیٰ ان کی ہر چھپی ہوئی اور ظاہری بات سے باخبر
ہیں۔" (۱۴)

کتاب برے ہم نشین سے بہتر ہے!:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الزہد" میں حضرت جعفر ابن سلیمان سے

روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مالک ابن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک کتا دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا: اے ابو یحییٰ! آپ نے اس کتے کو کیوں رکھا ہوا ہے؟

آپ نے جواب دیا: یہ کتا برے ہمنشین سے بہتر ہے۔ (۱۵)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے منبہات میں ایک حدیث ذکر کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

> ''اپنے اوپر علما کی مجالس میں بیٹھنا لازم کرلو اور حکما کے کلام سے نفع حاصل کرو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نور حکمت سے دلوں کو اس طرح زندہ کرتے ہیں جیسے مردہ زمین کو بارش سے۔''

پریشانی کے ازالے کا نسخۂ اکسیر:

بعض حکما کا ارشاد ہے کہ تین چیزیں انسان کی پریشانی کو دور کرتی ہیں:

۱۔ اللہ والوں کی زیارت۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر۔

۳۔ عقل مندوں کی باتیں سننا۔ (۱۶)

بعض حکما کا قول ہے کہ:

كُفْرانُ النِّعمَةِ لُوْمٌ وَصُحْبَةُ الْاَحْمَقِ شُوْمٌ

> ''نعمتوں کی ناشکری قابل ملامت کام ہے اور بے وقوفوں میں صحبت میں اس کے لیے بدفالی ہے۔''

توبہ قبول ہونے کی علامت:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ کسی حکیم سے پوچھا گیا کہ بندہ جب توبہ کرتا ہے تو کیا اس کو پتہ چل سکتا ہے کہ اس کو توبہ قبول ہو چکی ہے؟ انہوں نے کہا کہ

میں قطعی فیصلہ تو نہیں کرسکتا البتہ چند علامات بتادیتا ہوں جس سے اس کی توبہ کی قبولیت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

۱۔اپنے کو غلطیوں سے پاکیزہ اور معصوم نہ سمجھے۔

۲۔اپنے دل کو خوشی سے خالی اور غم سے بھرا ہوا پائے۔

۳۔نیک لوگوں کے قریب ہو اور برے لوگوں سے دور بھاگے۔

۴۔دنیا تھوڑی بھی ہو تو زیادہ سمجھے اور آخرت کے اعمال زیادہ بھی ہوں تو کم سمجھے۔

۵۔اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والی چیزوں میں مشغول رکھے اللہ تعالیٰ سے دور کرنے والی چیزوں سے بچتا رہے۔

۶۔اپنی زبان کی حفاظت کرنے والا ہو اور ہمیشہ تفکر اور شرمندگی کی حالت میں رہے۔(۱۸)

حضرت لقمان حکیمؒ کی بیٹے کو نصیحتیں:

حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی کہ اے میرے بیٹے! حکمت و دانائی کی بات یہ ہے کہ تم ان باتوں پر پابندی سے عمل کرو۔

۱۔اپنے مردہ دل کو خدا کی یاد سے زندہ رکھو۔

۲۔مسکینوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا رکھو۔

۳۔مال داروں اور بادشاہوں کی مجلس سے دور رہو۔

۴۔بے سہارا لوگوں کا سہارا بنو۔

۵۔غلاموں کو خرید کر آزاد کرو۔

۶۔اجنبی لوگوں کو ٹھکانہ دو۔

۷۔غریبوں کو مال دار کرو تا کہ وہ کسی سے مانگنے کے محتاج نہ رہیں۔

۸۔اہل شرافت کی تعظیم کرو۔

۹۔خاندان نبوت (سادات) کا احترام کرو۔

یہ چیزیں مال و دولت سے بہتر ہیں اور خوف سے حفاظت کا ذریعہ ہیں اور مرد میدان کے لیے سامان جنگ ہیں اور یہ صفات اخروی خوف کے وقت نجات کا ذریعہ ہیں اور آخرت میں رہنمائی کرنے والی ہیں اور قیامت کے دن پردہ پوشی کا کام دیں گی جس دن کہ کسی کپڑے وغیرہ سے پردہ پوشی نہیں ہو سکے گی۔(۱۹)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا ارشاد:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے ارشاد فرمایا کہ:

''جو تجھے تکلیف دے، اس سے علیحدہ ہو جا اور اچھے دوست کی صحبت کو اختیار کر اور اچھے دوست کو تم کم ہی پاؤ گے اور اپنے امور میں ان لوگوں سے مشورہ لیا کر جو اللہ پاک سے ڈرتے ہیں۔''(۲۰)

حضرت لقمان نے نصیحت کی کہ:

''بیٹا! صلحاء کی مجلس میں بیٹھا کر اس سے تو بھلائی کو پہنچے گا اور ان پر جو رحمت نازل ہو گی تو تو بھی اس میں شریک ہو گا اور بدوں کی صحبت میں کبھی نہ بیٹھا کر کیونکہ ان سے بھلائی کی توقع نہیں اور کسی وقت کوئی آفت ان پر نازل ہوئی تو تو بھی شریک ہو جائے گا۔''(۲۱)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے ارشاد فرمایا کہ:

''تم کتاب کے برتن بن جاؤ اور علم کا چشمہ اور اللہ سے ہر دن کے رزق کا سوال ہر دن کر لیا کرو، توبہ کرنے والوں کے پاس بیٹھا کرو اس لیے کہ ان کے دل ہر چیز سے نرم ہیں۔''(۲۲)

سعادت مندی کی علامت:

حضرت ابوعلی جوز جانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بندہ کی نیک بختی کی علامت یہ ہے کہ اس پر اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت آسان ہو جائے اور اس کے افعال سنت کے مطابق ہو جائیں اور اس کو نیک لوگوں کی صحبت نصیب ہو جائے اور اپنے احباب و اخوان کے ساتھ اس کو حسن سلوک کی توفیق ہو جائے اور خلق اللہ کے لیے اس کا نیک سلوک عام ہو اور مسلمانوں کی غم خواری اس کا شیوہ ہو اور اپنے اوقات کی نگہداشت کرے۔ (۲۳)

دل کے نور اور ظلمت کی پہچان:

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ چار چیزیں دل کی ظلمت اور تاریکی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں:

۱۔ بغیر ضرورت کے پیٹ کو بھرنا۔

۲۔ ظالم لوگوں کی مصاحبت اختیار کرنا۔

۳۔ گناہوں کو بھلا دینا۔

۴۔ لمبی لمبی امیدیں باندھنا۔

اور چار چیزیں دل کے نور کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں:

۱۔ خوف خدا کی وجہ سے پیٹ کا خالی ہونا۔

۲۔ نیک لوگوں کی مجالست وصحبت اختیار کرنا۔

۳۔ سابقہ گناہوں کو یاد کر کے روتے رہنا۔

۴۔ امیدوں کا مختصر ہونا۔ (۲۴)

بیمار دل کے لیے نسخہ شفا:

حضرت عبداللہ انطاکی رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ پانچ چیزیں دل کی

بیماریوں کی دوا ہیں:

۱۔ نیک لوگوں کی صحبت ومجالست۔

۲۔ تلاوت قرآن مجید۔

۳۔ نماز تہجد۔

۴۔ پیٹ کو خالی رکھنا۔

۵۔ سحری کے وقت اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کرنا۔ (۲۵)

فائدہ: مذکورہ بالا احادیث مبارکہ اور حضرات سلف رحمہم اللہ کے اقوال وارشادات سے نیک صحبت کی اہمیت کا خوب اندازہ ہوتا ہے کہ ایک انسان کے اعمال و اخلاق، عادات واطوار کی تبدیلی میں صحبت وہمنشینی کس قدر زود اثر ہے۔ اہل اللہ کی صحبت سے ایسی ہمت وقوت حاصل ہوتی ہے کہ اپنی زندگی کو شریعت مقدسہ کی پاکیزہ تعلیمات کے مطابق گزارنا نہ صرف آسان بلکہ مرغوب ہوجاتا ہے، غیر ارادی طور پر قلب میں ایسی استقامت اور دین کی عظمت پیدا ہوجاتی ہے کہ پھر گمراہی اور بھٹکنے سے حفاظت ہوجاتی ہے۔ جب کہ دوسری طرف بری صحبت میں اچھے سے اچھا انسان بھی بہت جلد بگڑ جاتا ہے، بعض اوقات بری ہمنشینی کی وجہ سے آدمی دین وایمان سے بیزار ہوجاتا ہے، شریعت مقدسہ کی تعلیمات کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے بجائے سرکشی پیدا ہونا شروع ہوجاتی ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

صحبتِ صالحہ کا حکم مجدد تھانوی رحمہ اللہ کی زبانی:

حکیم الامت مجدد الملّت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی نوراللہ مرقدہ نے (جن کی مجددانہ اور معتدل تعلیمات تمام شعبہ ہائے دین پر حاوی اور مکمل شریعت کا جوہر اور مغز ہیں) دور حاضر کی بھیانک صورت حال کو بھانپتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''یہ صحبت میرے نزدیک اس زمانہ میں فرض عین ہے، بڑے ہی خطرہ کا وقت ہے، جو چیز مشاہدہ سے ایمان کی حفاظت کا سبب ہو، اس کے فرض عین ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔ ایسی چیز کا اہتمام تو ابتدا ہی سے ہونا چاہیے۔'' (۲۶)

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

''آج کل افعال رذیلہ کا ہر شخص شکار بنا ہوا ہے، اس کا زیادہ تر سبب اہل اللہ کی صحبت سے محروم ہونا ہے، صحبت بڑی چیز ہے اس کی قدر اس لیے نہیں رہی کہ آخرت کی فکر نہیں رہی، ورنہ آخرت کی فکر میں رہنے والا اس سے کبھی بھی اپنے کو مستغنی نہیں سمجھ سکتا۔ میں تو اس زمانہ میں اہل اللہ کی صحبت کو فرض عین کہتا ہوں۔'' (۲۷)

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

''میں کہا کرتا ہوں کہ محض لکھنے پڑھنے سے کیا ہوتا ہے، جب تک کسی کی جوتیاں سیدھی نہیں کیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ آدمی جاہل رہے، مگر اس میں تدین ہو، وہ جاہل اس بددین عالم سے اچھا ہے، جس میں دینداری نہ ہو اور ایسے ان پڑھ ہونے اور حساب کتاب نہ جاننے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فخر کیا ہے۔

نَحْنُ اُمَّةٌ اُمِّيَةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْتَسِبُ

بعض صحابی تو ایسے ہوئے ہیں کہ ان کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ سو کتنے ہوتے ہیں مگر ان میں پھر کیا بات تھی جس کی وجہ سے ان کو فضیلت حاصل تھی، صحابہ کی حالت تو یہ تھی، مگر درجات کی حالت یہ تھی کہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ ان کے برابر نہ عمر

بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ ان کے برابر، بایزید، ان کے
برابر نہ جنید رحمہم اللہ...... بات صرف یہ تھی کہ صحابہ کو حضور
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی تھی اور اس
صحبت سے ان کا دین، ایمان، خالص اور کامل ہوگیا تھا پس
اصل چیز یہ ہے اور اگر آدمی پڑھا ہوا ہو مگر اس دولت سے
محروم ہو یعنی کسی اہل اللہ کی جوتیاں سیدھی نہ کی ہوں تو
ایسا شخص بڑے خسارے میں ہے۔" (۲۸)

اہل اللہ کی صحبت حفاظت ایمان کا بہت بڑا ذریعہ ہے:

حضرت اقدس مجدد تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے ملفوظات میں ہے:

"صحبت اولیاء اللہ میں ایک خاص بات قلب میں ایسی پیدا
ہوجاتی ہے کہ جس سے خروج عن الاسلام کا احتمال نہیں
رہتا، خواہ گناہ اور فسق و فجور سبھی کچھ اس سے وقوع میں
آئیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ دائرہ اسلام سے خارج
ہوجائے، مردودیت کی نوبت نہیں آتی، برخلاف اس کے
ہزاروں برس کی عبادت میں بھی بذاتہٖ یہ اثر نہیں کہ وہ کسی
مردودیت سے محفوظ رکھ سکے۔ چنانچہ شیطان نے لاکھوں
برس عبادت کی، لیکن وہ اس کو مردودیت سے نہ روک سکی،
یہی معنی ہیں اس شعر کے

یک زمانے صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

(مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ)

"اللہ والوں کی صحبت میں گزرا ہوا تھوڑا سا وقت بھی سو سالہ

بے ریا اطاعت وعبادت سے بہتر ہے۔"
کیونکہ ظاہر ہے کہ ایسی چیز جو مردودیت سے ہمیشہ کے لیے محفوظ کردے، ہزارہا سال کی اس عبادت سے بڑھ کر ہے جس میں یہ اثر نہ ہو۔"(۲۹)

حضرت مولانا تھانوی رحمتہ اللہ علیہ اپنے وعظ میں فرماتے ہیں:
"صحبت اہل اللہ سے وہ بات حاصل ہوگی کہ اس کی بدولت اسلام دل میں رچ جائے گا، اور یہی مذہب کی روح ہے کہ دین کی عظمت دل میں رچ جائے اور ضرورت اسی کی ہے کہ مذہب دل میں رچا ہو، اگر دل میں یہ حالت نہیں ہے تو نہ ظاہری نماز کام کی، نہ روزہ، بس یہ حالت ہے کہ طوطے کو سورتیں رٹادیں کہ وہ محض اس کی زبان پر ہیں، دل میں کوئی اثر نہیں ہوتا۔
جس تعلیم کا اثر دل پر نہیں ہوتا، مصیبت کے وقت وہ کچھ کام نہیں دیتی تو اگر دین کی محبت دل میں رچی نہ ہو تو حافظ قرآن وعالم بھی ہوگا تب بھی آٹے دال ہی کا بھاؤ دل میں لے کر مرے گا، جیسا کہ اس وقت اکثر حالات ہیں کہ دل میں اسلام کا اثر کم ہوتا جاتا ہے۔
اسی کو دیکھ کر میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں کا اسلام نکلا جارہا ہے، اپنی اولاد پر رحم کرو، اور ان کو اسلام کے سیدھے راستے پر لگاؤ۔"(۳۰)

مثنوی معنوی کا درس:

اس ناکارہ نے مرشدی ومحبوبی، شفیق الامت حضرت مولانا شاہ محمد فاروق

صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز سے سنا کہ آپ قونیہ (ترکی) کے سفر میں زیارت کی غرض سے حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ (صاحب مثنوی شریف) کے مزار پر تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص مقام عشق و معرفت نصیب فرمایا تھا، ان کی مثنوی شریف ان کی جلالت شان اور علم و عرفان کی کھلی شاہد ہے۔ ادھر ہمارے حضرت شفیق الامت قدس سرہٗ کو اللہ تعالیٰ نے خاص مقام دعا سے نوازا تھا، خاص خاص مقامات پر، موقع کی مناسبت سے بارگاہ خاوندی میں، عجیب و غریب اور لطیف لطیف عنوانات سے دعا مانگنے کا خاص ملکہ تھا۔ مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری کے دوران مراقب ہو کر بارگاہ عزوجلال میں دعا کی کہ یا اللہ! مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ کی مثنوی معنوی میں سے خاص علم و معرفت اور پند و نصیحت عطا فرما۔ آپ کے دل پر اللہ تعالیٰ نے مثنوی شریف کا یہ شعر القاء فرمایا ہے ؎

صحبت نیکاں گر یک طاعت
بہتر از صد سالہ زہد و طاعت است

''مطلب یہ ہے کہ نیکوں کی صحبت و مجالست اگر ایک گھڑی
بھی میسر آ جائے تو صد سالہ عبادت اور زہد سے بہتر ہے۔''

اہل اللہ کی صحبت کے فوائد:

مسیح الامت حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ صاحب قدس سرہٗ نے اہل اللہ کی صحبت کے درج ذیل فوائد تحریر فرمائے ہیں۔

۱۔ شیخ کے اندر جو چیز ہے وہ آہستہ آہستہ آپ کے اندر بھی آئے گی۔

۲۔ اگر اصلاح کامل نہ بھی ہو تو کم از کم اپنے عیوب پر نظر ہونے لگتی ہے، یہ بھی کافی اور مفتاح طریق ہے۔ (یعنی اللہ تک پہنچانے والے راستے کی کنجی ہے)

۳۔ اخلاق و عادات میں اس کا اتباع کرے گا، اذکار و عبادات میں نشاط اور ہمت کو قوت ہوگی۔

۴۔ جو عجیب حال پیش آئے گا، اس کے بارے میں اس سے تشفی ہو جائے گی۔

۵۔ جو افادات زبانی سننے میں آتے ہیں وہ تحقیقات و مسائل کا خلاصہ ہوتے ہیں، جس سے اپنی حالت بھی وضاحت کے ساتھ منکشف ہوتی ہے۔

۶۔ ان اہل صحبت میں جو بابرکت ہوتے ہیں، وہاں ایک نفع صحبت کی برکت اور ان کے طرز عمل سے سبق لینا ہوتا ہے۔

۷۔ عمل کا شوق بڑھتا ہے۔

۸۔ اپنی استعداد معلوم ہو جاتی ہے۔

۹۔ اہل محبت کی صحبت سے محبت الٰہی پیدا ہو جاتی ہے۔

۱۰۔ مشائخ اعمال صالحہ کی وجہ سے بابرکت ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کی تعلیم میں بھی برکت ہوتی ہے جس کی وجہ سے جلد (رذائل سے) شفا ہو جاتی ہے، خود کتابیں دیکھ کر علاج کرنا کافی نہیں۔

۱۱۔ اہل اللہ کی صحبت کے مؤثر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بار بار اچھی باتیں جب کان میں پڑیں گی تو کہاں تک اثر نہ ہوگا، ایک وقت چُوکو گے، دو وقت چُوکو گے، تیسری دفعہ تو اصلاح ہو ہی جائے گی اور (اہل اللہ کی صحبت کے مؤثر ہونے کا) ایک سبب باطنی بھی ہے، وہ یہ ہے کہ جب تم ان کے پاس رہو گے اور تعلق بڑھاؤ گے تو اس سے دو طرح اصلاح ہوئی ایک تو یہ کہ وہ دعا کریں گے اور ان کی دعا مقبول ہوتی ہے، تو حق تعالیٰ تم پر فضل فرما دیں گے اور اکثر یہ ہے کہ ان کی دعا اللہ کی اجازت ہوتی ہے، تو ان کے منہ سے دعا نکلنا اس بات کی علامت سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل ہونے کا وقت آ گیا۔ دوسری وجہ بڑی خفی ہے وہ یہ کہ تمہارے اعمال میں ان کی محبت سے برکت ہوگی اور جلد ترقی ہوگی اور جلد اصلاح ہو جائے گی۔

۱۲۔ ان حضرات کے دل خدا کے نور سے روشن ہیں، ان کے پاس رہنے سے نور آتا ہے اور جب نور آتا ہے تو ظلمت جاتی ہے، پس اس نور سے ہر چیز کی حقیقت کھل جاتی ہے اور شبہ جاتا رہتا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر اگر طبیعت میں سلامتی ہو تو بدوں پاس رہے ان حضرات کو دیکھ لینا ہی کافی ہو جاتا ہے اور اگر اس درجہ کی سلامتی نہ ہو تو البتہ پھر چند دن کی صحبت کی بھی ضرورت ہے۔ (۳۱)

کامل محقق کی علامات:

حضرت مجدد تھانوی قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ:

صاحب کمال ہونے کی علامتیں یہ ہیں کہ:

- ایک تو بقدر ضرورت علم دین رکھتا ہو۔
- دوسرے شریعت پر پوری طرح پابند ہو۔
- تیسرے اس میں یہ بات ہو کہ جس امر کو خود نہ جانتا ہو، علماء سے رجوع کرتا ہو۔
- چوتھے علماء سے اس کو وحشت نہ ہو۔
- پانچویں یہ کہ روک ٹوک کی عادت ہو، مریدین اور متعلقین کو ان کی حالت پر نہ چھوڑ دیتا ہو۔
- چھٹے یہ کہ اس کی صحبت میں یہ برکت ہو کہ اس کے پاس بیٹھنے سے دنیا کی محبت کم ہوتی جائے۔
- ساتویں یہ کہ اس کی طرف صلحاء اور دین کے سمجھنے والے زیادہ متوجہ ہوں، اور یہ کمال کی بڑی علامت ہے، جس شخص میں یہ علامتیں پائی جائیں۔ وہ مقبول اور کامل ہے اور اس کی صحبت سے مستفیض ہونا چاہیے۔ (۳۲)

ہم نشین کے اوصاف امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی:

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کی مصاحبت اختیار

کرے اس میں پانچ چیزیں ہونا چاہئیں۔

۞ اول صاحب عقل ہو، اس لیے کہ عقل اصل راس المال ہے، بے وقوف کی مصاحبت میں کوئی فائدہ نہیں ہے، اس کا انجام کار وحشت اور قطع رحمی ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے تو یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ احمق کی صورت دیکھنا بھی خطا ہے۔

۞ دوسری چیز یہ ہے کہ اس کے اخلاق اچھے ہوں، جب آدمی کے اخلاق برے ہوں تو وہ عقل پر بسا اوقات غالب آجاتے ہیں۔ ایک آدمی سمجھدار ہے بات کو خوب سمجھتا ہے، لیکن غصہ، شہوت بخل وغیرہ اس کو اکثر عقل کا کام کرنے نہیں دیتے۔

۞ تیسری چیز یہ ہے کہ وہ فاسق نہ ہو، اس لیے کہ جو شخص اللہ جل شانہ سے بھی نہ ڈرتا ہو، اس کی دوستی کا کوئی اعتبار نہیں، نہ معلوم کس جگہ کس مصیبت میں پھنسا دے۔

۞ چوتھی چیز یہ ہے کہ وہ بدعتی نہ ہو کہ اس کے تعلقات سے بدعت کے ساتھ متاثر ہو جانے کا اندیشہ ہے اور اس کی نحوست کے متعدی ہونے کا خوف ہے۔ بدعتی اس کا مستحق ہے کہ اس سے تعلقات اگر ہوں تو منقطع کر لیے جائیں۔ نہ یہ کہ تعلقات پیدا کیے جائیں۔

۞ پانچویں چیز یہ ہے کہ وہ دنیا کمانے کا حریص نہ ہو کہ اس کی صحبت سم قاتل ہے۔ اس لیے کہ طبیعت تشبہ اور اقتداء پر مجبور ہوا کرتی ہے اور مخفی طور پر دوسرے کے اثرات لیا کرتی ہے۔ (۳۳)

ایک مفید مشورہ:

وہ شخص جو کسی ایسے شیخ سے تعلق قائم کر چکا ہو جو اہل بدعت میں سے ہو، اور اس کے عقائد ونظریات قرآن وسنت اور سلف صالحینؒ کے مطابق نہ ہوں، نیز مذکورہ بالا علامات اس کے اندر نہ پائی جاتی ہوں تو اس کو میرے شیخ، امام السلوک حضرت مولانا

شاہ محمد فاروق صاحب قدس سرہٗ یہ مشورہ مرحمت فرمایا کرتے تھے کہ وہ چپکے سے اس سے تعلق ختم کرلے لیکن اس شیخ کو تعلق کے قطع کرنے کے بارے میں اطلاع کرنا مناسب نہیں ہے اور کسی ایسے محقق شیخ کے دامن کو پکڑ لے جس میں مندرجہ بالا علامات موجود ہوں۔

حضرت تھانوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

> ''اگر کسی صاحب کو باوجود تلاش بسیار کے ایسی بابرکت صحبت اور ایسا محقق شیخ میسر نہ ہو، جیسا کہ پچھلی سطور میں ذکر کیا گیا ہے تو اس کے لیے بزرگان دین کے مواعظ و ملفوظات کا مطالعہ کرنا، ان کے توکل، صبر وشکر، تقویٰ و طہارت کی حکایات کا مطالعہ کرنا یا کسی سے سننا صحبت کے قائم مقام ہوگا۔'' (۳۴)

اہل باطل کی تحریرات کا مطالعہ دور حاضر کی غلط صحبت:

آج کل جس امر میں سب سے زیادہ بے احتیاطی برتی جارہی ہے وہ کتب بینی اور مطالعہ ہے، جس قسم کی تحریر یا کتاب سامنے آتی ہے، اس کا بڑی بے باکی سے مطالعہ شروع کردیتے ہیں، اس بات کی تحقیق نہیں کی جاتی کہ اس کتاب کا مصنف صحیح العقیدہ اور صحیح الفکر مسلمان ہے یا نہیں؟ مصنف کتاب، حضرات سلف صالحین کی روش پر گامزن ہے یا اپنے قلم کے ذریعے مسلمانوں کی چودہ سو سالہ سوچ اور فکر کے خلاف کوئی نئی سوچ اور فکر پیدا کرنا چاہتا ہے، لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کتاب کے مطالعہ میں کیا حرج ہے؟

میرے محترم! خوب سمجھ لیجیے! جس برق رفتاری سے بری صحبت اور غلط سوسائٹی سے انسان کے اخلاق واطوار بگڑتے ہیں، اہل باطل کی کتابوں سے بھی ویسا ہی اثر انسان کے عقائد واعمال پر پڑتا ہے۔

خدانخواستہ اگر مصنف کا قلم پر زور اور اس کی تحریر چٹ پٹی ہوئی تو پھر غیر شعوری

طور پر اس کا جو سنگین اثر قلب پر ہوگا، وہ صاف ظاہر ہے اس لیے خدارا! ہر لکھی ہوئی تحریر کو للچائی ہوئی نظروں سے نہ دیکھیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ مؤلف نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، ائمہ مجتہدین، سلف صالحین رحمہم اللہ اور بزرگان دین کے بارے میں دل میں کینہ چھپا رکھا ہو اور زور قلم کے ذریعے تحریر کو چکنا کر کے، معقولیت کا لبادہ اوڑھ کر بدگمانی کا وہ زہر تمہارے قلوب میں پیدا کر دے۔ یوں ایمان کے لالے پڑ جائیں اور اپنی بنی بنائی عاقبت خراب کر بیٹھیں۔

لہٰذا ایسے حضرات کو چاہیے جو مطالعہ کتب کا جذبہ نیک رکھتے ہیں، کہ کسی کتاب کے مطالعہ سے پہلے علماء محققین سے مشورہ ضرور لیں کہ آیا اس کتاب کا پڑھنا ہمارے لیے مفید ہے یا مضر؟ علمائے محققین کی پہچان کے بارے میں گزشتہ اوراق میں بفضلہٖ تعالیٰ عرض کیا جا چکا ہے۔

حضرات محترم! مشکوۃ شریف کی اس حدیث میں غور فرمالیں، جس کو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تورات کا ایک نسخہ لے کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تورات کا نسخہ ہے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تورات پڑھنا شروع کر دی ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کے تیور (غصہ کی وجہ سے) بدلنے لگے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (جب یہ منظر دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے) فرمایا: تجھے گم پانے والی عورتیں گم پائیں (یہ ملامت کا کلمہ ہے جو اہل عرب کے ہاں بولا جاتا تھا) تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی طرف نہیں دیکھتے (کہ غصہ سے لال سرخ ہو رہا ہے) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو دیکھا تو فوراً کہا: میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے غصہ سے اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے غصہ سے، ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر تمہارے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی ظاہر ہو جائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع کرنے لگو، تو یقیناً تم سیدھے راستے سے گمراہ ہو گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میرے زمانۂ نبوت کو پا لیتے تو وہ بھی یقیناً میرا ہی اتباع کرتے۔ (۳۵)

اس حدیث مبارک میں ہمارے لیے بڑی نصیحت ہے کہ اتنی مقدس آسمانی کتاب تورات کے مطالعہ کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا اور پھر پڑھنے والی شخصیت (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) بھی ایسی کہ جن کا تصلّب فی الدین اور استقامت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ممتاز درجے کی حامل ہے جن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيًّا لَكَانَ عُمَرُ"

"اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) ہوتے۔"

جن کے بارے میں زبان پیغمبر سے ارشاد گرامی ہے:

"اَشَدُّ هُمْ فِي اَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ"

"اللہ کے اس دین کے بارے میں تمام صحابہ میں سب سے سخت اور مضبوط عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) ہیں۔"

اور پھر زمانہ ایسا مبارک کہ جس زمانے میں بنفسِ نفیس سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات موجود ہے، ہر قسم کے شکوک وشبہات کے کافی وشافی علاج کے لیے لسانِ نبوت موجود ہے۔

آپ اندازہ فرمائیں کہ یہ عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا ناگوار ہوا کہ غصہ

اور ناپسندیدگی کے آثار چہرۂ انور پر ظاہر ہو گئے۔

بہ نظر انصاف خود ہی غور فرمائیں کہ مجھے اور آپ کو اس دور میں جب کہ فتنے کالے بادلوں کی طرح سر پر منڈلا رہے ہوں، اہل باطل کی کتب و رسائل تحریر کی چاشنی اور ادبیت کا لبادہ اوڑھے ہر طرف شائع و ذائع ہو رہی ہوں تو کس قدر احتیاط کی ضرورت ہے۔ کیا ہم اپنے ایمان کو یوں ہی داؤ پر لگانا گوارا کر لیں گے......؟

شیخ ابو اسحٰق اسفرائینی رحمتہ اللہ علیہ کی مشہور کتاب ''مہذب'' میں ہے کہ جن کتابوں میں اسلام اور ایمان کے خلاف مضامین ہوں یا ایسے مضامین ہوں جن سے گناہوں کی تحسین یا ترغیب ہوتی ہے ان کو اپنے پاس محفوظ رکھنا بھی گناہ ہے ان کتابوں کا مطالعہ بھی گناہ ہے۔ (۳۶)

بغیر تحقیق کے ہر کتاب کا مطالعہ کرنے کے نقصانات:

یہ حضرت مجدد تھانوی رحمتہ اللہ علیہ ہیں جن کے ارشادات نے لاکھوں مردہ دلوں کو ایمانی حیات بخشی، افراط و تفریط کے راستوں پر بھٹکے ہوئے لوگوں کو سنت کے معتدل اور نورانی طریقے پر لا کھڑا کیا اس جلیل القدر امام کے ارشادات سنیے اور لوح قلب پر نقش کر لیجیے۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ''آج کل (لوگ) کثرت سے یہ غلطی کرتے ہیں کہ جو کتاب دین کے نام سے دیکھی یا سنی خواہ اس کا مضمون حق ہو یا باطل، خواہ اس کا مصنف ہندو یا عیسائی یا دہری ہو یا مسلمان پھر مسلمان بھی گو صاحب بدعت ہی ہو۔ غرض کچھ تفتیش نہیں (کرتے) اور اس کا مطالعہ شروع کر دیتے ہیں، اس میں وہ مضامین بھی آ گئے جو کسی مسئلہ سے متعلق اخبارات (اور رسائل میں) چھپتے رہتے ہیں اس میں چند

مضرتیں ہیں۔'' (۳۷)

۱۔ بعض اوقات کم علمی کی وجہ سے یہ ہی امتیاز نہیں ہوتا کہ ان میں کون سا مضمون صحیح ہے کونسا غلط ہے۔ کسی غلط بات کو صحیح سمجھ کر عقیدہ یا عمل میں خرابی کر بیٹھتے ہیں۔

۲۔ بعض اوقات پہلے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر غلط ہے مگر بعض مصنّفین کا طرز بیان ایسا تلبیس آمیز یا دل آویز ہوتا ہے کہ دیکھنے والا فی الفور اس سے متاثر ہو جاتا ہے اور اس کے مقابلہ میں اپنے پہلے اعتقاد کو ضعیف اور بے وقعت خیال کر کے اس کو غلط اور اس کو صحیح سمجھنے لگتا ہے۔

۳۔ اور بعض دفعہ اس کو گو قبول نہیں کرتا مگر مذبذب ہو کر شک میں پڑھ کر دل میں رکھتا ہے اور پریشان ہوتا ہے۔

۴۔ اور کبھی دوسروں سے تحقیق کرنا چاہتا ہے مگر چونکہ اس میں کچھ غموض ہوتا ہے جس کے ادراک (سمجھنے) کے لیے اس کا علم اور ذہن کافی نہیں ہوتا اس لیے سمجھ میں نہیں آتا اور لایعنی سوال کر کے دوسروں کو پریشان کرتا ہے اور جواب دینے والوں کو عاجز سمجھ کر ان کے علم یا اخلاق میں تنگی کا حکم لگا کر ان سے بدگمان ہو جاتا ہے۔ (۳۸)

میں خیر خواہی کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ نئی کتابیں نہ دیکھا کیجیے خواہ مخواہ کوئی شبہ دل میں بیٹھ جائے گا جس کا حل آپ سے نہ ہو سکے گا تو کیا نتیجہ ہوگا لوگ اس کو معمولی بات سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم پکے خیال کے آدمی ہیں ہمارے اوپر کیا اثر ہو سکتا ہے مگر اس قصہ میں ان کو غور کرنا چاہیے۔

کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو تورات اچھی معلوم ہوئی اور لا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھنے لگے بتائیے کہ اس میں خرابی تھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جیسے کامل الایمان جن کے شان میں وارد ہے۔

اَلشَّیْطٰنُ یَفِرُّ مِنْ ظَلِّ عُمَرَ

''شیطان عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سایہ سے بھاگ جاتا ہے۔''

ان کے اوپر شیطان کے اثر ہونے کے کیا معنی! جس مجلس میں وہ موجود ہوں وہاں شیطان بھی نہیں ٹھہرتا اور توریت جیسی آسمانی کتاب تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھی گئی کہ اگر مضمون کی خرابی بھی ہو جائے تو اس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اصلاح فرما دیتے ہیں مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ناگوار ہوا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگاہ کیا کہ دیکھتے نہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر کیا اثر ہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کانپ گئے اور بہت توبہ استغفار کی اور معافی مانگی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے پاس ایک سہل ملت اور پکی اوصاف لایا ہوں اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو سوائے اس کے کہ میری اتباع کرتے کچھ نہ ہوتا یعنی پھر کیا ضروری ہے کہ اس کتاب کو دیکھو جس میں تحریف ہو چکی ہے توریت میں آمیزش تھی تحریف کی، جب اس کے دیکھنے سے منع کیا گیا تو جو کتابیں صرف الحاد و زندقہ کی ہوں ان کا حکم ظاہر ہے اور جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منع فرمایا گیا تو ہم کیا ہیں اور نہ معلوم کیوں دیکھتے ہیں لوگ!! اپنے یہاں تو اتنے علوم ہیں کہ عمر بھر بھی ان کے دیکھنے سے فرصت نہ ملے لہٰذا اپنی کتابوں کو دیکھئے۔ (۳۹)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''غیر علماء کی کتابیں ان کی نظروں سے گزرنا بھی جرم ہے جیسا کہ کوئی شخص باغیانہ کتابیں اپنے گھر میں رکھے ظاہر ہے کہ قانون سلطنت کی رو سے یہ بڑا جرم ہے اور حکومت ایسے شخص کو سزا دے گی۔

علماء پر جو تعصب کا الزام لگاتے ہو تو یہ بھی سوچو کہ اس قانون میں علماء کی ذاتی کیا غرض ہے؟ ظاہر ہے کہ ان کی اس میں

کچھ غرض نہیں بلکہ غرض تو عوام کی موافقت میں ہے طبیب اگر تلخ دوا دے تو بتلاؤ اس میں اس کی کیا مصلحت ہے؟ یقیناً کچھ نہیں بلکہ سراسر مریض کی مصلحت ہے، پس جو علما ایسی باتوں سے منع کرتے ہیں جن میں لوگوں کو مزہ آتا ہے سمجھ لو کہ وہ محض خیر خواہی سے منع کرتے ہیں کیوں کہ وہ ان باتوں میں زہریلا اثر مشاہدہ کرتے ہیں۔

واللہ اہل باطل کی کتابوں کا اثر بعض علماء پر بھی ہو جاتا ہے تو عوام کی ان کے مطالعہ سے کیا حالت ہو گی لہٰذا عوام کو کوئی کتاب علما کے مشورہ کے بغیر ہرگز نہ دیکھنا چاہیے۔ اور اگر کوئی کہے کہ میں رد کے لیے دیکھتا ہوں تو یہ بھی مناسب نہیں کیونکہ یہ کام علماء کا ہے تمہارا کام نہیں اور اس میں آپ کی توہین نہیں۔" (۴۰)

ایک جگہ فرماتے ہیں، مطالعہ صرف محققین کی کتابوں کا کرنا چاہیے:

جو محققین کی تصانیف ہیں ان کو مطالعہ میں رکھیے ہر زید و عمر و بکر کی تصنیف کا مطالعہ نہ کیجیے کیونکہ آج کل آزادی کا زمانہ ہے، ہر شخص کا جو جی چاہتا ہے لکھ مارتا ہے آج کل ایسے ایسے شخص بھی ہیں کہ میں نے ایک رسالہ میں یہ مضمون لکھا ہوا دیکھا کہ سود حرام نہیں ہے مسلمانوں کو سود کے ذریعہ ترقی کرنا چاہیے اور قرآن میں جو ربو آیا ہے وہ رُبا بضم الرا ہے۔ ربودن سے ہے، مطلب یہ ہے خدا نے غصب کو حرام کیا ہے آج کل ایسی بھی تحقیقات ہیں اور ایسے ہی محقق ہیں اور یوں ہی اسلام کے پر توڑے جائیں گے تو پھر اسلام کی خیر نہیں۔

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہر کتاب کے دیکھنے میں کیا حرج ہے اگر ہم اپنے

مسلک میں جمے رہیں تو کسی کتاب کے دیکھنے میں کیا مضائقہ ہے؟ سو بات یہ ہے کہ میں ہر شخص کی تصنیف کے مطالعہ سے نہیں روکتا اگر اس کا برا اثر نہ دیکھتا مگر جب میں لوگوں کو متاثر ہوتا ہوا دیکھتا ہوں تو منع کرتا ہوں پس آپ کی خیر اسی میں ہے کہ صرف محققین کے رسالے دیکھیں اور نئے نئے خودرو مصنفوں کے رسالے ہرگز نہ دیکھیں۔(۴۱)

ایک صاحب ایک نئی لکھی ہوئی کتاب حضرت تھانویؒ کی خدمت میں لائے اس کتاب میں مصنف صاحب نے انبیاء کے بارے میں بڑی گستاخیاں کی ہیں۔

فرمایا: بند کیجیے، اس کے دیکھنے اور سننے سے قلب میں تاریکی پیدا ہوتی ہے جس کی جڑ ہی خراب ہو تو شاخوں کو لے کر کیا کرے اس میں انبیا پر حملہ کیا ہے جب ایسے مضامین ہوں تو ظاہری خوبصورتی اور عمدگی کو لے کر کیا کرے۔(۴۲)

نور اور ظلمت والی کتابیں:

یہ مشاہدہ ہے کہ اہل اللہ کے کلام میں نور ہوتا ہے اور ملحدوں کے کلام میں ظلمت ہوتی ہے گو بزرگوں کی عبارت سادہ ہوتی ہے ان کی عبارت آرائی نہیں ہوتی مگر ان کے مطالعہ سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے۔

اور جو لوگ متبع شریعت نہیں ان کی کتابوں کی عبارت گو کیسی ہی شستہ ہو مگر باطن میں اس سے ظلمت پیدا ہوتی ہے گو ان میں تمام باتیں دین ہی کی ہوں مگر الفاظ چونکہ ان کے اپنے ہی ہیں اس لیے وہ ظلمت سے خالی نہیں ہوتے۔ جس کے دل میں کچھ بھی ادراک ہے وہ اس فرق کو ضرور محسوس کرے گا۔(۴۲)

صحبت طالح ترا طالح کند:

یہی حال اہل باطل کے لیکچرز اور تقریروں کا ہے بلکہ اگر بہ نظر غائر دیکھیں تو غلط قسم کی کتب و رسائل کے مطالعہ سے یہ لیکچرز اور تقریریں زیادہ ضرر رساں ثابت ہوتی

ہیں کیوں کہ مقرر بالمشافہ اپنی جادو اثر تقریر کے ذریعے اپنے دل کی بات سامعین کے قلوب میں اتارنے کی کوشش کرتا ہے۔ بعض اہل باطل تو اس قدر چرب لسان ہوتے ہیں کہ اپنے زور خطابت کے ذریعے، ایسی ایسی باتیں اور قصے کہانیاں بیان کرتے ہیں کہ غیر شعوری طور پر سامعین کے قلوب میں ان مسلمہ اجماعی عقیدوں کے بارے میں جن پر چودہ سو سال سے امت مسلمہ عمل کرتی چلی آرہی ہے، تردد پیدا ہو جاتا ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

بعض حضرات کا خیال ہوتا ہے کہ بات سننے میں کیا حرج ہے؟ بات ہر ایک کی سننی چاہیے۔ اگر غلط بات بیان ہوئی تو ہم نہیں لیں گے۔ بس ہم تو **خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدَرَ** کے اصول پر عمل کریں گے یعنی اچھی اچھی باتیں لے لیں گے اور کچی اور کمزور باتوں کو چھوڑ دیں گے۔ آخر وہ بھی تو اپنے آپ کو حق ہی کا علم بردار کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

خوب یاد رکھیں! یہ سب وہ شیطانی خیالات ہیں جن کے ذریعے شیطان اہل باطل کی صحبت اور جال میں پھانسنا چاہتا ہے اور پھر صحبت بد کا نتیجہ صاف ظاہر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توریت پڑھنے کا وہ قصہ عبرت ونصیحت کے لیے کافی ہے جو چند سطور پہلے مذکور ہوا۔ اہل باطل کے ساتھ اختلاط کی مثال تو بجلی کے ننگے تار کی سی ہے کہ کوئی اس کو دور کرنے کے لیے ہاتھ لگائے یا اپنے قریب کرنے کے لیے دونوں صورتوں میں جان لیوا ثابت ہوتی ہے۔ عافیت اسی میں ہے کہ تار کو سرے سے چھیڑا ہی نہ جائے بعض اہل باطل کو قوت خیالیہ اور مسمریزم کے فن میں بہت مہارت ہوتی ہے وہ اپنے ملنے والے کو قوت خیالیہ کے زور پر بہت جلد اپنا ہم نوا بنا لیتے ہیں۔

ایک ضروری تنبیہ:

آخر میں اس بات کا تذکرہ کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح آدمیوں

کی اچھی بری صحبت دوسرے آدمی کے نظریات وعقائد اور اخلاق واطوار کے بدلنے میں مؤثر ہوتی ہے، اسی طرح وہ اشیاء جن کا انسان کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے، ان کے اثرات بھی مخفی طور پر قلوب کے اندر سرایت کرتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ بکریوں والوں میں مسکنت ہوتی ہے اور فخر وغرور گھوڑے والوں میں ہوتا ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ان دونوں جانوروں کے اندر یہ صفات پائی جاتی ہیں۔ اونٹ اور بیل والوں میں شدت اور سخت دلی بھی وارد ہے متعدد روایات میں چیتے کی کھال پر سواری کرنے سے ممانعت آئی ہے علماء نے منجملہ دوسری وجوہ کے ایک وجہ یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ مجالست کی وجہ سے اس میں درندگی کی خصلت پیدا ہو جاتی ہے۔



حوالہ جات:

(۱) اخرجه البخاری و مسلم کذافی المشکوٰۃ باب الحب فی اللّٰہ ومن اللّٰہ
(۲) المرقاۃ. (ج۸، ص۲۴۷)
(۳) رواه الترمذی و ابوداؤد و الدارمی کذافی المشکوٰۃ کتاب الآداب باب الحب فی اللّٰہ
(۴) المرقاۃ. (ج۸، ص۷۵۰)
(۵) رواه احمد و الترمذی و ابوداؤد و البیهقی قال النودی اسناد. صحیح کذافی المشکوٰۃ کتاب الآداب باب الحب فی اللّٰہ
(۶) مظاهر حق (ج۴، ص۵۷۲)
(۷) المرقاۃ (۸: ۷۵۱)
(۸) رواه البیهقی فی شعب الایمان کذافی المشکوٰۃ کتاب الآداب باب حفظ اللسان
(۹) رواه الطبرانی فی الکبیر کذافی مجمع الزوائد (۱: ۸۳)
(۱۰) رواه البیهقی کذافی المشکوٰۃ کتاب الآداب باب الحب فی اللّٰہ ومن اللّٰہ
(۱۱) رواه البیهقی کذافی المشکوٰۃ کتاب الرتاق
(۱۲) رواه البیهقی کذافی المشکوٰۃ باب الحب فی اللّٰہ
(۱۳) حیات المسلمین
(۱۴) عمدۃ القاری (۱: ۲۸۹)
(۱۵) حیٰوۃ الحیوان (۲: ۵۹۳)
(۱۶) منبّہات
(۱۷) نفسه
(۱۸) نفسه
(۱۹) نفسه
(۲۰) اخرجه البیهقی کذافی حیاۃ الصحابۃ. (ج۳، مواعظ عمر بن الخطابؓ)
(۲۱) الدر المنثور (۵: ۱۶۴) کذافی الاعتدال فی مراتب الرجال
(۲۲) منبّہات
(۲۳) ثمرات الاوراق المفتی محمد شفیعؒ
(۲۴) منبہات
(۲۵) نفسه
(۲۶) الاحتافات الیومیه (۳: ۸۷)
(۲۷) ایضاً (۳: ۶۷۳)
(۲۸) تحفة العلماء (۱: ۲۰۲)
(۲۹) حسن العزیز (۱: ۲۳)
(۳۰) وعظ طریق النجاۃ
(۳۱) ماخذه شریعت و تصوف
(۳۲) وعظ طریق النجاۃ
(۳۳) دعوات عبدیت، ص۶۲
(۳۴) رواه الدارمی کذفی المشکوٰۃ (۱: ۳۲)
(۳۵) مهذب، ص۲۵ . ثمرات الاوراق، ص۲۳۳
(۳۶) اصلاح انقلاب، ص۲۸
(۳۷) اصلاح انقلاب، ص۲۸
(۳۸) حسن العزیز (۳: ۲۲۹)
(۳۹) التبلیغ، وعظ الفاظ القرآن، ص۵۹
(۴۰) التبلیغ، اسباب الفقه (۱۰: ۱۲۶)
(۴۱) حسن العزیز (۳: ۹۱)
(۴۲) حقوق الزوجین، ص۱۲۰ . الکمال فی اللین النساء

دوسری فصل:

حفاظت ایمان کا دوسرا طریقہ

اسلاف رح کا ادب واحترام

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اتُّخِذَا لْفَئُ دِوَلاً وَالْاَمَانَةُ مَغْنَمًا وَالزَّكٰوةُ مَغْرَمًا وَتُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّيْنِ وَاَطَاعَ الرَّجُلُ اِمْرَاَتَهُ وَعَقَّ اُمَّهُ وَاَدْنٰى صَدِيْقَهُ وَاَقْصٰى اَبَاهُ وَظَهَرَتِ الْاَصْوَاتُ فِی الْمَسَاجِدِ وَسَادَ الْقَبِيْلَةَ فَاسِقُهُمْ وَكَانَ زَعِيْمُ الْقَوْمِ اَرْذَلُهُمْ وَاُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهٖ وَظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَ شُرِبَتِ الْخُمُوْرُ وَلَعَنَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا فَارْتَقِبُوا مِنْهُ ذٰلِكَ رِيْحًا حَمْرَاءَ وَزَلْزَلَةً وَخَسْفًا وَمَسْخًا وَ قَذْفًا وَ اٰيَاتٍ تَتَابَعَ كَنِظَامٍ قُطِعَ سِلْكُه فَتَتَابَعَ۔(۱)

''اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب مال غنیمت کو دولت قرار دیا جانے لگے اور جب امانت (کے مال) کو مال غنیمت شمار کیا جانے لگے، اور جب زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے اور جب علم کو دین کے علاوہ کسی اور غرض سے سیکھا جانے لگے اور جب مرد بیوی کی اطاعت کرنے لگے

اور جب ماں کی نافرمانی کی جانے لگےاور جب دوستوں کوتو
قریب اور باپ کو دور کیا جانے لگےاور جب مسجد میں شور و
غل مچایا جانے لگےاور جب قوم و جماعت کی سرداری اس
قوم و جماعت کے فاسق شخص کرنے لگیں اور جب قوم و
جماعت کے زعیم و سربراہ اس قوم و جماعت کے کمینہ اور
رذیل شخص ہونے لگیں اور جب آدمی کی تعظیم اس کے شر اور
فتنہ کے ڈر سے کی جانے لگے اور جب لوگوں میں گانے
والیوں اور ساز و باجوں کا دور دورہ ہو جائے اور جب شرابیں
پی جانے لگیں اور جب اس امت کے پچھلے لوگ اگلے
لوگوں کو برا کہنے لگیں اور ان پر لعنت بھیجنے لگیں تو اس وقت تم
ان چیزوں کے جلد ہی ظاہر ہونے کا انتظار کرو: (سرخ یعنی
تیز وتند اور شدید ترین طوفانی) آندھی کا، زلزلہ کا، زمین
دھنس جانے کا، صورتوں کے مسخ و تبدیل ہوجانے کا اور
پتھروں کے برسنے کا (نیز ان چیزوں کے علاوہ قیامت اور
تمام نشانیوں اور) علامتوں کا انتظار کرو جو اس طرح پے در
پے وقوع پذیر ہوں گی جیسے (مثلاً موتیوں) کی لڑی کا
دھاگہ ٹوٹ جائے اور اس کے دانے پے در پے گرنے
لگیں۔''

اسلاف پر زبانِ طعن دراز کرنا:

فائدہ: محدث عظیم حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جب اس امت کے پچھلے لوگ اگلے لوگوں کو برا بھلا کہنے لگیں۔'' میں اس
طرف اشارہ ہے کہ یہ برائی اسی امت کے ساتھ مخصوص ہے، گزشتہ امتوں کے لوگوں

میں اس برائی کا چلن نہیں تھا، چنانچہ مسلمانوں میں سے رافضی لوگ اس برائی میں مبتلا ہیں کہ وہ ان گزرے ہوئے اکابر یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تک کے بارے میں زبان لعن و دراز کرتے ہیں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں:

وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

''جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی، خدا ان سب سے خوش ہے۔''

اور ایک آیت میں یہ فرمایا کہ:

"لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ"

''(اے محمد) جب مومن آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہوا۔''

کس قدر بدنصیبی اور شقاوت کی بات ہے کہ جن بندگان خاص سے اللہ راضی و خوش ہو ان سے ناراضگی و ناخوشی ظاہر کی جائے اور ان کے خلاف ہفوات بکے جائیں۔ ان بندگان خاص کے مناقب و فضائل سے قرآن و حدیث بھرے ہوئے ہیں۔ وہ پاک نفوس ایسی عظیم ہستیاں ہیں جنہوں نے سب سے پہلے خدا کے دین کو قبول کیا، قبول ایمان میں سبقت حاصل کی، نہایت سخت اور صبر آزما حالات میں خدا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد و حمایت کی، اللہ کے دین کا پرچم سربلند کرنے کے لیے اپنی جانوں کی بازیاں لگائیں، جہاد کے ذریعہ اسلام کی شوکت بڑھائی بڑے بڑے شہر اور ملک فتح کیے کسی واسطہ کے بغیر سید الامام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دین کا علم

حاصل کیا، شریعت کے احکام و مسائل سیکھے، دین کی بنیاد یعنی قرآن کریم کو سب سے زیادہ جانا اور سمجھا، اور مقدس ہستیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعہ امت کے تمام لوگوں کو یہ تلقین فرمائی کہ ان کے حق میں یوں گویا ہوں۔

"رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ"

"اے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنہوں نے قبول ایمان میں ہم پر سبقت حاصل کی ہے۔"

لیکن ان (رافضیوں) کے وہ لوگ کہ جو یا تو ایمان کی روشنی کھو چکے ہیں، یا دیوانے ہو گئے ہیں، ان مقدس ہستیوں اور امت کے سب سے افضل لوگوں کے بارے میں صرف زبان لعن وطعن دراز کرنے ہی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ محض اپنے گندے خیالات ونظریات اور سڑے ہوئے فہم کی وجہ سے یہ کہہ کر ان پاک نفسوں کی طرف کفر کی بھی نسبت کرتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلا استحقاق خلافت پر قبضہ کیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے اصل مستحق علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ خدا ان عقل کے اندھوں کو چشم بصیرت دے آخر وہ کیوں نہیں سمجھتے کہ اس امت کے اگلے پچھلے تمام لوگوں نے اس بات کو غلط اور باطل قرار دیا ہے اور قرآن وسنت میں ایسی کوئی دلیل نہیں ہے جس سے یہ صراحت ہوتی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت اول حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حق تھا نیز صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جن لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ان سے اختلاف کیا، انہوں نے نعوذ باللہ کسی بری غرض کے تحت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت نہیں کی بلکہ ان کا اختلاف ان کے اجتہادی رائے کے تحت تھا، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ خطاء اجتہادی میں مبتلا ہو گئے تھے، لیکن اس کی وجہ سے بھی ان پر لعن وطعن کرنا، اور ان

کے حق میں گستاخانہ باتیں منہ سے نکالنا نہایت ناروا بلکہ صریح زیادتی ہے، بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ ان میں سے کسی نے بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی مخالفت راہ حق سے بھٹک جانے کی وجہ سے کی اور وہ ''فسق'' کے مرتکب ہوئے تو بھی ان کو آخر کس بناء پر برا بھلا کہا جاسکتا ہے، کیونکہ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ انہوں نے مرنے سے پہلے اپنی غلط روی سے توبہ کرلی ہو یا اگر توبہ بھی نہ کی ہو تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے یہ غالب امید رکھنی چاہیے کہ وہ اپنی رحمت کے صدقہ میں اوران کی گزشتہ خدمات کے بدلے میں ان کو مغفرت سے نواز دے گا چنانچہ ابن عساکر رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے یہ مرفوع روایت نقل کی ہے کہ:

''(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) میرے (بعض) صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (اگر) ذلت یعنی لغزش کا شکار ہوں گے (تو) اللہ تعالیٰ ان کو میری صحبت اور میرے ساتھ تعلق رکھنے کی برکت سے بخش دے گا۔''

اس بات کو اس طرح بھی کہا جاسکتا ہے کہ ہم لوگ اکثر و بیشتر صغیرہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں لیکن اس کے باوجود اپنے پروردگار کی رحمت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے امیدوار رہتے ہیں تو کیا وہ لوگ جو اس امت کے سب سے افضل اور سب سے بڑے لوگوں کے زمرہ سے تعلق رکھتے ہیں، اس بات کے مستحق نہیں ہیں کہ ان کے حق میں یہ نیک گمان رکھا جائے کہ اگر ان سے کوئی لغزس ہوئی بھی ہوگی تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے درجہ کی عظمت اوران کے شرف صحابیت کی برکت سے ان سے درگزر فرمائے گا؟ مرتبہ صحابیت کے تقدس وشرف کو داغدار کرنے والے نادانو! سوچو کہ تم اپنی زبان کو کن مقدس ہستیوں کی شان میں گستاخی کرکے گندا کررہے ہو، اور تمہارا یہ طرز عمل رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر تکلیف پہنچارہا ہوگا؟! کیا تم اس بات سے بے خبر ہو کہ نیک بخت وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے خود کے عیوب ان کو دوسروں کی عیب جوئی سے باز رکھیں! کیا تم اس فرمان

رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے منکر ہو کہ اپنے مرے ہوئے لوگوں کو برائی کے ساتھ یاد نہ کرو۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نہیں ہے کہ جب تمہارے سامنے میرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر ہو تو اپنی زبان کو قابو میں رکھو؟ اگر تم ذرا بھی ایمان و عقل کا دعویٰ رکھتے ہو تو سنو کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

> ''ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی محبت ایمان کی ایک شاخ ہے اور ان دونوں سے بغض و عداوت کفر ہے، اہل عرب کی محبت ایمان کی ایک شاخ ہے اور ان سے بغض و عداوت کفر ہے، جس نے میرے صحابہ کو برے الفاظ سے یاد کیا وہ اللہ کی لعنت کا مستوجب ہوا اور جس نے ان کو بارے میں میرے حکم کی پاسداری کی، میں قیامت کے دن اس کی پاسداری کروں گا۔''

اے خدا! بس تو ہی ان لوگوں کو عقل سلیم اور چشم بصیرت عطا کر کے راہ ہدایت دکھا سکتا ہے جو جہالت و نادانی اور تعصب کی وجہ سے تیرے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور ساتھیوں کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور ان کے حق میں زبان لعن وطعن دراز کر کے خود کو دوزخ کی آگ کا ایندھن بناتے ہیں۔ (۲)

دور حاضر کا سب سے خطرناک فتنہ

دور حاضر میں سب سے زیادہ بڑھ کر جس چیز نے ایمان کو نقصان پہنچایا اور دین و ایمان کی جڑیں کھوکھلی کیں، وہ حضرات سلف کی بلند شان میں بے ادبی اور بے باکی کے ساتھ زبان اور قلم کا بے دریغ استعمال ہے۔ دین متین کے اس سرسبز و شاداب باغیچہ کی سب سے اول باغبانی کرنے والے، یہی حضرات سلف تھے۔ حق تو یہ تھا کہ

جن مقدس نفوس نے جان جوکھوں میں ڈال کر، اہل وعیال اور مال ومتاع قربان کر کے چمنستانِ اسلام کی آبیاری کی، خون و پسینہ سے اس کی سینچائی کی، دل و جان سے ان کا ممنون احسان ہوا جاتا، ہر ہر موئے بدن سے ان کے لیے دعائے خیر نکلتی، ان کی تعلیمات پر بصدق دل عمل کیا جاتا، ان کی عظمت و جلالت شان کا پرچار چار دانگ عالم میں کیا جاتا۔

مگر افسوس صد افسوس! بعض سیدھے سادھے مسلمان غیر مسلم مستشرقین اور ان مغربی مصنّفین کے قلم اور تحریر سے زہر آلود ہو کر اسلاف امت سے بدگمان بلکہ کینہ پرور، بلکہ بدزبان ہوگئے، وہ مستشرقین جن کا کامیاب حربہ یہ ہے کہ براہ راست مذہب اسلام کی مخالفت کی بجائے مسلمانوں کے دلوں سے ان اولین پیشواؤں یعنی حضرات سلف صالحین رحمہم اللہ کی عظمت و محبت کو نکال باہر کیا جائے۔ جب ان کے دلوں میں اسلام کے لہلہاتے چمن کی اول آبیاری کرنے والوں کے خلاف بدگمانی پیدا ہو جائے گی تو خود بخود ان کے مضبوط ایمان میں تذبذب اور ان کے عقائد ونظریات میں شکوک وشبہات اور ان کی تعلیمات پر عمل میں کاہلی اور سستی پیدا ہو جائے گی۔

چنانچہ شیطان لعین نے جو مسلمان کے ایمان کا ہر وقت دشمن رہتا ہے اپنے اس مشن میں کامیابی کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ابلیس کے آلہ کار، مغرب سے متاثر، جدت پسند اہل قلم نت نئی تحریرات کے ذریعے جو بظاہر بڑی پرکشش اور مسجع و مقفیٰ نظر آتی ہیں...... بظاہر عقل وقیاس کے معیار پر پوری اترتی ہوئی نظر آتی ہیں، ان اکابر امت قدس اللہ اسرارہم پر رکیک حملے کرتے ہیں۔

چنانچہ وہ مسلمان جو ہر قسم کی تحریر کو بہت جلد مطالعہ میں لانے کی کوشش کرتے ہیں اور جو حضرات اپنے دل میں ذاتی مطالعہ اور تحقیق کا جذبہ رکھتے ہیں، جب ایسی تحریروں کو پڑھتے ہیں تو چونکہ کسی کے علمی کمال اور اس کے بیان کردہ مواد اور مضامین کو شریعت کی کسوٹی میں پرکھنے کی صلاحیت ان میں ہوتی نہیں، اس لیے غیر شعوری طور پر ان سے متاثر ہو کر اپنے اکابر رحمہم اللہ سے بدگمان ہو جاتے ہیں اور جن حضرات کے

قلوب میں اپنے اکابر کا ادب واحترام ہوتا بھی ہے تو ان کو تحریر وتقریر کے ذریعے اس بات کی ترغیب دی جاتی ہے وہ خود اپنی عقل و دانش کو استعمال کرتے ہوئے تحقیقی میدان میں اتریں، خود تحقیق کریں، خود مطالعہ کریں اپنی عقل کی کسوٹی پر خود حق و باطل کو پرکھیں اور اس حالت کا انجام بھی بالکل ظاہر ہے بقول حضرت عارف رومی ؎

تو نہ دیدی گہے سلیماں را

چہ شناسی زبان مرغاں را

''جب تم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہی نہیں دیکھا تو
پرندوں کی زبان خاک سمجھو گے۔''

ایسے حضرات! خوب غور فرمالیں کہ اس تحقیق کے لبادہ میں آیا وہ واقعی تحقیق (یعنی حق کے راستہ کی تلاش) کی طرف ہی گامزن ہیں یا حضرات سلف صالحین رحمہم اللہ کے طریق مستقیم سے ہٹ کر کسی ضلالت وگمراہی اور تباہی و بربادی کی طرف محوسفر ہیں۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے ؎

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی

کیں رہ کہ تو مے روی بترکستان است

''اے اعرابی! مجھے خدشہ ہے کہ تو کعبہ تک نہیں پہنچ سکے گا،
اس لیے کہ تو اس وقت جس راہ پر سفر کر رہا ہے وہ تو ترکستان
کی طرف جاتا ہے۔''

حضرات سلف کون ہیں؟:

حضرات سلف رحمہم اللہ میں سب سے پہلا درجہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے جن کے نفوس کی تہذیب رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارکہ میں ہوئی، آپ کی کیمیاء اثر توجہ اور نظر کرم ان کو حاصل تھی۔

پھر ان حضرات کا مرتبہ ہے جن کو حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین کی صحبت و معیت حاصل رہی، جن کو ''تابعین'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے پھر ان حضرات کا مرتبہ ہے جن کو تابعین کرام کی صحبت حاصل رہی اور ''تبع تابعین'' کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔

حضرات ائمہ مجتہدین، مشائخ عظام، متکلمین، محدثین اور صوفیاء کرام رحمہم اللہ اسی گلستان سلف کے ایسے پھول ہیں، جن کی مہک سے روئے زمین ایمانی و روحانی فضاؤں سے معطر ہے اس مقدس جماعت کا ایک ایک فرد آسمان ہدایت کا چمکتا ہوا آفتاب اور روشن ستارہ ہے جو ان میں سے کسی کے نقش قدم کو راہبر بنالیتا ہے، تو وہ سیدھا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ تک پہنچ جاتا ہے۔

اسلام کے حقیقی پیشوا:

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار ان جلیل القدر صحابہ کرام میں ہوتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد فقہ و فتاویٰ میں مرجع الخلائق تھے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

> ''جو شخص کسی طریقہ کی پیروی کرنا چاہے تو اس کو چاہیے کہ ان لوگوں کی راہ اختیار کرے جو مر گئے ہیں کیوں کہ زندہ آدمی فتنہ سے محفوظ نہیں ہوتا اور وہ لوگ جو مر گئے ہیں (اور جن کی پیروی کرنا چاہیے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں، جو اس امت کے بہترین لوگ تھے، دلوں کے اعتبار سے انتہاء درجے کے نیک، علم کے اعتبار سے انتہائی درجے کے کامل اور بہت کم تکلف کرنے والے تھے، ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی رفاقت اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لیے منتخب کیا تھا، تم ان کی بزرگی کو پہچانو اور ان کے نقش قدم کی پیروی کرو اور جہاں تک ہو سکے ان کے آداب و

اخلاق کو اختیار کرتے رہو، اس لیے کہ وہی لوگ ہدایت کے
سیدھے راستے پر تھے۔'' (۳)

فائدہ: اس حدیث میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو یہی ہدایت فرمارہے ہیں کہ اگر تم ہدایت کا راستہ چاہتے ہو، فلاح کی منزل کے خواہش مند ہو تو تمہارے لیے ضروری ہے کہ اسی مقدس جماعت کے راستہ کو اختیار کرو ان ہی کے اخلاق و عادات کو اپنے لیے جادۂ منزل جانو، انہیں کی متابعت اور پیروی کو کامیابی و کامرانی کا ذریعہ سمجھو، اور ان کی عقیدت و محبت سے زندگی کے ہر گوشہ کو منور کرو۔

اس حدیث سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی انتہائی عظمت و فضل و کمال کا اظہار ہوتا ہے چونکہ تمام مخلوق اور تمام انسانوں میں (انبیاء علیہم السلام کے بعد) یہ سب سے افضل تھے اور حق و صداقت قبول کرنے کی صلاحیت بدرجہ اتم ان میں موجود تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی رفاقت کے لیے ان کو منتخب فرمایا اور قرآن کریم میں بڑے اعزازی کلمات کے ساتھ ان کے فضل و کمال کی شہادت دی کہ:

''وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا''

''اور ان (صحابہ) کو پرہیزگاری کی بات پر قائم رکھا اور وہ
اس کے مستحق اور اہل تھے۔''

بعض آثار میں آیا ہے کہ پروردگار عالم نے تمام بندوں کے قلوب پر نظر فرمائی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک سب سے زیادہ منور اور پاک وصاف تھا تو نور نبوت اس میں ودیعت فرمایا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے قلوب بھی بہت زیادہ پاک وصاف اور اہل ولائق تھے تو ان کو اپنے نبی کی رفاقت کے لیے پسند فرمایا۔ (۴)

چنانچہ اسلامی تاریخ جاننے والے خوب واقف ہیں کہ ان مقدس حضرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معاونت اور رفاقت اور دین اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے صلہ میں کتنی سختیوں اور مصیبتوں سے دو چار ہونا پڑا، زندگی کی کوئی تکلیف ایسی نہ تھی جس میں یہ مبتلا نہ کیے گئے ہوں، یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے محض اس لیے تھا کہ ان کے قلوب کو خوب جانچ پرکھ لیا جائے اور دیکھ لیا جائے کہ جس عظیم مشن کے چلانے کے لیے ان کو منتخب کیا جا رہا ہے اور جس رسول کی رفاقت جیسے عظیم منصب کے لیے ان کو پسند کیا جا رہا ہے ان کے ذہن وفکر، دل و دماغ اس کے اہل ہیں یا نہیں۔

چنانچہ امتحان لیا گیا اور ان کو آزمائش میں ڈالا گیا اور وہ حضرات امتحان و آزمائش کے ہر مرحلہ میں کامیاب ہوئے اور مصیبت و سختی کی ہر بھٹی سے کندن بن کر نکلے، چنانچہ ذرہ برابر بھی ان کے قدم نہیں ڈگمگائے بلکہ اپنے ایمان و اسلام پر پورے ایقان و اعتماد کے ساتھ قائم و مضبوط رہے اور ان کے اس عظیم وصف کی شہادت قرآن نے اس طرح دی ہے۔

أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى (۵)

"یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے واسطے جانچ لیا ہے۔"

آیات مقدسہ اور احادیث مبارکہ کی بہت بڑی تعداد ایسی ہے جس میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فضائل و مناقب کا ذکر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اس مقدس جماعت کے مجموعی طور پر فضائل و مناقب ارشاد فرمائے ہیں وہاں بہت سی شخصیات کے نام لے لے کر ان کی عظمت و فضیلت کی دھاک امت مسلمہ کے قلوب پر بٹھانے کا اہتمام فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف کی کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جس میں حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مناقب کا بیان نہ ہو۔

حضرات صحابہؓ۔ نجومِ ہدایت:

ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر (وحی کے انتظار میں) آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے اور پھر فرمایا کہ ستارے آسمان کے لیے امن وسلامتی کا باعث ہیں، جس وقت یہ ستارے جاتے رہیں گے، تو آسمان کے لیے وہ چیز آجائے گی جو موعود و مقدر ہے۔ میں اپنے صحابہ کے امن و سلامتی کا باعث ہوں، جب میں چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ پر وہ چیز آجائے گی جو موعود و مقدر ہے اور میرے صحابہ میری امت کے لیے امن وسلامتی کا باعث ہیں۔ جب میرے صحابہ (اس دنیا سے) رخصت ہو جائیں گے تو میری امت پر وہ چیز آپڑے گی جو موعود و مقدر ہے۔ (٦)

باادب بانصیب...... بےادب بےنصیب:

ابن بطال نے شرح بخاری میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں ان کا اور حضرت عطا ابن ابی رباح کا اجتماع ہو گیا، عطاء ابن ابی رباح نے حضرت امام سے پوچھا کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میرا تعلق کوفہ سے ہے۔ عطاء ابن ابی رباح نے کہا اچھا! آپ اس بستی کے رہنے والے ہیں جنہوں نے دین میں تفرقہ ڈالا اور پارٹیاں بنالیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے کہا ہاں! میں اس بستی کا رہنے والا ہوں، پھر عطاء ابن ابی رباح نے پوچھا کہ اچھا آپ ان مختلف اصناف میں سے کس میں داخل ہیں؟ امام صاحب نے فرمایا:

مِمَّنْ لَا يَسُبُّ السَّلَفَ وَيُؤْمِنُ بِالْقَدْرِ وَلَا يُكَفِّرُ اَحَدًا بِذَنْبٍ

''میں ان لوگوں میں سے ہوں جو سلف صالحین میں سے کسی

کو برا نہیں کہتے اور تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں اور کسی شخص کو
کسی گناہ کی بنیاد پر کافر نہیں کہتے۔''

اس پر عطاء ابن ابی رباحؒ نے فرمایا کہ آپ نے حق کو پہچان لیا ہے، اسی پر قائم رہے۔(۷)

حضرت علی ابن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مبارک کو لوگوں کے بھرے مجمع میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عمرو بن ثابت کی روایت کی ہوئی احادیث کو چھوڑ دو (ان احادیث کو مت لو) کیونکہ وہ حضرات سلف رحمہم اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیتا تھا۔(۸)

سلف صالحین کی جماعت وہ مقدس جماعت ہے جن کے واسطے سے ہم تک دین وایمان کی صورت میں دنیا وآخرت کی سب سے بڑی نعمت پہنچی، یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کی دعوت وتبلیغ کی برکت سے ہم ہمیشہ ہمیشہ کی ہلاکت اور بربادی سے بچ کر ابدالآباد کی کامیابی وکامرانی کے مورد بن گئے۔

سوچئے! کہ جانور اور چوپائے تک اپنے اس مالک وآقا کے زندگی بھر ممنون، احسان اور اس کے وفادار رہتے ہیں، جو ان کے ساتھ چند بوسیدہ روٹی کے ٹکڑوں اور ہڈیوں کی صورت میں بھلائی کرتا ہے۔

لیکن کس قدر مقام افسوس ہے کہ بعض عقل ودانش کے دعویدار انسان اپنے ان حقیقی محسنین (میری مراد وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کی جہد مسلسل سے ہم ایمان واسلام کی دولت سے بہرہ ور ہوئے) کی کس قدر ناسپاسی اور ناشکری کررہے ہیں۔

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد گرامی مشہور ہے کہ جس نے مجھے ایک حرف بھی پڑھا دیا، میں اس کا غلام ہوں چاہے تو مجھے بیچ دے یا چاہے تو مجھے غلام بنالے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ ایک روز بیت الخلاء کے اندر تشریف لے گئے اندر جاکر کیا دیکھتے ہیں کہ انگوٹھے کے ناخن پر روشنائی کا ایک نقطہ لگا ہوا ہے، جو

عموماً لکھتے وقت قلم کی روانی دیکھنے کے لیے لگالیا جاتا تھا، گھبرا کر فوراً باہر آگئے، دھونے کے بعد تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اس نقطہ کو علم کے ساتھ ایک تلبس و نسبت ہے اس لیے بے ادبی معلوم ہوا کہ اس کو بیت الخلاء میں پہنچاؤں۔ یہ تھا ان حضرات کا ادب جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو درجات عالیہ عطا فرمائے تھے۔(۹)

جب علم کے ساتھ نسبت رکھنے والے ایک نقطہ کا اتنا ادب ہے تو وہ حضرات جن کی قربانیوں سے دین اور ایمان ہم تک پہنچا ان کا ادب واحترم کس قدر ہونا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص تم پر احسان کرے تو تم اگر اس کا بدلہ احسان کے ذریعہ چکا سکتے ہو تو چکا دو اور اگر تم اس کے احسان کا بدلہ نہ دے سکو تو پھر اس کے لیے اتنی دعا کرو اتنی دعا کرو کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ تم نے اس کا بدلہ چکا دیا ہے۔(۱۰)

حضرات سلف پر طعن و تشنیع کا سبب:

خوبیٔ قسمت کہیے یا شومیٔ قسمت! وہ لوگ جن کو عربی زبان کی کچھ سدھ بدھ حاصل ہوئی انہوں نے حضرات سلف کی تحقیقات پر اعتماد کرنے کے بجائے تحقیق کے سمندر میں گھوڑے ڈال دیئے، اس بات کی زحمت بھی نہ کی کہ چلو اپنے وقت کے نامور علماء و محققین کے حلقہ تلمذ میں شریک ہو جاتے۔ محض عربی دانی کے بل بوتے پر قرآن وحدیث کو سمجھنا شروع کیا اور وحی الٰہی کے میدان میں عقل چہ میگوئیاں شروع کردیں، کاش!!! ان کو کوئی دانا بینا سمجھا دیتا کہ میرے عزیز! تمہاری عقل خواہ کتنی ہی پختہ کار سہی مگر اس سے استفادہ کا میدان وحی الٰہی نہیں ہے۔ وحی الٰہی میں بس سر تسلیم خم کیا جاتا ہے۔

ایک طرف تو قرآن وحدیث کو سمجھنے کا معیار غلط پھر کریلا اور نیم چڑھا، دوسری طرف خاصان خدا اور اہل اللہ کی روح پرور صحبت نہ ہونے کی وجہ سے دل و دماغ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوز محبت سے تقریباً خالی، چنانچہ نتیجہ یہ نکلا

کہ نت نئی تحقیقات کے ذریعے اور نت نئے اجتہادات کے ذریعے امت مسلمہ کے چودہ سو سال سے معمول بہا عقائد ونظریات پر ضرب کاری لگانا شروع کردی اور ان حضرات سلف سے جن کا دماغ نور نبوت سے منور اور جن کی روح سوز عشق سے تابندہ تھی۔ عامۃ المسلمین کو بدظن کردیا۔

علاوہ ازیں تاریخ اسلام کو ان لوگوں نے اپنی محنت کا میدان بنایا، ادھر تاریخ کا حال یہ ہے کہ وہ رطب و یابس سے خالی نہیں، اگرچہ تاریخ کا معتد بہ حصہ صحیح اسناد سے بھی ثابت ہے۔ تاریخی روایات کے اس قدر گرویدہ ہوگئے کہ نصوص قطعیہ یعنی قرآن کریم کی آیات کثیرہ اور احادیث مبارکہ کی ایک بہت بڑی تعداد سے صرف نظر کرلیا۔ چنانچہ دیکھ لیجیے! کتنی آیات اور احادیث ایسی ہیں جن میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل ومناقب ارشاد ہوئے مگر یہ تحقیق اور اجتہاد کے شائقین ہیں کہ محض تاریخی روایت پر ٹیک لگائے، ان مقدس نفوس کے بارے میں اپنے زبان اور قلم کے ذریعے طعن و تشنیع کا بازار گرم رکھتے ہیں، کس قدر قابل تعجب بات ہے کہ ان حضرات کے نزدیک تاریخی روایات تو معتبر ہوں مگر آیات مبارکہ اور احادیث غیر معتبر!!

چنانچہ آج کل بکثرت دیکھا جاتا ہے اس قسم کی تحقیقات کے دلدادہ اپنے اسلاف کے بارے میں اس قدر جری ہوتے جارہے ہیں کہ ان کے حق میں ناجائز زبان استعمال کرتے ہوئے ذرا بھی جھجھک محسوس نہیں کرتے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی کا کھلی آنکھوں مشاہدہ ہورہا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال قبل فرمائی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

> ”اللہ تعالیٰ علم کو (آخری زمانہ میں) اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ لوگوں (کے دل و دماغ) سے اسے نکال لے، بلکہ علم کو اس طرح اٹھائے گا کہ علماء کو (اس دنیا سے) اٹھالے گا،

یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو
پیشوا بنالیں گے، ان سے مسئلے پوچھے جائیں گے اور وہ بغیر علم
کے فتویٰ دیں گے، لہٰذا وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو
بھی گمراہ کریں گے۔ (۱۱)

ایک دردمندانہ گزارش!:

یہ ناکارہ ان مسلمان بھائیوں کی خدمت میں نہایت دردمندانہ گزارش کرنا چاہتا ہے جنہوں نے نئی تحریروں اور نئی تقریروں سے متاثر ہوکر اکابر امت رحمہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں اپنے پاکیزہ نظریات کو ٹھیس پہنچائی، اچھی بھلی محبت والفت کو ختم کرلیا وہ یہ کہ آپ ایک طرف تو قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے اس حصہ کا بہ نظر انصاف مطالعہ فرمائیں، جن میں ان کی عظمت ومحبت کا پرچار ہے، پھر اپنے قلب کی حالت کو ٹٹولیں کہ قرآن کریم اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلب مؤمن میں کس قسم کا تاثر چاہتے ہیں اور ان کی ذہن سازی کس نہج پر کرنا چاہتے ہیں۔ آیا چمنستان اسلام کے اوّلین باغبانوں کی عظمت ومحبت پیدا کرنا چاہتے ہیں یا ان کے بارے میں رکیک اور کمزور نظریات کا وجود چاہتے ہیں؟ خالی الذہن ہوکر جائزہ لیں، اب......

دوسری طرف ان کتب اور رسائل کا مطالعہ کرکے ان سے پیدا شدہ تاثر کا جائزہ لیں کہ یہ تحقیقات کون سی راہ دکھارہی ہیں، ظاہر ہے اگر یہ تحقیقات حضرات سلف رحمہم اللہ تعالیٰ کی اس عقیدت ومحبت کے راستہ سے جو قرآن وحدیث کے مطالعہ کے نتیجے میں پیدا ہوئی تھی، ہٹا کر بے ادبی اور طعن وتشنیع کی طرف لے جارہی ہیں تو پھر آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ آپ صراط مستقیم پر سفر کرکے جنت کی طرف جارہے ہیں یا ضلالت وگمراہی کے تاریک راہ پر چل کر جہنم میں ٹھکانہ بنارہے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اِتِّبَاعَهُ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَرْزُقْنَا اَجْتِنَابَه. اٰمين

ایں خطا از صد صواب اولیٰ تر است:

یہ بات درست ہے کہ بعض حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے کہ خطائیں سرزد ہوئیں، اور بعض میں اختلاف بھی ہوا لیکن ماوشما کس شمار میں ہیں کہ ان مقدس نفوس کے بارے میں ذرا سی لب کشائی کرسکیں، کیا بھنگی اور چمار کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ شہزادوں کے درمیان اختلاف کا تصفیہ کرے؟ یاد رہے کہ ان حضرات کی خطا ہماری ہزار ہا نیکیوں سے افضل ہے۔

ایں خطا از صد صواب اولیٰ تر است

اللہ تعالیٰ نے ان کی خطاؤں کی معاف کرکے رضامندی کا اعلان واضح طور پر قرآن پاک میں فرمایا:

رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ (المائدہ)

''اللہ تعالیٰ ان (صحابہ کرامؓ) سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔''

حضرات سلف میں اختلاف...... امت کے لیے راہ نجات:

پھر جہاں تک حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں اختلافات کا تعلق ہے تو اول تو یہ کوئی عیب کی بات نہیں، بلکہ ان حضرات نے اختلاف کی بنیاد پر جو مختلف راہیں اختیار کی ہیں، اس سے امت کے لیے عمل کی بہت سی راہیں پیدا ہوگئیں۔

حضرت عمر بن العزیزؒ کا ارشاد:

حضرت عمر ابن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ جن کو ''عمر ثانی'' کے خطاب سے یاد کیا جاتا ہے جن کے دور خلافت کو ''خلافت راشدہ'' کے مشابہ سمجھا جاتا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

مَا سَرَّنِیْ لَوْ اَنَّ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْتَلِفُوا اِلَّا اَنَّهُمْ لَوْ لَمْ یَخْتَلِفُوْا لَمْ تَكُنْ رُخْصَةً

''مجھے اس بات سے کوئی خوشی نہ ہوتی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ کے صحابہ میں اختلاف نہ ہوتا، اس لیے کہ اگر ان میں اختلاف نہ ہوتا تو گنجائش ہی باقی نہ رہتی۔''

حضرت عون بن عبداللہ تابعیؒ کا ارشاد:

حضرت عون بن عبداللہ جو تابعین میں سے ہیں اور بڑے درجے کے قاری اور عابد و زاہد ہیں فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پسند نہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں اختلاف نہ ہو، اس لیے کہ اگر وہ حضرات کسی چیز پر مجتمع ہوں اور پھر کوئی شخص اس کے خلاف کرے تو وہ تارک سنت ہے، اور اگر ان میں اختلاف ہو اور پھر کوئی شخص ان کے اقوال میں سے کسی پر عمل کر لے تو وہ حدود سنت سے نہیں نکلتا۔ (۱۳)

ایک حدیث میں وارد ہے کہ:

''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔'' (۱۴)

جب اللہ تعالیٰ اس جماعت کے ایک ایک فرد پر رضامندی کا انعام فرما چکا ہے تو یہی انعام اس شخص کے لیے بھی ہے جو ان میں سے کسی کے نقش قدم کی اقتداء کرے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے رب سے اپنے صحابہ کے اس اختلاف کے بارے میں سوال کیا جو میرے بعد ہوگا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ وحی فرمائی کہ اے محمد! آپ کے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں، (جیسے ان ستاروں میں بعض بعض سے زیادہ روشن ہیں) اسی طرح صحابہ میں بھی بعض بعض سے

بڑھے ہوئے ہیں اور ہر ایک کا نور ہے، پس جو شخص ان کے اختلاف میں جس کے طریقہ کو بھی اختیار کرلے گا، وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔ (۱۵)

اکابر امت کیا فرماتے ہیں......؟:

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا فرمان:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں ذکر کیا ہے کہ کسی شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (جو حدیث وفقہ کے جلیل القدر امام ہیں) سے سوال کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ میں سے کون افضل ہے۔ سائل کا منشا ظاہر تھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ وہ شخصیت ہیں کہ جن کے زمانہ خلافت کو خلافت راشدہ کے مشابہ سمجھا جاتا ہے جب کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اجتہادی اختلاف ہوا، یہاں تک کہ غلطی سے جنگ کی نوبت بھی آگئی۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے جو خوبصورت جواب دیا وہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے گھوڑے کی ناک میں جو گردوغبار داخل ہوا (اور میل کی شکل اختیار کرگیا) وہ بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے افضل ہے۔ (۱۶)

حضرت مجدد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی سوال و جواب غوث الثقلین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ سے نقل کیا ہے۔

لیکن کتنے دکھ اور درد کی بات ہے کہ ہمارے اس پرآشوب ماحول میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو ان کی جلالت شان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دان کاتب الوحی ہونے کے باوجود محض تاریخی روایات کے بل بوتے پر مغرب زدہ مصنّفین نے اپنے قلم کی زد میں ان کے طعن و تشنیع کا مورد ٹھہرادیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی آپس کی لڑائیوں میں کس قدر بہترین فیصلہ فرمایا۔

تِلْکَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللّٰهُ اَیْدِیَنَا مِنْهَا فَلَا نُلَوِّثُ اَلْسِنَتَنَا بِهَا.

''ان خونوں سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا ہےتو پھر ہم زبان کو ان سے آلودہ کیوں کریں۔'' (۱۷)

بعض علماء سے پوچھا گیا کہ اس خون کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو صحابہ کرام کے باہمی مشاجرات میں بہایا گیا تو انہوں نے جواب میں یہ آیت پڑھ دی۔

تِلْکَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا کَسَبَتْ وَلَکُمْ مَاکَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا کَانُوا یَعْمَلُوْنَ ○

(البقرۃ)

''یہ ایک امت تھی جو گزر گئی اس کے اعمال اس کے لیے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لیے ہیں اور تم سے ان کے اعمال کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔'' (۱۸)

علامہ بن فورکؒ کا فیصلہ:

علامہ ابن فورک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ صحابہ کرام کے درمیان جو مشاجرات ہوئے ان کی مثال ایسی ہے، جیسے حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے درمیان پیش آنے والے واقعات کی، وہ حضرات آپس کے ان اختلافات کے باوجود ولایت اور نبوت کی حدود سے خارج نہیں ہوئے، بالکل یہی معاملہ صحابہ کے درمیان پیش آنے والے واقعات کا بھی ہے۔'' (۱۹)

امام حسن بصریؒ کا فرمان:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے صحابہ کے باہمی قتال کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ:

> ''ایسی لڑائی تھی جس میں صحابہ موجود تھے اور ہم غائب، وہ پورے حالات کو جانتے تھے اور ہم نہیں جانتے، جس معاملہ پر تمام صحابہ کا اتفاق ہے، ہم اس میں ان کی پیروی کرتے ہیں اور جس معاملہ میں ان کے درمیان اختلاف ہے، اس میں سکوت اختیار کرتے ہیں۔'' (۲۰)

لمحہ فکریہ:

صاحبو! نازیبا الفاظ استعمال کرنا، طعن وملامت کرنا تو عام مسلمان کے حق میں بھی احادیث مبارکہ اور تعلیمات اسلام کے خلاف ہے، تو ایسی نامناسب زبان یا تحریر، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حق میں استعمال کرنا کتنے بڑے درجے کا حرام ہوگا!! اگر یہی الفاظ جو مصنف یا مقرر نے اسلاف امت کے بارے میں استعمال کیے ہیں خود ان کے حق میں دھرائے جائیں تو نامعلوم کتنے چیں بجبیں ہوں!!

خوب سوچ لیں! کہیں ایسا تو نہیں کہ ان پاک ارواح کو ایذا پہنچا کر اللہ تعالیٰ کے صریح اعلان جنگ کے مورد بن رہے ہوں......!

جبار ومنتقم ذات نے خود فرمایا ہے:

مَنْ اٰذٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ آذَنْتُه بِالْحَرْبِ

> ''جس نے میرے کسی ولی کو تکلیف پہنچائی تو میری طرف سے اس کو اعلان جنگ ہے۔'' (۲۱)

اب آپ ہی سمجھ لو کہ اللہ جل جلالہ سے لڑائی کر کے کون شخص دنیا میں فلاح پا سکتا

ہے اور پھر آخرت کا تو پوچھنا ہی کیا ہے یہ مضمون کئی حدیثوں میں مختلف الفاظ سے نقل کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات میں مختلف الفاظ کے ساتھ اس پر متنبہ فرمایا ہے چنانچہ الفاظ بالا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی روایت سے بخاری شریف میں نقل کیے گئے ہیں، اس کے علاوہ یہ روایت حضرت عائشہ، حضرت میمونہ، حضرت معاذ، حضرت انس، حضرت ابوامامہ، حضرت وہب ابن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی نقل کی گئی ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے جو میرے کسی ولی کی اہانت کرتا ہے وہ میرے ساتھ مقابلہ کے لیے سامنے آیا۔ (۲۲)

بے ادبی کا انجام:

حضرت مجدد تھانوی رحمتہ اللہ علیہ، قطب الارشاد امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہٗ سے نقل کرتے ہیں کہ جو لوگ علمائے دین کی توہین او ان پر طعن و تشنیع کرتے ہیں، قبر میں ان کا منہ قبلہ سے پھر جاتا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ

''جس کا جی چاہے دیکھ لے۔'' (۲۳)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ بعض معصیتوں کا خاصہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے کرنے والے سے توبہ اور اعمال صالحہ کی توفیق سلب ہو جاتی ہے اور وہ گناہوں میں منہمک ہو کر انجام کار کفر تک پہنچ جاتا ہے جو سبب ہے حبط اعمال کا۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کسی صالح بزرگ کو کسی نے اپنا رشد بتایا ہو، اس کے ساتھ بے ادبی اور گستاخی کا بھی یہی حال ہے کہ بعض اوقات وہ سلب توفیق اور خذلان کا سبب بن جاتی ہے، جو انجام کار متاع ایمان کو بھی ضائع کر دیتی ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔ (۲۴)

اَللّٰهَ! اَللّٰهَ! فِی اَصْحَابِیْ.......:

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''(لوگو!) اللہ سے ڈرو، پھر اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے حق میں! میرے بعد تم ان کو نشانہ ملامت نہ بنالینا، یاد رکھو! جو ان کو دوست رکھتا ہے تو وہ میری وجہ سے ان کو دوست رکھتا ہے اور جس شخص نے ان کو اذیت پہنچائی، اس نے گویا مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھ کو اذیت پہنچائی اس نے گویا اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی تو وہ دن دور نہیں جب اللہ تعالیٰ اس کو پکڑے گا۔'' (۲۵)

ایک عبرت ناک واقعہ:

نویں صدی ہجری کے مشہور و معروف علامہ عبدالعزیز مکی اپنے رسالہ (فیض الجور علی شیبتنی ہود) میں عارف باللہ سیدی عبداللہ ابن سعد یافعی کی کتاب نشر المحاسن کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں اور حضرت یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ مجھے صحیح اسناد کے ساتھ پہنچا ہے اور اس زمانہ میں بہت زیادہ مشہور ہوا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ عارف باللہ شیخ ابن النرغب یمنی رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ ہمیشہ اپنے وطن سے سفر کر کے اول حج ادا کرتے اور پھر زیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ دربار کی حاضری کے وقت والہانہ اشعار اور قصیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبین حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی شان میں لکھ کر روضہ اقدس کے سامنے پڑھا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ وہ حسب عادت قصیدہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو ایک رافضی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ آج میری دعوت قبول کیجیے۔ حضرت شیخ نے تواضع کی بنا پر اتباع سنت کی نیت سے دعوت قبول کر لی، آپ کو اس کا حال معلوم نہ تھا کہ وہ رافضی ہے اور حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مدح کرنے سے ناراض ہے۔ آپ حسب وعدہ اس کے مکان پر تشریف لے گئے، مکان میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنے دو حبشی غلاموں کو، جن کو پہلے سے سمجھا رکھا تھا، اشارہ کیا، وہ دونوں اس اللہ والے کو لپٹ گئے اور آپ کی زبان مبارک کاٹ ڈالی اس کے بعد اس کمبخت رافضی نے کہا کہ جاؤ! یہ زبان ابوبکر وعمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے پاس لے جاؤ جن کی تم مدح کیا کرتے ہو وہ اس کو جوڑ دیں گے۔

شیخ موصوف کٹی ہوئی زبان ہاتھ میں لیے ہوئے روضۂ اقدس کی طرف دوڑے اور چہرہ مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا واقعہ ذکر کیا اور روئے، جب رات ہوئی تو خواب میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے صاحبین حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہم بھی اس واقعہ کی وجہ سے غمگین صورت میں تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ کے ہاتھ میں سے یہ کٹی ہوئی زبان ہاتھ میں لی اور شیخ کو قریب کر کے زبان ان کے منہ میں اپنی جگہ پر رکھ دی۔ یہ خواب دیکھ کر شیخ بیدار ہوئے تو دیکھتے ہیں کہ زبان بالکل صحیح سالم اپنی جگہ پر لگی ہوئی ہے۔ دربار نبوت کا یہ کھلا ہوا معجزہ دیکھ کر اپنے وطن واپس آ گئے۔

آئندہ سال حج کے بعد پھر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور حسب عادت قصیدہ مدحیہ روضۂ اقدس کے سامنے پڑھ کر فارغ ہوئے تو پھر ایک شخص نے دعوت کے لیے درخواست کی شیخ نے پھر توکلا علی اللہ قبول فرمائی اور اس کے ساتھ مکان میں داخل ہوئے تو وہی پہلے دیکھا ہوا مکان معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر داخل ہوئے۔ اس شخص نے نہایت اعزاز واکرام کے ساتھ بٹھایا، اور بہت پُر تکلف کھانوں سے ضیافت کی، کھانے کے بعد یہ شخص شیخ کو ایک کوٹھڑی میں لے گیا، وہاں دیکھا کہ ایک

بندر بیٹھا ہوا ہے، اس شخص نے شیخ سے پوچھا کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ بندر کون ہے؟ فرمایا کہ نہیں اس شخص نے عرض کیا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے آپ کی زبان کاٹی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کو بندر کی صورت میں مسخ کر دیا ہے یہ میرا باپ ہے اور میں اس کا بیٹا ہوں۔(۲۶)

فائدہ: کس قدر عبرت ونصیحت کا واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو جو اپنے دل میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بارے میں کینہ رکھتا تھا اس دنیا میں ہی عبرت ناک سزا دی یہ قصہ ان مقدس نفوس کے بارے میں اپنے دل میں میل رکھنے والون کے لیے لمحہ فکر یہ بھی ہے اور سبق آموز بھی۔

امام یوسف ابن ایوب ہمدانی کا قصہ:

تاریخ ابن خلکان میں امام یوسف ابن ایوب ظاہری ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ صاحب مقامات وکرامات کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک روز آپ وعظ فرمانے کے لیے بیٹھے۔آپ کا وعظ سننے کے لیے ایک عالم جمع ہو گیا۔مجمع میں سے ایک فقیہ جو ابن سقاء کے نام سے مشہور تھا اٹھا اور اعتراضات کرنے شروع کر دیئے اور آپ کو اذیت دینے کے لیے کسی مسئلہ پر بحث شروع کر دی۔امام یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے اس کو جھڑک دیا اور فرمایا بیٹھ جا! مجھے تیرے کلام سے کفر کی بو آتی ہے۔شاید تیرا خاتمہ ایمان پر نہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہوا کہ شاہِ روم کا ایک سفیر خلیفہ وقت کے پاس آیا اور وہ واپس جانے لگا تو ابن سقاء اس کے ساتھ چلا گیا اور قسطنطنیہ پہنچ کر وہ عیسائی ہو گیا اور اسی مذہب پر اس کی موت ہوئی۔

ایک شخص اس کے قسطنطنیہ جانے کے بعد اس سے قسطنطنیہ میں ملا تو دیکھا کہ ابن سقاء بیمار ہے اور ایک پنکھا ہاتھ میں لیے مکھیاں جھل رہا ہے۔ابن سقاء قرآن کریم کا جید حافظ تھا اور خوش الحانی سے تلاوت کرتا تھا۔اس شخص نے ابن سقاء سے دریافت کیا

کہ کیا اب بھی تم کو کلام پاک یاد ہے۔ ابن سقاء نے جواب دیا کہ میں پورا کلام پاک بھول چکا ہوں صرف ایک آیت یاد رہ گئی ہے۔

"رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ"

"بعض اوقات وہ لوگ جو کافر ہو گئے آرزو کریں گے کہ کاش! ہم مسلمان ہوتے۔"

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ نے دیکھا کہ انتقاد اور ترک اعتقاد کی بدولت یہ شخص کیسا ذلیل وخوار ہو کر ہلاک ہوا! لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ مشائخ عارفین، علماء عاملین اور مومنین صالحین کے بارے میں حسن ظن رکھیں اور ان کا امتحان لینے کی غرض سے بحث ومباحثہ نہ کریں۔ کیوں کہ بہت کم دیکھنے میں آیا کہ ہے ایسے حضرات سے تعرض کر کے کوئی شخص صحیح وسالم رہا ہو۔ اس لیے سلامت روی اسی میں ہے کہ ان کے ساتھ حسن اعتقاد سے پیش آئے ورنہ ندامت اور شرمندگی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ (۴۷)

ابن ابی دنیا رحمۃ اللہ علیہ نے مختار تمیمی سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا گیا کہ ایک مرتبہ ہم سفر کو نکلے ہمارے ساتھ ایک شخص تھا جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا بھلا کہا کرتا تھا ہم اس کو ہر چند سمجھاتے تھے لیکن وہ کسی طرح بھی باز نہ آتا تھا ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ قضاء حاجت کے لیے جنگل گیا تو وہاں اس کو سرخ بھڑیں لپٹ گئیں۔ اس نے شور مچایا۔ بھڑوں نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا یہاں تک کہ اس کی بوٹیاں نوچ نوچ کر اس کو ختم کر دیا۔

یہی حکایت ابن سبع نے "شفاء الصدور" میں لکھا ہے۔ اس میں اتنی عبارت کا اضافہ ہے کہ ہم نے اس کو دفن کرنے کے لیے قبر کھودنی چاہی مگر زمین اس قدر سخت ہو گئی کہ ہم اس کو کھودنے سے عاجز آ گئے لہٰذا ہم نے اس کو زمین پر ایسے ہی چھوڑ کر پتے اور پتھر ڈال دیئے۔ نیز انہوں نے بیان کیا کہ ہم میں سے ایک شخص وہیں بیٹھ کر پیشاب کرنے لگا ایک بھڑ آ کر اس کے پیشاب کے مقام پر بیٹھ گئی مگر اس کو بالکل نہیں

کاٹا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بھڑیں منجانب اللہ اس شخص کے لیے سزا پر مامور تھیں۔(۲۸)



حوالہ جات:

(۱) رواه الترمذی کمافی المشکوٰۃ، باب اشراط الساعة
(۲) المرقاة (۹:۳۴۶)، مظاہرِ حق (۵:۱۳۷)
(۳) رواه زرین، کمافی المشکوٰۃ، کتاب العلم
(۴) مظاہر حق: ۲۲۸۱
(۵) مظاہر حق: جلد ۱ صفحہ ۲۲۴
(۶) رواه مسلم، کذافی الشکوٰۃ، باب مناقب الصحابة
(۷) کتاب الاعتصام للشاطبی: جلد۱، صفحہ ۶۴
(۸) مقدمہ صحیح مسلم: صفحہ ۱۲
(۹) تحفتہ العلماء: جلد۱، صفحہ ۴۲۴
(۱۰) رواه ابوداؤد من صنع الیکم معروفاً
(۱۱) رواه البخاری و مسلم، کذافی المشکوٰۃ کتاب العلم
(۱۲) الاعتدال بحوالہ زرقانی علی المواہب
(۱۳) نفس المصدر
(۱۴) المشکوٰۃ کتاب المناقب
(۱۵) رواه رزین کذافی المشکوٰۃ: جلد۱، صفحہ ۵۵۴
(۱۶) مکتوبات دفتر اول مکتوب ۲۰۷
(۱۷) معارف القرآن: جلد ۸، صفحہ ۱۱۳
(۱۸) ایضاً
(۱۹) ایضاً
(۲۰) ایضاً
(۲۱) راوه البخاری، کذافی المشکوٰۃ
(۲۲) الاعتدال بحوالہ فتح الباری
(۲۳) معارف الاکابر: صفحہ ۳۰۱
(۲۴) تفسیر معارف القرآن: جلد ۸، صفحہ ۱۰۲
(۲۵) رواه الترمذی وقال هذا حدیث اریب، کذافی المشکوٰۃ باب مناقب الصحابة
(۲۶) ثمرات الاوراق لمولانا المفتی محمد شفیع قدس سرہٗ
(۲۷) حیات الحیوان: جلد۲، صفحہ ۱۴۸
(۲۸) حیات الحیوان: جلد۲، صفحہ ۱۹۵

تیسری فصل:

حفاظتِ ایمان کا تیسرا طریقہ

نفس کو رذائل سے پاک کرنا

ایمان کی حفاظت کے لیے اپنے نفس کی اصلاح اور تزکیہ نہایت ضروری ہے اور تزکیہ نفس کا مطلب یہ ہے کہ قلب کو رذائل مثلاً! تکبر، ریا کاری، حسد، کینہ بغض، حبِ دنیا اور غصہ وغیرہ سے پاک وصاف کر کے فضائل جیسے تواضع، اخلاص، محبت الٰہی، رضا بالقضا، صبر وشکر اور توکل وغیرہ سے آراستہ کرنا۔

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض رذائل اتنے مہلک اور خطرناک ثابت ہوتے ہیں، جن کا انجام کفر اور بے ایمانی ہوتا ہے اگر ان رذائل سے اپنے نفس کو پاک نہ کیا گیا تو خاتمہ خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔ العیاذ باللہ! ان رذائل سے اپنے نفس کو پاک کر لینے کی صورت میں اللہ تعالیٰ ایمان و یقین کی ایسی حلاوت نصیب فرماتے ہیں کہ پھر خاتمہ کے خراب ہونے کا اندیشہ نہیں رہتا۔ ان رذائل میں تکبر، غصہ اور بدنگاہی خاص طور پر ایسے امراض ہیں جو ایمان کے لیے سمّ قاتل ہیں۔

۱۔ نفس کو تکبر سے پاک کرنا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ، قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ

مُؤْمِنُوْنَ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا اِنَّا بِالَّذِيْ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ (الاعراف)

''ان کی قوم میں جو متکبر سردار تھے، انہوں نے غریب لوگوں سے جو کہ ان میں سے ایمان لے آئے تھے، پوچھا کہ کیا تم کو اس بات کا یقین ہے کہ صالح (علیہ السلام) اپنے رب کی طرف سے (پیغمبر بنا کر) بھیجے ہوئے (آئے) ہیں۔ انہوں نے (جواب میں کہا) کہ بے شک ہم اس (حکم) پر پورا یقین رکھتے ہیں جو ان کو دے کر بھیجا گیا ہے وہ متکبر لوگ کہنے لگے کہ تم جس چیز پر یقین لائے ہوئے ہو ہم تو اس کے منکر ہیں۔''

(معارف القرآن،۳:۶۰۴)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ○ (المؤمن)

''اسی طرح اللہ ہر مغرور و جابر کے پورے قلب پر مہر کر دیتے ہیں۔'' (بیان القرآن)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ (المؤمن)

''اور تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کر لوں گا۔ جو لوگ میری عبادت سے (جس میں دعا بھی داخل ہے) سرتابی کرتے ہیں وہ

عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

حارث ابن وہب رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''میں تمہیں جنتیوں کے بارے میں بتلا دوں (یعنی کون لوگ جنتی ہیں تو سنو!) ہر وہ ضعیف شخص (جنتی ہے) جس کو لوگ ضعیف و حقیر سمجھیں (اور اس کی کمزوری و شکستہ حالی کی وجہ سے اس کے ساتھ جبر و تکبر کا معاملہ کریں) حالانکہ (حقیقت کے اعتبار سے وہ ضعیف و کمزور اللہ کے نزدیک اس قدر اونچا مرتبہ رکھتا ہے کہ) اگر وہ اللہ کے بھروسے پر کسی بارے میں قسم کھا بیٹھے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو سچا کر دے۔ اور کیا میں تمہیں ان لوگوں کے بارے میں بتلا دوں جو دوزخی ہیں (تو سنو!) ہر وہ شخص دوزخی ہے جو فضول و لغو باتوں پر سخت گوئی کرنے والا ہو، جھگڑالو ہو، جو مال جمع کرنے والا بخیل ہو اور تکبر کرنے والا ہو۔'' (۱)

فائدہ: حضرت اقدس مجدد تھانوی رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے ارشاد: **وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا** میں جہنم جانے کی علامت کفر ہی کو کہا گیا اور **فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ** میں اس برے ٹھکانے کی علامت تکبر کو کہا گیا۔ حالانکہ دونوں جگہ مجرم ایک ہی گروہ ہے۔ گویا خلاصہ یہ نکلا کہ اس مجرم گروہ کے جہنم میں داخل ہونے کی دو علتیں ذکر کی گئی ہیں۔

۱۔کفر ۲۔تکبر

لیکن یہ دونوں علتیں مستقل علتیں (اسباب) نہیں ہیں بلکہ ایک علت (سبب) ہے اور دوسری علت العلت (یعنی علت کی بھی علت ہے)

مطلب یہ ہے کہ دونوں چیزیں جہنم میں داخل ہونے کا سبب ہیں۔ مگر کفر جہنم میں داخل ہونے کا سببِ قریب ہے اور تکبر سبب بعید ہے اور کفر کا بھی سبب ہے۔ تکبر ہی کی وجہ سے آدمی کفر اختیار کرتا ہے۔ کیوں کہ جو کوئی بھی کفر کی راہ اختیار کرتا ہے اس کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ حق اس سے پوشیدہ رہا، حق تو پوشیدہ رہنے کی چیز ہی نہیں۔ حق ضرور واضح ہو جاتا ہے۔ لیکن عار سبب ہوتی ہے کفر کا اور کفر سبب بنتا ہے جہنم میں داخل ہونے کا۔ (۲)

چنانچہ ابلیس لعین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَبٰی وَاسۡتَکۡبَرَ وَ کَانَ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ

''اس نے نہ مانا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہوگیا۔''

شیخ ابوعبداللہ اندلسی کا سبق آموز واقعہ:

ذیل میں حضرت شیخ ابوعبداللہ اندلسی کا ایک عبرتناک واقعہ ذکر کیا جاتا ہے جس کے بارے میں قطب الاقطاب شیخ الحدیث الحاج مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس اللہ سرہٗ اپنے رسالہ ''اُمّ الامراض'' میں رقم طراز ہیں۔

شیخ ابوعبداللہ اندلسی کا واقعہ میرے دل میں ایسا جما ہوا ہے اور چھا ہوا ہے کہ اکثر بے اختیار زبانِ قلم پر آجاتا ہے، میں سالکین اور تصوف سے ذرا سا تعلق رکھنے والوں کے متعلق بھی یہی چاہتا ہوں کہ ہر ایک کے دل میں اترا ہوا ہو۔

شیخ ابوعبداللہ مشہور شیخ المشائخ اندلس کے اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں، ہزاروں خانقاہیں ان کے دم سے آباد، ہزاروں مدارس ان کے فیض سے جاری، ہزاروں شاگرد، ہزاروں مریدین۔ آپ کے مریدین کی تعداد بارہ ہزار تک بتائی جاتی ہے۔ ایک دفعہ سفر کے ارادہ سے تشریف لے گئے ہزاروں مشائخ وعلماء ہم رکاب ہیں، جن میں حضرت جنید بغدادی، حضرت شبلی رحمہم اللہ تعالیٰ بھی ہیں۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ہمارا قافلہ نہایت ہی خیرات و برکات کے ساتھ چل رہا تھا کہ عیسائیوں

کی ایک بستی پر گزر ہوا۔ نماز کا وقت تنگ ہو رہا تھا، بستی میں پانی نہ ملا، بستی سے باہر ایک کنوئیں پر چند لڑکیاں پانی بھر رہی تھیں۔ حضرت شیخؒ کی نگاہ ایک لڑکی پر پڑی، حضرت کی نگاہ اس پر پڑتے ہی تغیر ہونے لگا۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ اس کی گفتگو کے بعد سر جھکا کر بیٹھ گئے، تین دن کامل گزر گئے کہ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں، نہ کسی سے بات کرتے ہیں، حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سب خدام پریشان حال تھے۔ تیسرے دن میں نے جرأت کر کے عرض کیا یا شیخؒ! آپ کے ہزاروں مریدین آپ کی اس حالت سے پریشان ہیں۔ شیخؒ نے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا: میرے عزیزو! میں اپنی حالت تم سے کب تک چھپاؤں!؟ پرسوں میں نے جس لڑکی کو دیکھا ہے اس کی محبت مجھ پر اتنی غالب آچکی ہے کہ تمام اعضاء و جوارح پر اسی کا تسلط ہے اب کسی طرح ممکن نہیں کہ اس سرزمین کو میں چھوڑ دوں۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے میرے سردار! آپ اہل عراق کے پیر و مرشد، علم و فضل، زہد و عبادت میں شہرۂ آفاق ہیں، آپ کے مریدین کی تعداد بارہ ہزار سے متجاوز ہو چکی ہے، بطفیل قرآن عزیز ہمیں اور ان سب کو رسوا نہ کیجیے۔

شیخؒ نے فرمایا: میرے عزیز! میرا تمہارا نصیب، تقدیر خداوندی ہو چکی ہے مجھ سے ولایت کا لباس سلب کر لیا گیا ہے اور ہدایت کی علامات اٹھالی گئیں ہیں۔ یہ کہہ کر رونا شروع کیا اور کہا: اے میری قوم! قضا و قدر نافذ ہو چکی ہے اب کام میرے بس کا نہیں۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس عجیب واقعہ پر سخت تعجب ہوا اور حسرت سے رونا شروع کیا۔ شیخؒ بھی ہمارے ساتھ رو رہے تھے، یہاں تک کہ زمین آنسوؤں سے امنڈ آنے والے سیلاب سے تر ہو گئی اس کے بعد ہم مجبور ہو کر اپنے وطن بغداد کی طرف لوٹے، جب ہم نے واپس آکر یہ واقعات سنائے تو شیخؒ کے مریدین میں کہرام مچ گیا، چند آدمی تو اسی وقت غم و حسرت میں عالم آخرت کو سدھار گئے اور باقی لوگ گڑگڑا کر خدائے بے نیاز کی بارگاہ میں دعائیں کرنے لگے کہ اے

مقلب القلوب! شیخ کو ہدایت کر اور پھر اپنے مرتبہ پر لوٹا دے۔ اس کے بعد تمام خانقاہیں بند ہو گئیں اور ہم ایک سال تک اسی حسرت وافسوس میں شیخ کے فراق میں لوٹتے رہے، ایک سال کے بعد جب مریدوں نے ارادہ کیا کہ چل کر شیخ کی خبر لیں کہ کس حال میں ہیں تو ہماری ایک جماعت نے سفر کیا اس گاؤں میں پہنچ کر لوگوں سے شیخ کا حال دریافت کیا تو گاؤں والوں نے بتایا کہ وہ جنگل میں سؤر چرارہا ہے، ہم نے کہا: خدا کی پناہ! یہ کیا ہوا؟ گاؤں والوں نے بتایا کہ اس نے سردار کی لڑکی سے منگنی کی تھی، اس کے باپ نے اس شرط پر منظور کرلیا اور وہ جنگل میں سؤر چرانے کی خدمت پر مامور ہے، ہم یہ سن کر ششدرہ گئے اور غم سے کلیجے پھٹنے لگے، آنکھوں سے بیساختہ آنسوؤں کا طوفان امنڈنے لگا، بمشکل دل تھام کر اس جنگل میں پہنچے جس میں وہ سؤر چرارہے تھے۔ دیکھا تو شیخ کے سر پر نصاریٰ کی ٹوپی اور کمر میں زنار بندھا ہوا ہے اور اس عصاء پر ٹیک لگائے ہوئے، خنزیروں کے سامنے کھڑے ہیں جس سے وعظ اور خطبہ کے وقت سہارالیا کرتے تھے، جس نے ہمارے زخموں پر نمک پاشی کا کام کیا، شیخ نے ہمیں اپنی طرف آتے دیکھ کر سر جھکالیا، ہم نے قریب پہنچ کر السلام علیکم کہا، شیخ نے کسی قدر دبی آواز سے وعلیکم السلام کہا۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ اے شیخ! اس علم وفضل اور حدیث وتفسیر کے ہوتے ہوئے آج تمہارا کیا حال ہے؟

شیخ نے فرمایا: میرے بھائیو! میں اپنے اختیار میں نہیں، میرے مولیٰ نے مجھے جیسا چاہا ویسا کردیا اور اس قدر مقرب بنانے کے بعد جب چاہا کہ مجھے اپنے دروازہ سے دور پھینک دے تو پھر اس کی قضاء کو کون ٹالنے والا ہے؟ اے عزیزو! خدائے بے نیاز کے قہر وغضب سے ڈرو، اپنے علم وفضل پر مغرور نہ ہو۔ اس کے بعد آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہا کہ: اے میرے مولیٰ! میرا گمان تو تیرے بارے میں ایسا نہ تھا کہ تو مجھ کو ذلیل وخوار کر کے اپنے دروازہ سے نکال دے گا۔ یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ سے استغاثہ کرنا اور رونا شروع کردیا اور فرمایا: اے شبلی! اپنے غیر کو دیکھ کر عبرت حاصل کر۔

شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے روتے ہوئے عرض کیا: اے ہمارے پروردگار ہم تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں اور تجھ ہی سے استغاثہ کرتے ہیں اور ہر کام میں ہم کو تیرا ہی بھروسہ ہے، ہم سے یہ مصیبت دور کر دے کہ تیرے سوا کوئی دفعہ کرنے والا نہیں۔

خنزیران کا رونا اور ان کی دردناک آواز سنتے ہی ان کے پاس جمع ہو گئے اور انہوں نے بھی رونا اور چلانا شروع کر دیا ادھر شیخ بھی زار زار رو رہے تھے، حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ: شیخ آپ حافظ قرآن تھے اور قرآن کو ساتوں قرارتوں سے پڑھا کرتے تھے، اب بھی کوئی اس کی آیت یاد ہے؟

شیخ نے کہا: اے عزیز! مجھے قرآن میں دو آیت کے سوا کچھ یاد نہیں رہا، ایک تو یہ ہے:

وَمَنْ يُهِنِ اللّٰهُ فَمَالَهُ مِنْ مُكْرِمٍ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَايَشَاءُ

''جس کو اللہ ذلیل کرتا ہے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں، بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''

اور دوسری یہ ہے:

وَمَنْ يَتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيْلِ

''جس نے ایمان کے بدلہ میں کفر اختیار کیا تحقیق وہ سیدھے راستہ سے گمراہ ہو گیا۔''

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا اے شیخ! آپ کو تیس ہزار حدیثیں مع اسناد کے برزبان یاد تھیں، اب ان میں سے بھی کوئی یاد ہے؟

شیخ نے کہا: صرف ایک حدیث یاد ہے یعنی:

مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ

''جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اس کو قتل کر ڈالو۔''

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ حال دیکھ کر شیخ کو وہیں چھوڑ کر بغداد کا قصد کیا ابھی تین منزل طے کرنے پائے تھے کہ تیسرے روز اچانک شیخ کو اپنے آگے دیکھا کہ ایک نہر سے غسل کر کے نکل رہے ہیں اور بآواز بلند شہادتیں **اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ** پڑھتے جاتے ہیں۔اس وقت ہماری مسرت کا اندازہ وہی شخص کرسکتا ہے جس کو اس سے پہلے ہماری مصیبت کا اندازہ، ہو بعد میں شیخ سے ہم نے پوچھا کہ کیا آپ کے اس ابتلا کا کوئی سبب تھا؟ تو شیخ نے فرمایا: ہاں جب ہم گاؤں میں اترے اور بت خانوں اور گرجا گھروں پر ہمارا گزر ہوا، آتش پرستوں اور صلیب پرستوں کو غیر اللہ کی عبادت میں مشغول دیکھ کر میرے دل میں تکبر اور بڑائی پیدا ہوئی کہ ہم مؤمن موحد ہیں اور یہ کمبخت کیسے جاہل واحمق ہیں کہ بے حس و بے شعور چیزوں کی پرستش کرتے ہیں مجھے اسی وقت ایک غیبی آواز دی گئی کہ یہ ایمان وتوحید کچھ تمہارا ذاتی کمال نہیں کہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے، کیا تم اپنے ایمان کو اپنے اختیار میں سمجھتے ہو؟ اور اگر تم چاہو تو ہم تمہیں ابھی بتلا دیں اور مجھے اسی وقت یہ احساس ہوا کہ گویا ایک پرندہ میرے قلب سے نکل کر اڑ گیا جو درحقیقت ایمان تھا۔

۲۔نظروں کی حفاظت کرنا:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، اِنَّ النَّظْرَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِیْسَ مَسْمُوْمٌ، مَنْ تَرَكَهَا مَخَافَتِیْ اَبْدَلْتُهٗ اِیْمَانًا یَجِدُ حَلَاوَتَهٗ فِیْ قَلْبِهٖ (۳)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نظر ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے جس نے بدنظری کو میرے خوف کی وجہ سے چھوڑ دیا تو میں اس کو ایمان کی ایسی

کیفیت سے بدل دوں گا، جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں
محسوس کرے گا۔''

ایک عبرت ناک واقعہ:

حافظ ابن قیم رحمتہ اللہ علیہ نے ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک عاشق اپنے محبوب کی ملاقات سے مایوس ہو کر مرنے لگا، کسی نے جا کر محبوب سے کہہ دیا کہ وہ مر رہا ہے اس کی حالت پر ترس کھاؤ، اگر تم اس وقت اس کے پاس پہنچ جاؤ گے تو اس کی جان بچ جائے گی، اس کی سمجھ میں بات آگئی۔ چنانچہ اٹھ کر اس کی طرف چل پڑا، کسی نے عاشق کو خبر کر دی کہ تیرا محبوب آرہا ہے یہ سن کر اس کی جان میں جان آگئی اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ مگر آتے آتے اس محبوب کو کچھ غیرت آئی اور وہ یہ کہہ کر لوٹ گیا کہ کون بدنام ہو؟ کسی نے جا کر یہ بات عاشق کو بتلا دی، یہ خبر سنتے ہی وہ عاشق گر گیا اور حالت نزع طاری ہو گئی۔ اس سے کہا گیا کہ کلمہ پڑھ لے تو وہ بجائے کلمہ کے کفر کا کلمہ کہتا تھا۔

رِضَاکَ اَشْهٰـی اِلٰی فُؤَادِی
مِنْ رَّحْمَةِ الْخَالِقِ الْجَلِیْلٖ

''اے میرے محبوب! خالق کے مقابلہ میں مجھے تیری رضا
کی زیادہ خواہش ہے۔''

یہی کلمہ کہتے کہتے اس کی جان نکل گئی۔ العیاذ باللہ!!!

حضرت مجدد تھانوی رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ دیکھئے! کس قدر عبرت ناک واقعہ ہے، اس کی اگر اصل اور بنیاد تلاش کریں گے تو کہیں جا کر بدنگاہی پر ہی ختم ہو گی۔ دیکھئے! جان بھی گئی اور ایمان بھی گیا اور یہ سب خرابی بدنظری کے سبب ہوئی۔ (۴)

۳۔ غصہ کا صحیح استعمال:

عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِیْمٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْغَضَبَ لَیُفْسِدُ الْاِیْمَانَ کَمَا یُفْسِدُ الصَّبِرُ الْعَسَلَ (۵)

''حضرت بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ بہز کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یقیناً غصہ ایمان کو ایسے ہی خراب کر دیتا ہے جیسے ایلوا (صحرائی پھل جو کہ نہایت کڑوا ہوتا ہے) شہد کو خراب کر دیتا ہے۔''

فائدہ: ''مرقاۃ'' میں حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ بعض محققین کا ارشاد ہے کہ غصہ شیطانی وسوسوں کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، اس کی وجہ سے وہ حد اعتدال سے آگے گزر جاتا ہے، نہ تو اس کی ظاہری شکل و صورت میں اعتدال باقی رہتا ہے اور نہ سیرت و کردار میں، یہاں تک کہ غصہ کی بنا پر ایسے باطل کلمات کہنا شروع کر دیتا ہے جو شریعت اور معاشرے دونوں میں مذموم اور برے سمجھے جاتے ہیں اور غصہ ہی سے اس کے باطن میں کینہ و بغض اور دوسرے بعض برے اخلاق جنم لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض اوقات اس وجہ سے کفر بھی اختیار کر لیتا ہے۔ (۶)

جس طرح غصہ کی وجہ سے کفر تک کی نوبت آ جاتی ہے، اسی طرح وہ شخص جو غصہ پی جاتا ہے اور غصہ کے تقاضے پر عمل نہیں کرتا تو پھر اللہ تعالیٰ ایمانی حلاوت عطا فرماتے ہیں، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

مَنْ کَظَمَ غَیْظًا وَھُوَ یَقْدِرُ عَلٰی اِنْفَاذِہٖ مَلَأَ اللّٰہُ قَلْبَہٗ اَمْنًا وَاِیْمَانًا (۷)

''جو شخص غصہ کو پی جاتا ہے باوجود یہ کہ وہ غصہ کے نافذ کرنے پر قدرت رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن اور

ایمان سے بھر دیتے ہیں۔''

تزکیہ نفس سے ایمان کی حفاظت:

الغرض! حفاظت ایمان کے لیے نفس کو رذائل سے پاک کرنا نہایت ضروری ہے ورنہ رذائل موت کے وقت کی فیصلہ کن گھڑی میں اس قدر ستاتے ہیں کہ ایک مرد مؤمن کے خاتمہ خراب کرنے میں کوئی کسر روا نہیں رکھتے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے اکابر اسلاف نے خیر القرون سے اب تک تزکیہ نفس کا بہت اہتمام کیا ہے۔ حضرات صحابہ اور بعد کے بزرگوں کی سوانح حیات کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے۔

اسی مضمون کی تائید ''ابن ماجہ'' کی اس حدیث سے ہوتی ہے۔

سَتَكُوْنُ فِتَنٌ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا اِلَّا مَنْ اَحْيَاهُ اللّٰهُ بِالْعِلْمِ (۸)

''عنقریب فتنے ہوں گے، آدمی صبح کو مومن ہوگا تو شام کو کافر ہوجائے گا، مگر وہی شخص (بچ سکے گا) جس کو اللہ تعالیٰ علم کے ذریعے زندگی عطا فرمادیں۔''

اس حدیث شریف کی شرح میں حضرت شاہ عبدالغنی المجددی ارشاد فرماتے ہیں کہ فتنوں کے عروج میں جس علم کے ذریعے اللہ تعالیٰ گمراہی اور کفر سے حفاظت فرماتے ہیں اس علم سے مراد ''علم کشفی'' (علم وہبی) ہے جو اللہ تعالیٰ کے حضور کمال عبدیت اور اس کی ذات میں فنا ہونے کی صورت میں حاصل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور کمال عبدیت اور ان کی ذات میں فنا کی دولت سلوک وتصوف اور مجاہدات و ریاضات کے بغیر عطا نہیں فرماتے۔ اس بات کی توفیق مل جانا خاص کرم ہے اللہ جل شانہ کا۔ رہا علم استدلالی جو دلائل اور مقدمات کی ترتیب سے حاصل کیا جاتا ہے، اس کا حفاظتِ ایمان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ (۹)

امام الاولیاء حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ علم جو دل کے اندر ہوتا ہے، یہ تو علم نافع ہے اور ایک وہ علم جو زبان کے اوپر ہوتا ہے، یہ علم آدمی پر اللہ کی حجت اور دلیل ہے۔ (۱۰)

حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کے اس ارشاد کی تشریح میں حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہے کہ:

پہلے علم سے مراد علم باطن ہے اور دوسرے علم سے مراد علم ظاہر ہے، لیکن اس مقام میں یہ بات قابل توجہ ہے کہ علم باطن کا کچھ حصہ بھی حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ ظاہر کی اصلاح نہ ہوجائے، اسی طرح علم ظاہر کی تکمیل اس صورت میں ہوتی ہے جب کہ باطن کی اصلاح ہوجائے۔ اسی وجہ سے حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی ہے:

مَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ وَمَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ

''جس شخص نے علم فقہ (علم ظاہر) تو حاصل کیا مگر علم تصوف (علم باطن) حاصل نہ کیا تو وہ شخص تو فاسق ہوگیا اور جس نے علم تصوف (علم باطن) تو حاصل کرلیا مگر علم فقہ (علم ظاہر) حاصل نہ کیا وہ شخص زندقہ میں مبتلا ہوگیا، ہاں جس نے دونوں علم کو جمع کرلیا تو ایسا شخص بلاشبہ محقق ہوگیا۔''

اور حضرت ابوطالب مکی رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ یہی دو علم حقیقی علم ہیں، جن میں کوئی علم بھی دوسرے سے مستغنی نہیں ہوسکتا ان دونوں علموں کی مثال اسلام اور ایمان کی طرح ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک کا دوسرے سے تعلق ہے اور ان دونوں علموں کی مثال جسم اور دل کی طرح ہے، کہ ان میں سے کوئی چیز بھی دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتی۔ (۱۱)

حوالہ جات:

(۱) رواه البخاری و مسلم، کذافی المشکوٰۃ کتاب الآداب باب الغضب و الکبر
(۲) ماخوذ از وعظ السوق لاهل الشوق
(۳) کنز العمال: جلد ۵، صفحه ۳۱۸
(۴) دعوات عبدیت
(۵) رواه البیهقی فی شعب الایمان، کذافی المشکوٰه کتاب الآداب باب الغضب و الکبر
(۶) المرقاۃ: جلد ۸، صفحه ۱۷۹
(۷) الجامع الصغیر: جلد ۲، صفحه ۱۷۹
(۸) سنن ابن ماجه: ۲۸۳، و کذافی السنن للدارمی، المقدمته باب فی فضل العلم العالم: ۱۰۳
(۹) انجاح الحاجة شرح ابن ماجة للشیخ المجددی
(۱۰) رواه الدارمی کذافی المشکوٰۃ کتاب العلم
(۱۱) المرقاۃ: جلد ۱، صفحه ۵۲۶

چوتھی فصل:

حفاظتِ ایمان کا چوتھا طریقہ

چند مخصوص اعمال ووظائف

حسن خاتمہ کے حصول کے لیے ہمارے حضرت شفیق الامت مولانا محمد فاروق صاحب (سکھری) اعلی اللہ مراتبہ نے بہت سے ایسے اعمال تعلیم فرمائے ہیں، جن پر عمل پیرا ہونے کی صورت میں اللہ جل شانہ کی وسیع رحمت سے کامل امید ہے کہ حسن خاتمہ نصیب ہوگا۔ جس سعادت مند کو حسن خاتمہ کی دولت حاصل ہوگئی بس وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کامیاب ہوگیا۔

ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْکَبِیْرُ

''یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت الحاح وزاری سے دعا ہے کہ وہ محض اپنے فضل وکرم سے اس ناکارہ اس کے والدین مشائخ، اساتذہ اور جملہ متعلقین واحباب کو بھی اس رحمت خاصہ کا مورد بنادیں۔ آمین

یہ اعمال اس امید پر ذکر کیے جاتے ہیں کہ شاید کوئی اللہ کا بندہ ان میں کسی عمل کی عادت بنالے اور اپنی نجات اخروی کا سامان کرلے، اللہ تعالیٰ توفیق عمل نصیب فرمائیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

پہلا عمل:

ہر نماز کے بعد سورۃ توبہ کی ان دو آخری آیات کی تلاوت کرنا۔

لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ

مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ رَّحِيمٌ ۝ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝
(التوبۃ)

دوسرا عمل:

صبح وشام تین تین مرتبہ درج ذیل دعا پڑھنے کا معمول بنالینا۔

رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَ بِمُحَمَّدٍ

تیسرا عمل:

درج ذیل دعا کا کثرت سے پڑھتے رہنا۔

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ

چوتھا عمل:

رات کو سوتے وقت دائیں کروٹ پر لیٹے لیٹے سورہ اخلاص کی ایک تسبیح (سو مرتبہ) پڑھنا۔

ولی باصفا حضرت شفیق الامت رحمۃ اللہ علیہ کے حسن خاتمہ کا واقعہ:

امام السلوک، شفیق الامت سیدی ومرشدی حضرت مولانا شاہ محمد فاروق صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز جو ۲۰ رمحرم الحرام ۱۴۲۰ھ بمطابق ۷ رمئی ۱۹۹۹ء شب جمعہ میں دوران سفر اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حسن خاتمہ کا آنکھوں دیکھا حال جس کو مرشدی حضرت مولانا ڈاکٹر محمد صابر صاحب عمت فیوضہم (خادم خاص وخلیفہ خاص مرشدنا

حضرت شفیق الامت قدس سرہٗ) نے یوں بیان فرمایا:

حضرت والا رحمتہ اللہ علیہ نے جب بذریعہ ریل سکھر سے کراچی کے لیے سفر شروع فرمایا تو عوارض جسمانی کی کثرت کی وجہ طبیعت مبارکہ کافی نڈھال تھی، مگر اتنی مایوس کن بھی نہیں تھی۔ حضرت والا رحمتہ اللہ علیہ نے ریل میں ہی کھانا تناول فرمایا اور استراحت کے لیے لیٹ گئے، لیٹتے وقت سورہ اخلاص کی تسبیح کا دائمی معمول تھا، چنانچہ اب بھی تکالیف کے باوجود اس معمول کو پورا فرمایا، بعد میں جب تکلیف شدت اختیار کرگئی تو فرمایا کہ اب میرا وقت آخر ہے۔ ایسی تکلیف مجھے پہلے کبھی نہیں ہوئی۔

چنانچہ باآواز بلند کلمہ طیبہ کا ورد فرمایا، کلمہ طیبہ کے ورد فرمانے کے بعد بھی ہونٹوں کی حرکت جاری تھی لیکن آواز سنائی نہ دیتی تھی، نگاہیں ایک جانب ٹھہری ہوئی تھیں، آخری الفاظ جو زبان مبارک سے ادا فرمائے وہ یہ تھے ''مکہ...... مدینہ'' یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اللہ جل شانہ نے حرمین طیبین کو جن میں سینکڑوں بار حاضری دے چکنے کے باوجود ہر وقت حرمین کے لیے بے قرار رہتے تھے، حضرت قدس سرہٗ کی نگاہوں کے سامنے کردیا ہو۔ ہونٹ مبارک پر اب بھی ذکر محبوب جاری تھا، چہرہ انور پر غیر معمولی بشاشت اور انوار کی بارش تھی، یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے مدت کا بے قرار، زندگی بھر اعلاء کلمتہ اللہ کے لیے اللہ کے راستے میں مشقتیں جھیل کر، ہزاروں مُردہ دلوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا آب حیات ڈال کر آج اپنے محبوب حقیقی کے پاس پہنچنے والا ہے۔

بالکل آخری وقت میں اس ولی باصفاء اور مقبول بارگاہ نے اپنے داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھا کر خدائے عزوجل کی وحدانیت کے گواہی دیتے ہوئے اپنی پاک جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔

فَاَمَّا اِنْ کَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ فَرَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ وَّجَنَّةُ نَعِیْمٍ (الواقعۃ)

''پھر اگر وہ مرنے والا مقربین میں سے ہوگا تو اس کے لیے

راحت ہے اور روزی ہے اور آرام وآسائش کا باغ۔"

پانچواں عمل:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اذان سننے کے بعد یہ دعائیہ کلمات کہے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَا نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدَا نِ الَّذِیْ وَعَدْتَه.

تو اس کے لیے میری شفاعت لازم ہوگئی۔(۱)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے "مرقاۃ" شرح مشکوٰۃ میں ارشاد فرمایا ہے کہ اس حدیث میں حسن خاتمہ کی بشارت موجود ہے۔(۲)

چھٹا عمل:

علامہ کمال الدین دمیری رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق کتاب "حیاۃ الحیوان" میں ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ خواہش رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک اس کے ایمان کی حفاظت فرماتے رہیں تو وہ اپنا معمول یہ بنالے کہ کسی سے گفتگو سے پہلے روزانہ مغرب کی سنتوں کے بعد دو رکعت اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھے اور پھر دو رکعت پڑھنے کے بعد سلام پھیر دے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تک اس کے ایمان کی حفاظت فرماتے رہیں گے۔

راوی کہتے ہیں کہ یہ بہت بڑا فائدہ ہے۔(۳)

ساتواں عمل:

شیخ الاسلام حضرت علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ جو قریب کے زمانے میں مشہور فقیہ اور محقق گزرے ہیں، انہوں نے اپنی مشہور زمانہ کتاب **"درالمحتار"** میں جو فتاویٰ شامی کے نام سے معروف ہے، مسواک کے بہت سے فوائد شمار کیے ہیں جن میں سب سے بڑا فائدہ یہ بیان فرمایا ہے کہ مسواک کی سنت پر عمل کرنے سے موت کے وقت کلمہ شہادت یاد آجاتا ہے (جس کی برکت سے حسن خاتمہ کی نعمت عظمیٰ کا شرف حاصل ہو جاتا ہے)

شامی کی عبارت یہ ہے:

قال فی النھر: ومنافعه وصلت الی نیف وثلاثین منفعة، ادناها اماطة الاذی واعلاها تذکیر الشھادتین عندالموت رزقنا الله بمنه و کرمه (۴)

اس کے برعکس ہمارے بزرگوں نے افیون اور چرس وغیرہ منشیات کے بیسیوں نقصانات گنوائے ہیں۔ جن میں سے سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ موت کے وقت کلمہ طیبہ یاد نہیں آتا۔ اعاذنا اللہ منہ!!

آٹھواں عمل:

ایمان موجودہ پر شکر کرتے رہنا کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے، گھر بیٹھے دنیا وآخرت کی سب سے بڑی نعمت ''ایمان'' سے نوازا ہے اور نعمت ایمان پر شکر کرنا جس طرح زبان سے ضروری ہے اسی طرح ایمان کے تقاضوں کے مطابق اپنی زندگی گزارنا بھی عین شکر بلکہ حقیقی شکر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ

''اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور بالضرور تمہیں زیادہ دوں گا۔''



حوالہ جات:

(۱) رواہ البخاری، کذافی المشکوٰۃ باب فضل الاذان و اجابتہ المؤذن
(۲) المرقاۃ: جلد ۱، صفحہ ۳۵۳
(۳) حیوۃ الحیوان للدمیریؒ:جلد ۱، صفحہ ۱۵۹
(۴) رذالمحتار: جلد ۱، صفحہ ۱۱۵

پانچویں فصل:

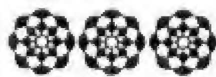
حفاظت ایمان کا پانچواں طریقہ

حزب الایمان

اس فصل میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ''مناجات مقبول'' سے خاتمہ بالایمان کی مناسبت سے مسنون دعاؤں کو جمع کیا جاتا ہے، جن کا حرز جان بنالینا حسن خاتمہ کے لیے اکسیر ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا دَائِمًا وَهُدًی قَیِّمًا وَّعِلْمًا نَافِعًا

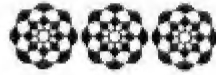
''اے اللہ! میں آپ سے ہمیشہ رہنے والے ایمان، مستحکم ہدایت اور علم نافع کا سوال کرتا ہوں۔''



اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا دَائِمًا وَّاَسْئَلُکَ قَلْبًا خَاشِعًا وَّاَسْئَلُکَ یَقِیْنًا صَادِقًا وَّاَسْئَلُکَ دِیْنًا قَیِّمًا وَّاَسْئَلُکَ الْعَافِیَةَ مِنْ کُلِّ بَلِیَّةٍ وَّاَسْئَلُکَ دَوَامَ الْعَافِیَةِ وَاَسْئَلُکَ الشُّکْرَ عَلَی الْعَافِیَةِ وَاَسْئَلُکَ الْغِنٰی عَنِ النَّاسِ

''اے اللہ! میں آپ سے ہمیشہ رہنے والے ایمان، خشوع کرنے والے دل، سچے یقین، دین راست، ہر مصیبت

سے امن اور ہمیشہ رہنے والی عافیت اور عافیت پر شکر، اور لوگوں سے بے پرواہی کا سوال کرتا ہوں۔"



اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ الْبَرُّ الْجَوَّادُ الْكَرِيْمُ اِغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ عَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَاسْتُرْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَارْفَعْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَلَا تُضِلَّنِیْ وَاَدْخِلْنِی الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِکَ یَآاَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ O

"اے اللہ! آپ محسن ہیں، صاحب جود وکرم ہیں، آپ مجھے معاف فرمایئے اور مجھ پر رحم فرمایئے اور مجھے عافیت دے دیجیے اور مجھے رزق دے دیجیے اور میری پردہ پوشی فرمالیجیے اور میرا نقصان پورا کر دیجیے اور مجھے بلندی عطا فرمایئے اور مجھے ہدایت دے دیجیے اور مجھے گمراہ نہ ہونے دیجیے اور مجھے اپنی رحمت کے طفیل جنت میں داخل فرما دیجیے، اے ارحم الراحمین۔"



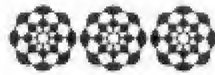
اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْنِیْ اَنْ اَزِلَّ وَاهْدِنِیْ اَنْ اَضِلَّ

"اے اللہ! مجھے ثابت قدم رکھ، کہیں پھسل نہ جاؤں اور مجھے ہدایت دے دیجیے کہیں گمراہ نہ ہو جاؤں۔"



اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ نَّزِلَّ اَوْنُضِلَّ اَوْنَظْلِمَ اَوْیُظْلَمَ عَلَیْنَا اَوْنَجْهَلَ اَوْیُجْهَلَ عَلَیْنَا اَنْضِلَّ اَوْاَضِلَّ

''اے اللہ! ہم آپ کی پناہ مانگتے ہیں اس بات سے کہ کہیں ہم پھسل جائیں یا کسی کو پھسلادیں یا کسی کو گمراہ کردیں یا ہم ظلم کریں یا ہم پر ظلم کیا جائے یا ہم جہالت کا کام کریں یا ہم پر جہالت کی جائے یا ہم گمراہ ہوں یا میں کسی کو گمراہ کروں۔''

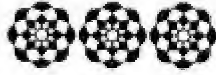


اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَاَصْلِحْهُمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِهِمْ وَاَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَاجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَالْحِكْمَةَ وَثَبِّتْهُمْ عَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِكَ وَاَوْزِعْهُمْ اَنْ یَّشْكُرُوْا نِعْمَتَكَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ وَاَنْ یُّوْفُوْا بِعَهْدِكَ الَّذِیْ عَاهَدْتَّهُمْ عَلَیْهِ وَانْصُرْهُمْ عَلٰی عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ اِلٰهَ الْحَقِّ سُبْحَانَكَ لَا اِلٰهَ غَیْرُكَ

''اے اللہ! مجھے بخش دے اور مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلمات کو بھی بخش دے اور انہیں درست کرے اور صلح دے ان کے درمیان اور ان کے دلوں میں ایمان اور حکمت کر دیجیے اور ان کو اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ثابت قدم رکھ اور ان کو اس بات کی توفیق دے کہ یہ تیری اس نعمت کا شکر ادا کریں جو تو نے ان کو دی ہے اور یہ کہ پورا کریں آپ کا وہ عہد جو آپ نے ان سے لیا ہے اور ان کو اپنے اور ان کے دشمن پر غالب کردیجیے، اے معبود برحق! آپ پاک ہیں، آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

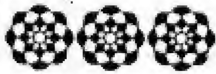
اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مُسْلِمًا وَاَمِتْنِیْ مُسْلِمًا

''اے اللہ! مجھے اسلام کی حالت میں زندہ رکھیے اور اسلام کی حالت میں موت دیجیے۔''



یَاوَلِیَّ الْاِسْلَامِ وَاَھْلِهٖ ثَبِّتْنِیْ حَتّٰی اَلْقَاکَ

''اے اسلام کے مددگار اور اہل اسلام کے مددگار! مجھے اسلام پر ثابت قدم رکھ یہاں تک کہ میں آپ سے ملوں۔''



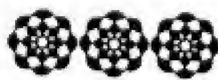
اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ خَیْرَ الْمَسْاَلَةِ وَخَیْرَ الدُّعَاءِ وَخَیْرَ النَّجَاحِ وَخَیْرَ الْعَمَلِ وَخَیْرَ الثَّوَابِ وَخَیْرَ الْحَیٰوةِ وَخَیْرَ الْمَمَاتِ وَثَبِّتْنِیْ وَثَقِّلْ مَوَازِیْنِیْ وَحَقِّقْ اِیْمَانِیْ وَارْفَعْ دَرَجَتِیْ وَتَقَبَّلْ صَلَاتِیْ وَاَسْاَلُکَ الدَّرَجَاتِ الْعُلٰی مِنَ الْجَنَّةِ۔ اٰمین

''اے اللہ! میں آپ سے سب سے اچھا سوال کرتا ہوں، اور سب سے اچھی دعا اور سب سے اچھی کامیابی اور سب سے اچھے عمل، اور سب سے اچھا ثواب اور سب سے اچھی زندگی اور سب سے اچھی موت کا سوال کرتا ہوں، مجھے ثابت قدم رکھنا اور میری نیکیوں کا پلہ بھاری رکھنا، میرے ایمان کو سچا کردے اور میرے درجے کو بلند کردے اور میری نماز قبول کرلے اور میں آپ سے جنت کے بلند درجوں کا سوال کرتا ہوں۔''



اَللّٰھُمَّ احْفَظْنِیْ بِالْاِسْلَامِ قَائِمًا وَاحْفَظْنِیْ بِالْاِسْلَامِ قَاعِدًا وَاحْفَظْنِیْ بِالْاِسْلَامِ نَائِمًا وَلَا تُشْمِتْ بِیْ عَدُوًّا وَلَا حَاسِدًا

''اے اللہ! میرے اسلام کی حفاظت کر جب میں کھڑا ہوا اور اسلام کے ساتھ حفاظت جب میں بیٹھا ہوں اور میری اسلام کے ساتھ حفاظت کر جب میں سو یا ہوا ہوں اور میرے کسی دشمن اور حاسد کو میرے اوپر طعنہ کا موقع نہ دیجیے۔''



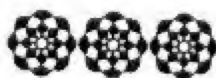
اَللّٰھُمَّ زَیِّنَّا بِزِیْنَةِ الْاِیْمَانِ وَاجْعَلْنَا ھَادِیْنَ مَھْتَدِیْنَ

''اے اللہ! ہمیں ایمان کی زینت کے ساتھ آراستہ کر دے اور ہمیں ہادی اور ہدایت یافتہ بنا دیجیے۔''



یَا مقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ

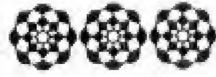
''اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔''



اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ صِحَّةً فِیْ اِیْمَانٍ وَاِیْمَانًا فِیْ حُسْنِ خُلُقٍ وَنَجَاحًا تُتْبِعُه فَلَاحًا وَرَحْمَةً مِنْکَ وَعَافِیَةً وَمَغْفِرَةً مِنْکَ وَرِضْوَانًا

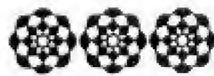
''اے اللہ! میں آپ سے ایمان کی تندرستی اور حسن اخلاق کے ساتھ ایمان کا سوال کرتا ہوں اور ایسی کامیابی کا سوال

بھی جس کے پیچھے آپ مجھے فلاح عطا کریں اور اپنی طرف سے رحمت اور عافیت اور اپنی طرف سے مغفرت اور خوشنودی عطا کریں۔"



اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ الثَّبَاتَ فِی الْاَمْرِ وَاَسْاَلُکَ عَزِیْمَةَ الرُّشْدِ وَاَسْاَلُکَ شُکْرَ نَعْمَتِکَ وَحُسْنَ عِبَادَتِکَ وَاَسْاَلُکَ لِسَانًا صَادِقًا وَقَلْبًا سَلِیْمًا وخُلُقًا مُسْتَقِیْمًا وَاَسْاَلُکَ مِنْ خَیْرَ مَاتَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُکَ مِمَّا تَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبَ

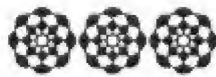
"اے اللہ! میں آپ سے دین کے معاملہ میں ثابت قدمی کا سوال کرتا ہوں اور اعلیٰ درجہ کی صلاحیت کا سوال کرتا ہوں اور آپ کی نعمت پر شکر کا سوال کرتا ہوں اور آپ کی اچھی عبادت کا سوال کرتا ہوں اور آپ سے سچی زبان، قلب سلیم، اور خلق مستقیم کا سوال کرتا ہوں اور اس چیز کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں جس کو آپ جانتے ہیں اور آپ سے معافی مانگتا ہوں اس گناہ سے جس کو آپ جانتے ہیں، بے شک آپ ہی چھپی ہوئی باتوں کو جاننے والے ہیں۔"



اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْقَسْوَةِ وَالْغَفْلَةِ وَالْعَیْلَةِ وَالذِّلَّةِ وَالْمَسْکَنَةِ وَالْکُفْرِ وَالْفُسُوقِ وَالشِّقَاقِ وَالسُّمْعَةِ وَالرِّیَاءِ

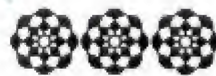
"اے اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں سخت دلی سے اور

غفلت سے اور تنگدستی سے اور ذلت سے اور مسکنت سے
اور کفر سے اور فسق سے اور ضد وعناد سے اور سنانے سے اور
دکھاوے سے۔"



رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ

"اے رب! مجھے یہ بات نصیب کر کہ میں تیرے اس
احسان کا شکر کروں جو آپ نے مجھ پر اور میرے ماں باپ
پر کیا اور اس بات کی توفیق دے کہ میں نیک عمل کروں جو
آپ کو پسند ہو اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں
میں داخل فرمالیجیے۔"



اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمَیَّ یَوْمَ تَزِلُّ فِیْهِ الْاَقْدَامُ

"اے اللہ! مجھے اس دن ثابت قدم رکھنا جس دن قدم ڈگمگا
جائیں گے۔"



اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا هَادِیْنَ مُهْتَدِیْنَ، غَیْرَ ضَالِّیْنَ وَلَا مُضِلِّیْنَ سِلْمًا لِّاَوْلِیَائِكَ وَحَرْبًا لِّاَعْدَائِكَ، نُحِبُّ بِحُبِّكَ مَنْ اَحَبَّكَ وَنُعَادِیْ بِعَدَاوَتِكَ مَنْ خَالَفَكَ مِنْ خَلْقِكَ

"اے اللہ! ہمیں بنا دیجیے راہنما اور ہدایت یافتہ، نہ کہ خود
گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والے۔ آپ کے دوستوں

کے دوست ہوں اور آپ کے دشمنوں کے دشمن، آپ کی مخلوق میں سے آپ کی محبت کی وجہ اس سے محبت کریں جو آپ سے محبت کریں اور آپ کی دشمنی کی وجہ سے اس کو دشمن رکھیں جو آپ کی مخالفت کرے۔''



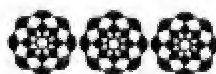
اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِىْ اِيْمَانًا لَّا يَرْتَدُّ وَيَقِيْنًا لَيْسَ بَعْدَهٗ كُفْرٌ وَّرَحْمَةً اَنَالُ بِهَا شَرَفَ كَرَامَتِكَ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

''اے اللہ! مجھے ایسا ایمان دیجیے جو کبھی نہ لوٹے اور ایسا یقین دیجیے جس کے بعد کفر نہ ہو اور ایسی رحمت دیجیے جس کے ذریعہ تیری یہاں کی عزت کا شرف پالوں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔''



اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِىْ اَخْشَاكَ كَاَنِّىْ اَرَاكَ اَبَدًا حَتّٰى اَلْقَاكَ وَاَسْعِدْنِىْ بِتَقْوَاكَ وَلَا تُشْقِنِىْ بِمَعْصِيَتِكَ

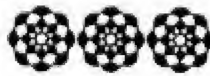
''اے اللہ! مجھے ایسا بنا دیجیے کہ میں آپ سے ڈرا کروں گویا کہ میں آپ کو دیکھ رہا ہوں ہر وقت، یہاں تک کہ میں آپ سے ملوں اور مجھے اپنے تقویٰ کی دولت دے کر سعید بنا دیجیے اور مجھے اپنی نافرمانی کی وجہ سے بد بخت نہ بنانا۔''



اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ اَنْ نَّرْجِعَ عَلٰى اَعْقَابِنَا اَوْ نُفْتَنَ عَنْ دِيْنِنَا وَمِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا

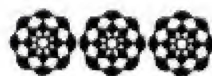
بَطَنَ وَمِنْ يَوْمِ السُّوْءِ وَمِنْ لَيْلَةِ السُّوْءِ وَمِنْ سَاعَةِ السُّوْءِ وَمِنْ صَاحِبِ السُّوْءِ.

''اے اللہ! ہم آپ کی اس بات سے پناہ مانگتے ہیں کہ پیروں کے بل پیچھے لوٹیں یا اپنے دین سے الگ ہو کر فتنہ میں پڑ جائیں اور تمام ظاہری اور باطنی فتنوں سے اور برے دن سے اور بری رات سے اور بری گھڑی سے اور برے ساتھی سے۔''



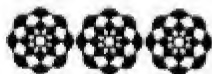
اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ اِيْمَانًا يُبَاشِرُ قَلْبِيْ وَيَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰى اَعْلَمَ اِنِّيْ لَا يُصِيْبُنِيْ اِلَّا مَا كَتَبْتَ لِيْ وَرِضًى مِّنَ الْمَعِيْشَةِ بِمَا قَسَمْتَ لِيْ.

''اے اللہ! میں آپ سے ایسے ایمان کا سوال کرتا ہوں جو دل میں پیوست ہو جائے اور سچے یقین کا، یہاں تک کہ جان لوں کہ نہیں پہنچ سکتا مجھ کو، مگر وہی جو کچھ آپ لکھ چکے ہیں اور اس روزی پر رضا مانگتا ہوں جو آپ نے میرے لیے تقسیم کر دی ہے۔''



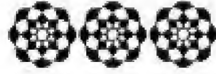
اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ غَيْظَ قَلْبِيْ وَاَجِرْنِيْ مِنْ مُّضِلَّاتِ الْفِتَنِ مَا اَحْيَيْتَنَا اَحْيِيْتَنَا

''اے اللہ! میرے دل کے غصہ کو دور کر دے (اے اللہ!) مجھے آپ جب تک زندہ رکھیں گمراہ کرنے والے فتنوں سے بچا لینا۔''



اَللّٰھُمَّ لَقِّنِیْ حُجَّۃَ الْاِیْمَانِ عِنْدَ الْمَمَاتِ

''اے اللہ! مجھے موت کے وقت ایمان کی حجت سکھا دینا۔''



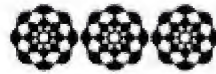
اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ خَیْرَ عُمَرِیْ اٰخِرَہٗ وَخَیْرَ عَمَلِیْ خَوَاتِیْمَہٗ وَخَیْرَ اَیَّامِیْ یَوْمَ اَلْقَاکَ فِیْہِ

''اے اللہ! میری عمر کا آخری حصہ بہترین بنا دیجیے اور میرے آخری اعمال کو بہترین اعمال اور وہ دن سب سے بہترین دن بنا دیجیے جس دن میں آپ سے ملوں۔''



رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ

''اے ہمارے پروردگار! ہم پر صبر ڈال دیجیے اور ہمیں مسلمان بنا کر موت دینا۔''



فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَاَلْحِقْنِیْ بِالصَّالِحِیْنَ

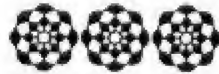
''اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! آپ ہی میرے دنیا اور آخرت میں رفیق ہیں، مجھے اسلام کی حالت میں اٹھانا اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ شامل فرمانا۔''



رَبَّنَا لَاتُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ

''اے ہمارے پروردگار! ہمیں ہدایت دینے کے بعد

ہمارے دل کو نہ پھیرنا اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، بے شک آپ بہت ہی دینے والے ہیں۔''



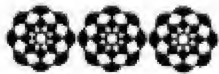
اَللّٰهُمَّ لَاتَنْزِعْ مِنَّا صَالِحَ مَا اَعْطَيْتَنَا وَلَا تُفْتِنَّا اَكْرَمْتَنَا بِهِ

''اے اللہ! ہم سے نہ چھین لینا وہ اچھی چیز جو آپ نے ہمیں عطا کی اور ایسی چیز کی وجہ سے ہمیں فتنہ میں مبتلا نہ کرنا جس کے ساتھ آپ نے ہمیں عزت بخشی۔''



اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الشَّکِّ فِیْ الْحَقِّ بَعْدَ الْيَقِيْنِ

''اے اللہ! میں آپ کی اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ حق بات کا یقین ہو جانے کے بعد اس میں شک کروں۔''



اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِيْمَانًا لَّا يُرْتَدُّ وَنَعِيْمًا لَا يَنْفَدُ وَمُرَافَقَةَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ (ﷺ) فِی اَعْلٰی دَرَجَةِ الْجَنَّةِ جَنَّةِ الْخُلْدِ

''اے اللہ! میں آپ سے ایسے ایمان کا سوال کرتا ہوں جو نہ پھرے اور نعمتوں کا سوال کرتا ہوں جو ختم نہ ہوں اور اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں، جنت کے اعلیٰ ترین مقام یعنی جنت الخلد میں۔''

چھٹی فصل:

حفاظتِ ایمان کا چھٹا طریقہ

حلاوتِ ایمانی کا حاصل کرنا

احادیث مبارکہ میں بعض ایسے اعمال کا بیان آیا ہے جن پر عمل پیرا ہونے کی برکت سے اللہ تعالیٰ قلب میں حلاوت ایمانی کی دولت عطا فرماتے ہیں اور حلاوت ایمان (ایمان کی مٹھاس) ایسی نعمت ہے کہ جس کے حاصل ہو جانے پر ایمان پر خاتمہ کی خوش خبری ہے اور اس کے زائل ہونے کا احتمال باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''مرقاۃ'' شرح مشکوٰۃ میں ذکر فرمایا ہے۔

وَقَدْ وَرَدَ اَنَّ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ اِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَا تَخْرُجُ مِنْهُ اَبَدًا فَفِيْهِ

''یعنی حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب ایک مرتبہ ایمان کی حلاوت دل میں داخل ہو جاتی ہے تو پھر کبھی بھی دل سے نہیں نکلتی۔ پس اس روایت میں حسن خاتمہ کی بشارت موجود ہے۔'' (۱)

حافظ ابن حجرؒ کا ارشاد:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اُس حلاوت سے مراد حسی حلاوت بھی ہو سکتی ہے اور معنوی بھی۔ یہ یاد رہے کہ حلاوت کے محسوس ہونے کے لیے ضروری ہے کہ قلب خواہشات نفسانی سے پاک صاف ہو۔ جیسا شہد کی مٹھاس محسوس کرنے کے لیے قوت ذائقہ کا صحت مند ہونا ضروری ہے اگر کوئی شخص صفرا کا مریض ہو تو اس کو

شہد بھی کڑوا محسوس ہوتا ہے حالانکہ شہد فی نفسہ میٹھا ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے ابوسفیان ابن حرب نے بتلایا کہ ہرقل (شاہ روم) نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میں نے تم سے یہ سوال کیا تھا کہ کیا کوئی شخص ایمان لانے کے بعد اس دین (اسلام) کو ناپسند سمجھتے ہوئے مرتد ہوجاتا ہے؟ تو تم نے جواب دیا تھا کہ نہیں (ایمان لانے کے بعد کوئی شخص مرتد نہیں ہوتا) واقعی ایمان کی یہی صفت ہے کہ جب ایک مرتبہ ایمان کی بشاشت اور حلاوت دلوں میں داخل ہوجاتی ہے تو پھر اس کو کوئی بھی ناپسند کرتے ہوئے نہیں چھوڑتا۔(۲)

چنانچہ اس صحیح بخاری کی اس مفصل حدیث سے بھی یہی معلوم ہوا کہ ایمان کی حلاوت اور مٹھاس حاصل ہوجانے کے بعد اس کے زائل ہونے کا احتمال نہیں رہتا۔

حلاوت ایمانی کی علامات:

حلاوت ایمانی کے حاصل ہوجانے کی پانچ علامات ہیں:

۱۔ عبادت میں لذت محسوس ہوتی ہے۔

۲۔ اپنے نفس کی ہتمام خواہشات پر طاعات کو ترجیح دیتا ہے۔

۳۔ اپنے رب کو راضی کرنے میں ہر قسم کی تکلیف کو برداشت کرتا ہے۔

۴۔ مصائب اور تکلیفوں کے وقت صبر سے کام لیتا ہے۔

۵۔ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہتا ہے، کبھی بھی شکایت اور اعتراض نہیں کرتا، نہ زبان سے اور نہ دل سے۔(۳)

حلاوت ایمانی کس طرح حاصل ہوتی ہے؟:

بتوفیقہ تعالیٰ اب ذیل میں وہ احادیث مبارکہ ذکر کی جاتی ہیں، جن میں ایسے اعمال صالحہ کا ذکر ہے، جن پر عمل پیرا ہونے کی صورت میں اللہ کے پیارے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے حلاوت ایمانی کے حاصل ہو جانے کی بشارت دی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین خصلتیں ایسی ہیں جس شخص میں بھی ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت کو پالے گا۔

۱۔ جسے اللہ اور اس کا رسول کائنات سے زیادہ محبوب ہو۔

۲۔ جو کسی بھی شخص سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے۔

۳۔ اور جو ایمان عطا ہو جانے کے بعد کفر کرنے کو ایسے ہی ناپسند کرے جیسے آگ میں پھینکے جانے کو ناگوار سمجھتا ہے۔(۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین خصلتیں ایسی ہیں جس شخص میں بھی پائی جائیں وہ ایمان کا مزا چکھ لے گا۔

۱۔ وہ شخص جس کے نزدیک کوئی چیز اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے زیادہ محبوب نہ ہو۔

۲۔ وہ شخص جس کو آگ میں پھینکا جانا اس بات سے محبوب ہو کہ وہ اپنے دین سے پھر جائے۔

۳۔ وہ شخص جو اللہ ہی کے لیے دوسرے شخص سے محبت کرے اور اللہ ہی کے لیے دوسرے سے بغض رکھے۔(۵)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ تین خصلتیں ایسی ہیں جس شخص میں وہ پائی جائیں وہ ان کی وجہ سے ایمان کی حلاوت پالے گا۔

۱۔ حق پر ہوتے ہوئے جھگڑے کو چھوڑ دینا۔

۲۔ مزاح و مذاق میں جھوٹ چھوڑ دینا۔

۳۔ اس بات کا یقین ہو جانا کہ وہ چیز جو اس کو پہنچی ہے وہ کبھی اس سے چُوک

نہیں سکتی تھی اور وہ چیز جو اس سے چُوک گئی ہے وہ اس کو کبھی پہنچ نہیں سکتی تھی۔(٦)

حضرت ابورزین العقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! (آپ مجھے بتلا دیجیے کہ) اللہ تعالیٰ مردوں کو کس کیفیت سے زندہ فرمائیں گے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تمہارا اپنی کسی زمین میں ایسی حالت میں گزر ہوا ہے کہ وہ بنجر ہو اور پھر تمہارا ابھی ادھر سے گزر ہوا ہے کہ وہ زمین سرسبز و شاداب ہو چکی ہو؟ حضرت ابورزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ جی ہاں! (ایسی حالت میں گزر ہوا ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مُردوں کو بھی اسی طرح زندہ کیا جائے گا۔ حضرت ابورزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایمان کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (ایمان یہ ہے کہ) تو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اور (ایمان کامل یہ ہے کہ) اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھے ساری کائنات سے زیادہ محبوب ہوں اور تو آگ میں جل جانا تو پسند کرے مگر اللہ کے ساتھ شرک نہ کرے۔

جب تمہاری یہ حالت ہو جائے تو سمجھ لو کہ ایمان کی ایسی ہی محبت تمہارے دل میں داخل ہو گئی ہے جیسا کہ سخت گرمی والے دن میں پیاسے کے دل میں پانی کی محبت ہوتی ہے (حضرت ابورزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجھے کیسے معلوم ہوا کہ میں مؤمن ہوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس امت میں سے کوئی شخص بھی نیک عمل کرتا اور وہ جانتا ہے کہ یہ عمل نیک ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی جزا عطا فرمائیں گے اور کوئی شخص برا عمل کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے اس کی معافی طلب کرتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ اللہ جل شانہ اس کو معاف فرما دیں گے پس جس کی

یہ حالت ہوتو وہ مومن ہے۔(۷)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ چار باتیں ایسی ہیں، آدمی جب تک ان پر ایمان نہ لائے ایمان کا مزا نہیں چکھ سکتا:

۱۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

۲۔ اور میں (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بلاشبہ اللہ کا رسول ہوں اور اللہ نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔

۳۔ وہ مرجائے گا اور پھر موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

۴۔ جب تک کہ مکمل طور پر تقدیر پر ایمان نہ لے آئے۔(۸)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ اس شخص نے ایمان کا مزا چکھ لیا جو اللہ کے رب ہونے پر راضی ہوگیا، اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوگیا اور حضرت (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے پر راضی ہوگیا۔(۹)



حوالہ جات:

(۱) المرقاة (۱:۱۴۷)
(۲) اخرجه البخاری مفصّلاً فی کتاب الایمان
(۳) المرقاة (۱:۱۴۷)
(۴) اخرجه البخاری و مسلم، کذافی شرح السنة (۱:۴۹)
(۵) صحیح البخاری (۱:۷) والطبرانی فی الکبیرو الصغیر کذافی المجمع (۱:۵۶)
(۶) رواه الطبرانی، کذافی مجمع الزوائد للهیثمی (۱:۵۵)
(۷) رواه احمد وفی اسناده سلیمٰن بن موسٰی، وقدوثقه ابن معین و ابوحاتم وضعّفه آخرون، کذافی "المجمع" (۱:۵۳)
(۸) المصنف لابن ابی شیبة رقم الحدیث (۱۰۳۶۵) و ابن ماجه (ص ۹)
(۹) صحیح مسلم کما فی المشکوٰة کتاب الایمان

غیر مسلم ممالک اور ایمانی تحریک

غیر مسلم ممالک میں بسنے والے مسلمانوں کی ذمہ داریوں کے حوالے سے انتہائی مؤثر اور فکر انگیز تحریر

آغاز اللہ تعالیٰ کے بابرکت نام سے:

آپ حضرات کی خدمت میں اپنے اصل مقصد کو پیش کرنے سے پہلے میں اپنے ان بھائیوں کی خدمت میں چند گزارشات پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو غیر ممالک میں بستے ہیں، خواہ مغربی ممالک ہوں جیسے یورپ اور امریکہ وغیرہ، یا مشرقی جیسے جاپان، چین، آسٹریلیا وغیرہ۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بھرپور امید ہے کہ میری یہ مختصر اور اصولی گفتگو ان بھائیوں کی بہت سی ذہنی الجھنوں کو دور کرنے کا سبب بن جائے گی اور ان کے لیے روشن مستقبل کی راہ ہموار کرے گی۔

پہلی بات ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے؟:

اللہ تعالیٰ نے کائنات کا ایک ایک ذرہ افضل المخلوقات انسان کی خدمت کے لیے پیدا فرمایا، آسمان، زمین، سورج، چاند، درخت، کھیتیاں، جانور و مویشی۔ الغرض ہر چیز انسان کی خدمت کے لیے پیدا فرمائی اور خود انسان کی پیدائش سے اصل مقصود یہ ہے کہ انسان کائنات کی تمام اشیاء سے خدمت لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس طریقوں پر چل کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے۔

اس کے علاوہ باقی جتنی چیزیں ہیں، وہ سب وسائل اور ذرائع ہیں۔ ان تمام ذرائع اور وسائل کو استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت کرے۔

افحسبتم انما خلقنا کم عبثا و انکم الینا لا ترجعون

''کیا تم نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ ہم نے تم کو یونہی بیکار پیدا کیا ہے، اور تم ہمارے پاس لوٹ کر نہیں آ ؤ گے؟''

پھر دوسرے مقام پر انسانی پیدائش کا مقصد واضح فرمایا:

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

''میں نے جن اور انسان کو صرف اور صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔''

تو برائے بندگی ہے یاد رکھ
ہر سر افگندگی ہے یاد رکھ
ورنہ پھر شرمندگی ہے یاد رکھ
چند روزہ زندگی ہے یاد رکھ

دوسری بات:

زندگی کے اس مقصد کے حصول کے لیے کوئی جگہ اور قطعۂ زمین متعین نہیں ہے۔ جہاں اس مقصد کا حاصل ہونا ممکن ہو وہیں پہنچنا ضروری ہے۔ اپنے وطن اور محبوب ترین علاقے میں رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بندگی مشکل ہو رہی ہو تو اس کو بھی چھوڑ دینے کا حکم ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ مکہ چھوڑو اور مدینے چلے جاؤ۔ وہ مکہ جہاں بیت اللہ شریف، آب زم زم کا کنواں، صفا و مروہ، عرفات، مزدلفہ، منیٰ و حرم ایسے مقدس اور پرکشش مقامات ہوں، اللہ کے نام پر چھوڑا جاسکتا ہے تو پھر نیویارک، لندن، ٹورنٹو اور شکاگو، قاہرہ و دمشق، کراچی، لاہور، دہلی، لکھنؤ اور دوسرے پر رونق شہر کس شمار میں ہیں۔ ہمیں وہیں پہنچنا ضروری ہے جہاں ہم حقیقی کامیابی کے راستے پر چل سکیں۔

چنانچہ اگر کسی جگہ رہتے ہوئے اپنے اہل وعیال کے دین وایمان کی حفاظت کے سلسلے میں اطمینان حاصل نہیں تو ایسی جگہ رہنا معصیت اور ناجائز ہے ایسی جگہ رہائش و سکونت ایک بڑے خطرناک انجام کی طرف لے جارہی ہے، اس حقیقت کو قرآن کریم نے صاف صاف ارشاد فرمایا ہے:

ان الذین توفاهم الملائکة ظلمی انفسهم قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض، قالوا الم تکن ارض الله واسعة فتها جروا فیها (النساء)

''جن لوگوں کی فرشتے اس حال میں روح قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنے نفس پر ظلم کررہے ہوتے ہیں تو وہ ان سے کہتے ہیں کہ تم نے یہ اپنا کیا حال بنارکھا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم کیا کریں؟ ہمارا اس ملک پر زور نہیں چلتا فرشتے ان سے کہتے ہیں کہ کیا خدا کی زمین وسیع نہیں تھی کہ تم کسی دوسرے ملک کی طرف ہجرت کرجاتے۔''

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ اپنی زمین کی وسعت بتلاتے ہوئے اپنی بندگی کی طرف بلاتے ہیں۔

یعبادی الذین امنوا ان ارضی واسعة فایای فاعبدون (العنکبوت)

''اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو میری زمین فراخ ہے تو میری ہی عبادت کرو۔''

تیسری بات:

مقصد کو ذریعہ بنالینا اور جو چیزیں وسائل اور ذرائع کا درجہ رکھتی ہوں، اپنا مقصود

بنالینا بڑی کوتاہی اور نقصان دہ صورت ہے۔ کھانا، کمانا، پینا وغیرہ ذرائع ہیں۔ انہیں مقصودِ زندگی بنا کر اپنی تمام تر توانائیاں ان کے حصول اور ان میں اعلیٰ سے اعلیٰ ترین معیار حاصل کرنے میں خرچ کر دینا اور مقصد زندگی (یعنی اللہ رب العالمین کی بندگی کے ذریعے رضا حاصل کرنا) کو نظروں سے اوجھل کر دینا، اور برائے نام اس سے ذرائع جیسا سلوک کرنا سراسر ناانصافی اور زیادتی ہے۔ اہل انصاف اور دانشوروں کا اس میں فرق سمجھنے لینے کے بعد ان کو اپنا اصلی مقام اور درجہ نہ دینا انتہائی قابل تعجب ہے۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی اس مسئلہ پر یوں روشنی ڈالتے ہیں:

میرے بھائیو اور بہنو! آپ یہاں صرف اس لیے نہیں ہیں کہ کمائیں اور کھائیں، یہ کام تو دنیا کی ہر قوم کرسکتی ہے اور ہمارے بہت سے ہم وطن یہ خدمت ہم سے بہتر انجام دے سکتے ہیں۔ آپ یہاں اس لیے ہیں کہ بقدر ضرورت کھائیں اور کمائیں۔ لیکن اپنے منصب کو پہچانیں اور ایک نئی زندگی کا نمونہ انہیں دکھائیں۔ اذانیں دیں، تاکہ ان کے دماغوں کو چوٹ لگے، نمازیں پڑھیں تاکہ وہ آنکھوں کے راستے سے غور کرنے پر مجبور ہوں۔ پاک وصاف رہیں تاکہ ان کو آلودہ زندگی سے نفرت پیدا ہو۔ اعتدال سے زندگی گزاریں تاکہ ان کو اپنی بے اعتدالی کا احساس ہو۔ مشینوں کی غلامی سے آزاد ہو کر سکون کی زندگی گزاریں تاکہ ان کو معلوم ہو کہ سکون کہاں ملتا ہے۔ اپنے دل کی دنیا آباد کیجیے، آپ کے اندر وہ روحانیت ہو کہ وہ آپ کے پاس بیٹھیں، تو ان کو یہ احساس ہو کہ ان کے اندر ایک نئی طاقت آگئی ہے۔

میرے بھائیو! پہلے اپنے میں ایمان پیدا کرنے کی کوشش کرو، نمازوں کی پابندی کرو، تھوڑی دیر تنہائی میں بیٹھ کر اپنے قلب کی دنیا آباد کرو، وہ حرارت پیدا کرو جس کو مشینوں کے دھوئیں نے سلب کرلیا ہے۔ پہلے روح کو جلا دو، اپنی زندگی کا مقصد صحیح

کرلو۔اس کے بعد ان امریکیوں کو دین فطرت کا پیغام دو۔

بخدا! میں بڑے وثوق اور یقین سے کہتا ہوں کہ آپ حضرات کا ان مغربی ممالک میں قیام اور سکونت اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت بھی ہو سکتا ہے، اور ایک بڑے خطرے کا پیش خیمہ بھی ہو سکتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت اور دنیا اور آخرت میں کامیابی کا ایک عظیم سبب بھی۔

اگر وطن اور اعزہ و احباب سے دور اتنی تکلیفوں اور جدائیوں اور خطیر رقم خرچ کر کے یہاں آنے کا صرف اور صرف مقصد دنیا کمانا اور اپنی نسلوں کو سونے کے نوالے کھلانا ہے، خواہ اس کے لیے ایمان اور دین کا نقصان بھی برداشت کرنا پڑے تو الامان! الحفیظ! ایسا شخص بڑی خطرناک گھاٹی کے کنارے پر کھڑا ہے اور ایسے انجام کی طرف جارہا ہے، جس میں سوائے حسرت اور ناکامی کے کچھ حاصل نہیں ہے۔

میرے محترم بھائیو! آپ اس بات کی بھرپور کوشش کریں کہ آپ کے پاس اسلام کا جو سرمایہ اور ایمان کی جو نعمت عظمیٰ ہے وہ کم نہ ہونے پائے۔اگر آپ کو ذرا سا تصور آجائے کہ دنیا کتنی مختصر ہے اور آنے والی زندگی کتنی طویل ہے۔اور آخرت میں کن مراحل سے میرا واسطہ پڑنے والا ہے۔اور وہ دن انتہائی قریب آرہا ہے۔اور میری سابقہ زندگی (جو سرسری نظر میں بڑی طویل محسوس ہوتی ہے) مگر درحقیقت پلک جھپکنے کی طرح گزر رہی ہے تو آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ آپ کا شدت پریشانی سے دم نکل جائے۔اگر ہم نے اس ملک میں سب کچھ کیا لیکن آخرت کے استحضار اور خدا کے خوف کی یہ کمائی لٹا دی تو ہم سے بڑھ کر کوئی بدنصیب نہ ہوگا۔

لطف دنیا کے ہیں کتنے دن کے لیے
کھو نہ جنت کے مزے ان کے لیے
گر یوں کیا اے دل تو پھر یوں سمجھ
تو نے ناداں گل دیے تنکے کے لیے

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں:

میں ایک حقیقت پسند انسان کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ خدا کی قسم دانے دانے کا محتاج ہونا اس سے کہیں بہتر تھا کہ ہم اپنے آپ کو خطرے میں ڈالیں اور اپنی اولاد کے دینی مستقبل کو داؤ پر لگائیں۔ سب کچھ ملا اور ہم اپنے ایمان کی دولت کھو بیٹھے، تو یہ سب سے بڑا خسارہ ہے۔

اللہ کرے ہم ان آیتوں کا مصداق نہ ہوں!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قل هل ننبئكم بالا خسرين اعمالا (الکہف:۱۰۳)

''ہم تمہیں بتائیں کہ وہ لوگ کون ہیں، جو اپنے عمل کے اعتبار سے بڑے نقصان میں رہنے والے ہیں۔''

الذين ضل سيعهم فى الحيوة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا (الکہف:۱۰۴)

''یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری کوششیں دنیا کی زندگی میں ٹھک کر رہ گئیں اور وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ بڑا اچھا کام کر رہے ہیں۔''

دیکھو! ایمان و اسلام کو بیچ کر دنیوی جاہ وجلال اور مال ومتاع خریدنا بڑے ہی خسارے کا سودا ہے۔

حضرات محترم! اللہ تعالیٰ کے اس مبارک ارشاد کو دل کی تختی پر نوٹ کر لیجیے۔ اس میں خوب غور کر لیجیے۔ اور پھر اپنے لیے کسی منزل کا انتخاب اور مستقبل پر نئے سرے سے غور کیجیے! اور فضائل ایمان کے اس باب کو پھر سے تازہ کر لیجیے۔

ایک اللہ والے کی نصیحت کو دل میں بٹھا لیجیے!

تو نے منصب بھی اگر پایا تو کیا   گنج سیم و زر بھی ہاتھ آیا تو کیا

قصر عالی شان بھی بنوایا تو کیا　　دبدبہ بھی اپنا دکھلایا تو کیا
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے　　کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ہمیں اپنی غفلت شعاری پر جھنجھوڑتے ہیں:

تجھ کو غافل فکر عقبٰی کچھ نہیں　　کھا نہ دھوکہ عیش دنیا کچھ نہیں
زندگی چند روزہ کچھ نہیں　　کچھ نہیں اس کا بھروسہ کچھ نہیں
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے　　کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

مزید فرماتے ہیں:

دار فانی کی سجاوٹ پر نہ جا　　نیکیوں سے اپنا اصلی گھر سجا
پھر وہاں بس چین کی بنسی بجا　　**انّہٗ قد فاز فوزًا من نجا**

اپنے ایمان کا اطمینان حاصل کرلو!:

سب سے پہلے آپ کو اس زرق برق ماحول میں ایمان و مادیت کے معرکہ میں اپنے ایمان اور اپنے خاتمہ بالخیر کا اطمینان کرنا ضروری ہے۔

خدا کی قسم! اگر حفاظت ایمانی کی خاطر آپ کو لاکھ فقر و فاقہ برداشت کرنا پڑے، بے روزگاری کو برداشت کرنا پڑے، بھوک اور افلاس میں موت کا انتظار کرنا پڑے، خواہ بھوک و افلاس اور روٹی کے ٹکڑے ٹکڑے اور پانی کی بوند بوند کو ترسنا پڑے، اور آپ کو یہ ملک چھوڑنا پڑے اور آپ کو ایسا ٹھکانہ مل رہا ہو، جہاں آپ کا اور آپ کے ماتحتوں اور اولاد کا اس بے بسی کے عالم میں آخری سانس ایمان کے ساتھ نکل سکتا ہو تو آپ کی عاقبت اندیشی اور دانش مندی کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کو ایسی گھاٹی میں جانے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں ہونا چاہیے۔

ارشاد خداوندی ہے:

ولا تموتن الا وانتم مسلمون (البقرۃ:۱۳۲)

''اور ہرگز نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم خدا کے فرمانبردار رہو۔''

اپنی اولاد کے ایمان کا اطمینان حاصل کرو:

جی ہاں! جب آپ نے ایمان اور اسلام کی حفاظت کر لی تو اب آپ کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ اپنے ماتحتوں اور اولاد کے ایمان کا اطمینان بھی حاصل کر لیں۔

جیسے اپنے ایمان کو داؤ پر لگا کر ہم ان کی چند روزہ خوشحالی اور ترقی کے لیے دن رات محنت اور مشقت برداشت کر رہے ہیں تا کہ ان کو زندگی کے ایام میں کوئی گرانی نہ ہو تو میرے عزیزو! اس کے ساتھ یہ فکر بھی شامل کر لو کہ اپنی عزیز اور چہیتی اولاد جب اپنی دنیوی زندگی سے آنکھ بند کر کے اپنی ہمیشہ کی زندگی کے لیے آنکھ کھولیں تو ان کو اس وقت آخرت کے مراحل میں کوئی گرانی نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یاایها الذین امنوا قوا انفسکم و اهلیکم نارا

(التحریم)

''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔''

ہمارے پیغمبر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ ذمہ داری سونپی ہے:

الا کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیته

(الحدیث)

''دیکھو تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

ام کنتم شهداء اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیه ماتعبدون من بعدی، قالوا نعبد الهک و اله ابائک ابراهیم و اسماعیل

(الآیۃ)

حضرت یعقوب علیہ السلام نے دنیا سے جانے سے پہلے اپنے بچوں کو، اپنے لوگوں کو جمع کیا اور کہا، میرے جگر کے ٹکڑو! میرے پیارو! میں مرنے سے پہلے اطمینان کرنا چاہتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد تم کس کی عبادت کرو گے۔ تو انہوں نے کہا کہ "**نعبد الهک و اله ابائک**" اس کے بعد انہیں اطمینان حاصل ہوا تو اس دنیا سے اطمینان کے ساتھ رخصت ہوئے۔

مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہم سب کا فرض ہے کہ اپنے بچوں اور بچیوں کے متعلق یہ اطمینان حاصل کریں کہ وہ اسلام پر زندہ رہیں گے یا نہیں، اور اگر اس کا اطمینان نہیں ہے تو دوستو! یہاں کے قیام پر نظر ثانی کی ضرورت ہے کہ آپ یہاں یہ خطرہ مول لے کر رہیں یا نہ رہیں۔

اگر ایسا نہیں ہے اور آپ کا مطمع نظر صرف کھانا کھانا ہے تو یہ مقصد مسلمانوں کے مقام اور مقصد حیات سے میل نہیں کھاتا۔ صرف کھانے کمانے کے لیے اتنی دور دراز کی مسافت طے کرنا کسی مسلمان کے شایانِ شان نہیں ہے۔

اگر بچوں کے دینی تعلیم و تربیت اور ان کے ایمان کی حفاظت کا انتظام کر لیا ہے تو الحمدللہ تعالیٰ! یہ بات بڑی قابل شکر ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن جب بچوں سے پوچھا جائے گا کہ تم کیسے اس حالت میں آئے ہو، نہ ہمارا نام جانتے ہو، نہ ہمارے رسول کا نام جانتے ہو، نہ نماز جانتے ہو، تو وہ کہیں گے:

ربنا انا اطعنا سادتنا و کبر آء نا فاضلوا السبیلا (الاحزاب)

"ہمارے پروردگار! (ہم تو بے خبر تھے) ہم نے اپنے بڑوں کی بات مانی، انہوں نے جس راستے پر لگایا اسی راستے پر ہم لگ گئے، انہوں نے ہمیں کہیں کا نہیں رکھا۔"

آپ کا مغرب میں رہنا بڑی خوش نصیبی کا سبب بن سکتا ہے:

ان حالات میں اگر آپ حضرات نے ان ممالک میں رہتے ہوئے اپنے اور اپنے اہل وعیال کے ایمان سے اطمینان حاصل کرنے کے بعد یہ نیت کرلی کہ ہمارا کھانا کمانا ضمناً، مقصود بالذات نہ ہوگا۔ بلکہ اصل مقصود اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ ایمان کو ان محروم لوگوں تک پہنچانا اور ایمانی حرارت سے ان کے قلوب کو گرمانا، اور نورِ ہدایت سے ان کے باطن کی ظلمت کو دور کرکے ان کے سینوں میں ایمان کا دیپ جلانا، ان کی مردہ روحوں کو آبِ حیات پلا کر پھر سے نئی زندگی عطا کرنا ہے تو یقین جانیے! پھر آپ کا یہاں رہنا نہ صرف جائز بلکہ بہت بڑی عبادت ہے۔ آپ جس طرح یہاں رہ کر ایک عظیم خطرے سے دوچار تھے، اپنے مقصد کی اصلاح اور نقطۂ فکر کے بدلنے سے ایک ایسی عظیم الشان دینی خدمت انجام دے سکتے ہیں جس کی بدولت آپ کا حشر صف اول کے خدام دین اور اسلام وایمان کے علمبرداروں میں ہوسکتا ہے۔ اگر آپ کا مقصد اونچا اور اسلام کی سربلندی ہے تو پھر آپ کے لیے مغربی ممالک میں رہنا بڑی فضیلت کی بات ہے۔

کسی شاعر نے واقعی خوب کہا ہے ؎

محمد کا غم جس کے سینے میں ہے
وہ جہاں بھی ہو مدینے میں ہے

کاش! میرے جلے ہوئے دل کی یہ بات آپ کے قلوب میں اتر جائے۔

مغرب میں ایمانی دعوت کی تاثیر:

خوب سمجھ لیجیے! کسی بھی داعی کی دعوت اور اس کی آواز کے مؤثر ہونے کے لیے، تین چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

۱۔ وہ دعوت اور آواز ایسی ہو، جس پر کوئی انگلی نہ اٹھا سکتا ہو۔ اس آواز میں کسی کے لیے شک وشبہ، حیل وحجت کی گنجائش نہ ہو۔

۲۔ وہ آواز جس واسطے، راستے اور آلے سے نکل رہی ہو، جو زبان اس آواز کو پکار رہی ہو، وہ خود پاکیزہ اور صاف ہو۔ کیونکہ مانی ہوئی بات ہے کہ پانی خواہ کتنا ہی شفاف کیوں نہ ہو، اگر پائپ لائن خراب ہو اور آلودہ ہو تو اس سے نکلنے والا پانی بھی گدلا اور میلا ہو کر نکلتا ہے۔

۳۔ تیسری چیز جن کانوں تک وہ آواز پہنچ رہی ہو وہ کان سننے کے لیے تیار ہوں جس زمین پر بارش برس رہی ہو وہ زرخیز اور پیاسی ہو۔

یہ ناچیز اپنے اللہ کے فضل و کرم پر بھروسہ کرتے ہوئے عرض کرتا ہے۔ کہ آپ کو ان ممالک میں رہتے ہوئے یہ تینوں چیزیں بڑے اعلیٰ معیار اور اونچے مرتبے کی حاصل ہو سکتی ہیں۔

جہاں تک پہلی چیز کا تعلق ہے، تو رب کعبہ کی قسم! اسلامی تعلیمات عین فطرت کے قریب، محاسن سے بھری ہوئیں، ہر قسم کے عیب سے خالی اور دور ہیں۔ ایسی کتاب کی تعلیمات ہیں جس کے بارے میں رب العالمین کا ارشاد ہے:

ذالک الکتاب لاریب فیه

''یہ ایسی کتاب ہے جس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

کل مولود یولد علی الفطرة فابواه ینصرانه او یهودانه او یمجسانه (الحدیث)

''ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے، مگر اس کے والدین اس کو عیسائی بنا دیتے ہیں، یا یہودی بنا دیتے ہیں، یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

بخدا! میں بڑے وثوق سے کہتا ہوں کہ اگر اہل مغرب، یہاں کے دانشور، عقلاء، مفکرین اور حکمران غرض ہر طبقۂ فکر کے لوگ تعصب کی عینک اتار کر، خالی الذہن

ہوکر، بنظر انصاف صحیح اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کریں تو ان کو اسلام کا ایک ایک حکم حسین، عقل کے مطابق، پرحکمت، عین فطرت کے مطابق نظر آئے گا۔

یہ حقیقت نصف النہار کے سورج کی طرح واضح ہو جائے گی کہ یہی وہ تعلیمات اور دین ہے جس کے لیے مدتوں سے ان کی روح بے قرار تھی، اور زمین اپنی پشت پر بسنے والوں کو امن وسکون، راحت اور آرام اور چین اور اطمینان دینے کے لیے اس کے احکامات کے نفاذ کی منتظر تھی۔

اس لیے میرے بھائیو! بڑے اطمینان اور اعتماد کے ساتھ بآوازِ بلند آپ اذانیں دیں۔ تاکہ اللہ کے نام کی ضربیں ان کے دلوں پر لگیں۔ اور ان کے سوئے ہوئے ضمیر کو جھنجھوڑیں۔ اذان کا ایک ایک کلمہ ان کے قلوب پر نشتر کا کام کردے گا۔ اور ان کے زنگ کو اتارے گا۔

یہ لوگ آپ کی عبادت کو دیکھیں، نمازیں دیکھیں، آپ کے حسن معاشرت، حسن معاملات سے متأثر ہوں۔ ان کا کوئی پارک ہو یا پکنک پوائنٹ، ساحل سمندر یا تعلیمی ادارہ آپ کی اذان اور تلاوت قرآن مجید ان کے کانوں میں رس گھول رہے ہوں۔

ایسے بہت سے واقعات میرے مطالعے میں گزرے ہیں کہ جن میں بے شمار غیر مسلموں کا ان چیزوں کو دیکھ کر ایمان لانے کا ذکر موجود ہے۔

آپ کی اذان، تلاوت اور نماز وغیرہ کا آپ کو خواہ احساس نہ بھی ہو، مگر ان ممالک کے غیر مسلم باشندوں کو ضرور اثر کرتی ہیں۔ کیونکہ ان کے قلوب کی زمین انتہائی پیاسی ہے۔ جو اپنے اندر جذب کرنے کے لیے ایک ایک قطرۂ بارش کو ترس رہی ہے۔

دیکھیے! ایسے روشن کمرے میں اگر کوئی بلب روشن کردیا جائے جہاں بہت سے بلب روشن ہوں تو اس کا احساس نہیں ہوتا۔ لیکن تاریک کمرے میں ہلکا سا دیا بھی جلا دیا جائے تو وہ کمرے کو روشن کردیتا ہے۔ اور اس کا ہر ایک کو احساس ہو جاتا ہے۔

مسلمان اور غیر مسلم کے دلوں کی تقریباً ایسی ہی مثال ہے اور جہاں تک دوسری بات کا تعلق ہے کہ ایمان کی صدا لگانے والے کا دل پاکیزہ اور اس کی زبان مؤثر ہو، تو اس چیز میں کمال اور اعلیٰ ترین معیار حاصل کرنے کا بہترین موقع مغرب سے بڑھ کر شاید ہی کہیں ہو۔ اس فحاشی اور عریانی بے دینی اور الحاد کی اس فضا میں صرف اور صرف اپنے کو بچا کر ایمان کا وہ معیار حاصل کر سکتے ہیں، جس میں ایمان کی لذت اور مٹھاس خود صاحب ایمان کو محسوس ہونے لگتی ہے۔

اس موضوع کی تفصیل کے لیے فضائل ایمان کے باب حفاظت ایمان کے طریقوں میں حلاوت ایمان کے حصول کی فصل کا مطالعہ فرمالیجیے۔

ذکر اللہ کی کثرت اور نوافل و مستحبات میں اشتغال ہی ایمان کا اصل معیار نہیں ہے، رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

اتق المحارم تکن اعبد الناس

''اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچ جاؤ، تو لوگوں میں سب سے بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے۔''

ان ممالک میں بسنے والے مسلمانوں کو خوش خبری اور بشارت ہو! کہ آپ منکرات اور فواحش کے سیلاب میں اپنے نفس کی مخالفت کے ذریعے عبادت کا اعلیٰ ترین معیار حاصل کر سکتے ہیں۔ اور ولایت کا اونچا مرتبہ حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میں تو کہتا ہوں کہ جو آدمی امریکہ میں رہتے ہوئے ایمان سلامت لے جائے گا۔ اور حشر کے دن ایمان کے ساتھ اٹھے گا۔ شاید اس کا اجر اس سے بڑا ہو جو عرب کی سرزمین سے اٹھے گا۔ کیونکہ اس نے شمع ایمان کی حفاظت آندھیوں کے طوفان میں کی۔''

مولانا روم نے یہی ارشاد فرمایا:

شہوت دنیا مثال گل خن است
کہ ازد حمام تقویٰ روشن است
''دنیا کی خواہشات اور شہوت کی مثال تو سوکھی لکڑیوں کی
طرح ہے کہ ان کو جلا کر آپ اپنے تقویٰ کے حمام کو خوب
روشن کر سکتے ہیں۔''

جہاں تک تیسری چیز کا تعلق ہے کہ پاکیزہ اور فطری تعلیمات کو مؤثر زبان اور باکردار مسلمان سے سننے کے لیے ایسے کان ہوں جو بہرے نہ ہوں، ایسے قلوب ہوں جو اندھے نہ ہوں، تو خوب یادر کھیے!

مادیت اور مشینوں کے دھوؤں میں تاریک یہ مغربی فضا اس وقت کسی روشنی کی انتظار میں ہے۔

جی ہاں! ان میں یہ احساس پیدا ہو رہا ہے کہ کوئی چیز ایسی ہے، جس کی تلاش میں ان کا اندر اور باطن بے قرار ہے، وہ دنیا طلبی اور خواہشات پرستی اور مادیت کی آخری سرحد کو چھو کر واپس لوٹ رہے ہیں، ان کو کہیں سکون و اطمینان حاصل نہیں ہوا۔ وہ اطمینان اور چین کے حصول کے لیے ظاہری ٹیپ ٹاپ، پکنک پارکوں اور نائٹ کلبوں کا سہارا لیتے ہیں، یا پھر وہ خودکشی کے راستے اپنی بے اطمینانی کا مستقل علاج کرنا چاہتے ہیں۔

مغرب میں اشاعتِ اسلام میں رکاوٹ ہم مسلمان بھی ہیں!:

یہ لوگ واپس لوٹ کر اسلام کی سرحد پر کھڑے ہیں، اسلامی تعلیمات کے حسن سے متأثر ہو کر اس میں داخل ہونا چاہتے ہیں، مگر افسوس صد افسوس! وہ اندر اس وجہ سے داخل نہیں ہو رہے ہیں کہ العیاذ باللہ!

اور اسلام بعض اوقات پورے پورے ملکوں سے خارج کر دیا گیا ہے۔ اس کی میں صرف ایک مثال دوں گا۔ وہ مثال اسپین کی ہے۔ اسپین سے اسلام کو نکالنے والی

سب سے بڑی طاقت نفسانیت اور باہمی خانہ جنگی تھی۔

میں اسے تسلیم نہیں کرتا کہ تنہا عیسائی طاقت نے اندلس سے اسلام اور مسلمانوں کو نکالا اور ان کا چراغ گل کر دیا، اس میں بہت کچھ دخل تھا شمالی عربوں، حجازیوں اور یمنی عربوں کی باہمی آویزش اور داخلی نزاعات جو عرصہ سے چل رہے تھے، یمنی اور حجازی، ربیعہ اور مضر کی باہمی جنگ سے یہ نوبت آئی یہ اسلام اسپین سے آخر طور پر نکال دیا گیا اور یہ ملک اقبال کے الفاظ میں اذان سے محروم ہو گیا ؎

دیدۂ انجم میں ہے تیری زمین و آسماں
آہ کہ صدیوں سے ہے تیری فضا بے اذاں

پہلی داستان اکثر اسلامی ملکوں کی ہے، برصغیر ہند میں مغلوں کا شیرازہ بکھیرنے والی، مسلمانوں کو اقتدار سے محروم کر دینے والی اور ان کی طاقت کا چراغ گل کر دینے والی چیز یہی نفسانیت تھی۔

اسلام کے فروغ کو مقصد بنائیے:

نفسانیت کا مرض محض نصیحتوں سے، مقالات سے، سیمینار سے اور علمی بحث مباحثہ سے دور نہیں ہو سکتا، کوئی بھی چیز ہمیشہ اپنے سے راند طاقتور چیز سے مغلوب ہوا کرتی ہے۔ آگ کو اگر بجھانا ہے تو پانی ڈالیے، اگر کسی چیز کو گرم کرنا ہے تو آگ جلائیے۔ باتوں سے نفسانیت دور نہیں ہوگی۔ اور ہمارے درمیان اتحاد، باہمی ربط و محبت نہیں ہوگا۔ جب اسلام کے فروغ پر ذاتی فروغ، قبائلی فروغ اور جماعتی فروغ کو ترجیح دی جائے گی، تو وہی ہولناک نتائج نکلیں گے جس کا تجربہ ہندوستانی مسلمان کر چکے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دامن گیر ہوں گے۔ میں نے یورپ میں بار بار یہ بات کہی ہے کہ دوستو! تمہارے سامنے بہت بڑا امتحان ہے، قیامت کے دن تمہارا دامن ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ

پوچھیں گے اور خدا تم سے یہ محاسبہ کرے گا کہ: ''ہم نے ایک بہت بڑا میدان دیا تھا، جہاں تم احیاءِ اسلام اور اسلامی دعوت کا جھنڈا بلند کر سکتے تھے، اور دنیا کے فاتحوں کو اپنا مفتوح بنا سکتے تھے۔ لیکن تم آپس میں لڑ مرے، تم باہمی نزاعات، میز و کرسی کی جنگ اور اقتدار و عہدوں کی سرکشی میں مبتلا ہوئے۔'' تو بتائیے اس روز ہم کیا جواب دے سکیں گے۔

ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے:

ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (آل عمران)

''اور تم ہمت مت ہارو اور رنج مت کرو، غالب تم ہی رہو گے اگر تم پورے مومن رہے۔''

ناچیز راقم الحروف کی رائے میں اگر مغرب کے ان کمزور پہلوؤں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم اس کے مقابلے میں اسلام کی وہ عظیم تعلیمات خود اپنے اسلامی معاشرے میں اپنائیں گے تو یہ عملِ تبلیغ اس ڈسے ہوئے مظلوم لوگوں کو حلقۂ اسلام میں داخل کرنے کی بہت بڑی عملی اور موئثر دعوت ہوگی، مثلاً:

جوانی کی سرحدوں کو چھونے والے لڑکے اور لڑکیاں اس معاشرے میں جیسے شتر بے مہار کی طرح آزاد ہو جاتے ہیں، جنہیں قانون کی مکمل سرپرستی اور تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ یہ احسان فراموش نوجوان اپنے والدین کو اس طرح خیر باد کہہ دیتے ہیں کہ مہینوں، سالوں ان کی خبر نہیں لیتے۔ ان کے والدین خاص طور پر شفقت و محبت سے لبریز والدہ جس نے اپنے اس بیٹے کو تعلیم و تربیت، اس کے لیے پالنے پوسنے میں ذرا بھی کسر روا نہیں رکھی۔ وہ اپنے محبوب بیٹے کے چہرے پر ایک نظر ڈالنے کے لیے ترستی رہتی ہیں۔ بعض بوڑھی مائیں جو خدمت کی محتاج ہوتی ہیں (خواہ ان کی بیماری اور کمزوری کے دور کو کاٹنے کے لیے حکومت نے لاکھ سہولتیں دے رکھی ہوں، مگر جو راحت بیٹے یا بیٹی کی ادنیٰ خدمت اور محبت سے پہنچ سکتی ہے وہ دنیا کی کسی بھی چیز میں

نہیں ہے) ایسی بوڑھی خواتین سسک سسک کر اپنی زندگی کے دن پورے کرتی ہیں۔ ادھر اس کی جوان اولاد غیروں سے پینگیں بڑھانے میں مصروف ہوتی ہے۔

اس کمزور پہلو کو لے کر اگر وہ واقعات بیان کر دیئے جائیں جو اس ناچیز کے علم میں ہیں تو بات طویل ہوسکتی ہے۔ ایسے عبرت ناک واقعات آپ حضرات مجھ سے زیادہ جانتے ہونگے۔

میرے عزیز بھائیو! مشینوں اور کارخانوں کے دھوؤں میں تاریک، خواہشات نفسانی کے طوفان میں اس معاشرے میں کتے اور جانوروں کو وہ حقوق حاصل ہیں۔ غیر کی وہ لڑکی جس سے لڑکا شادی کر لیتا ہے، کے لیے وہ قوانین ہیں جو برسوں مشقت برداشت کرنے والی، محبت کی نظروں کو ترسی ہوئی ماں اور باپ کے لیے نہیں ہیں۔

ایسے وقت میں مسلم معاشرہ اور سوسائٹی کی ذمہ داری ہے کہ وہ والدین اور اولاد کے درمیان بے مثل شفقت و پیار، عظمت و محبت، اور ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کے نمونے دکھائیں۔ خود لوگ دیکھیں کہ کس طرح ایک مسلم نوجوان اپنے بوڑھے والدین کو سر آنکھوں پر اٹھائے لیے پھر رہا ہے۔ ان کے تلوے چاٹ رہا ہے، ماں کے قدموں تلے جنت تلاش کر رہا ہے، باپ کے سائے میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا طلب گار ہے، بڑے بھائی کو اپنے باپ کی جگہ سمجھ رہا ہے، محبت و عظمت سے بھرپور یہ معاشرہ ایک بہت بڑی عملی دعوت ہوگی اور لوگوں کے اسلام کی طرف کھنچے چلے آنے کا سبب۔

لیکن اولاد سے یہ کب اور کیسے ممکن ہوگا؟ جب بچپن میں ان کی اسلامی نہج پر تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا گیا ہو، بچپن ہی سے وہ اسلامی تعلیمات کے گرویدہ ہونگے اور مغربی تعلیمات اور معاشرے سے متنفر۔

اہلِ مغرب کی یہ خرابیاں ہیں:

محترم بھائیو! اہلِ مغرب نے صنفِ نازک عورت کو ''آزادی'' کا دلفریب

جھانسہ دے کر، اپنی خواہشاتِ نفسانی کی آگ بجھانے کے لیے اس گھٹیا طریقے سے استعمال کیا کہ اس کی حیثیت اس معاشرے میں ردی کے کاغذ اور ٹشو پیپر سے زیادہ نہ رہی، جب اس سے اپنا مطلب پورا کرلیا اس کو چھوڑ کر ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا۔ یہ کمزور اور قابلِ رحم خواتین جب ذرا جوانی کی حدود کو چھونے لگتی ہیں تو ہوس ناک درندے ان پر اپنی نظروں کے پنجے گاڑ دیتے ہیں۔ اور کبھی شادی کی رسم رچا کر اس سے استفادہ کرتے ہیں، اس سے نوکرانیوں کی طرح کام لیتے ہیں، دن بھر دفتروں، دکانوں اور ملازمت کی جگہ پُر اس کو تھکاتے ہیں، جانوروں کی طرح کام کرتی ہوئی خاتون کے بالوں پر جب سفیدی غالب آنے لگتی ہے، اس کے جوڑ جوڑ خدمت سے معذور ہونے لگتے ہیں، اور وہ خود خدمت کی محتاج ہوتی ہے، تو اسے بوڑھے گھروں میں جمع کرا دیا جاتا ہے۔ یہ خاتون، یہ ماں جو جوان اولاد کے ایک ایک منٹ کی نظر محبت اور نظر الفت کو ترستی رہتی ہے۔ مگر اولاد بھی انہیں والدین کے نقش قدم پر چل کر اپنے عنوان شباب میں روشنی اور محبت کی پینگیں بڑھا رہے ہوتے ہیں۔

میرے بھائیو! آپ اپنی خواتین اسلام کو شرعی پردے کا پابند بنائیے اور اپنے ہم وطنوں کو بانگ دہل بتلا دیجیے کہ یہ خواتین اسلام اس قدر بے وقعت اور ذلیل نہیں ہیں کہ یہ ہوس ناک ان کی طرف نظریں جمائیں۔ بلکہ یہ ہیرے جواہرات موتی اور زیور کی طرح اسلام کا قیمتی سرمایہ ہے، جسے جس قدر چوراچکوں اور بدمعاش لوگوں کی نظروں سے پردے کے ذریعے چھپانا ممکن ہو دریغ نہیں کیا جائے گا۔

یہ ردی کاغذ اور ٹشو پیپر نہیں جس کا استعمال ہر ایک کے لیے جائز ہو۔ آپ خواتین کی عزت و وقعت کے ذریعے ان کو بتلا دیجیے کہ یہ پردہ قید اور جیل نہیں ہے، بلکہ ان کی عظمت و حفاظت کا غلاف ہے۔ ان پر اپنے عمل سے واضح کر دیجیے کہ ہمارے ہاں بچی کی پیدائش رحمت خداوندی ہے۔ اور جوانی میں یہ لڑکی گوہر نایاب کی طرح حفاظت کے پردوں میں ہے۔ شادی کے بعد یہ گھر کی ملکہ ہے۔ بڑھاپے میں یہ خاتون ایسی ماں ہوتی ہے، جس کے پاؤں تلے جنت تلاش کی جاتی ہے۔ مغربی

خواتین کو صاف صاف پیغام دیجیے کہ آیئے اسلام کی طرف! یہی وہ واحد مذہب ہے جہاں آپ کی انتہائی قدر و منزلت ہے۔

یہ ناچیز اپنے رب کے فضل و کرم پر مکمل بھروسہ، اعتماد اور یقین کرتے ہوئے صاف صاف کہتا ہے کہ ہماری ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کا پردہ اور ان کی تعظیم و تکریم، سلیم الفطرت مغربی خواتین کو اسلام کی طرف کھینچ لانے کا بہترین سبب اور بہت تیز عملی دعوت ہے۔

اے کاش!! میری یہ بات آپ کے کانوں کی سماعت اور ذہنوں کے حافظوں تک محدود نہ رہے، بلکہ یہ دل میں بیٹھ جائے۔ کچھ عرصہ عمل کے ذریعے اس کے منافع اور فوائد اپنی سر آنکھوں سے دیکھیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

اپنے دل کی بیٹری چارج کرتے رہیں:

میں آپ حضرات کی خدمت میں بڑی دلسوزی اور ہمدردی سے گذارش کروں گا کہ آپ اس پُر آشوب ماحول میں اپنی اصلاح، اپنے نفس، اپنے اعمال کے محاسبے سے کبھی غافل نہ ہوں، موت اور آخرت کی وہ گھڑی جس سے کسی فردِ بشر کو فرار نہیں ہے، ہر وقت پیش نظر رہے۔ یہ ناچیز بڑے وثوق اور اطمینان سے کہتا ہے کہ اللہ کی قسم موت کی یاد سے بہتر اصلاح کا کوئی نسخہ نہیں ہے ہماری ساری خرابیوں، گناہوں اور بیماریوں کی جڑ نفسانی خواہشات اور لذات کا اتباع اور پیروی ہے اور ہمارے پیغمبر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنے قول و فعل میں تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ سچے ہیں ارشاد فرماتے ہیں:

اکثروا ذکر ھازم اللذات الموت

''تم لذتوں کو توڑنے والی چیز موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔''

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ جن کی پرسوز دعوت سے اللہ تعالیٰ نے عرب و عجم اور مشرق و مغرب میں سوئی ہوئی انسانیت کو جگایا اور مردہ قلوب کو

جلا بخشی بڑے تجربے کی بات ارشاد فرماتے ہیں:

اس کے لیے میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ آپ سال دو سال کے بعد اپنے اپنے ملک کچھ عرصے کے لیے ضرور جایا کریں، وہاں سے رابطہ قائم رکھیں، ہندوستان، پاکستان اور حرمین شریفین ہوں تو اور زیادہ بہتر ہے۔ اور وہاں رہ کر اچھے حقانی، ربانی لوگوں کی خدمت میں حاضر ہوں، جو بے غرض ہیں، جن کے پاس بیٹھ کر خدا یاد آتا ہو، ان سے ملاقات کریں یا کسی دینی ماحول میں تھوڑا وقت گزاریں، اگر یہیں رہیں گے تو تعلق باللہ اور ایمانی کیفیات کا سرمایہ خرچ ہوتا جائے گا، جیسے کہ بیٹری برابر استعمال میں رہے تو اس کا مسالہ ختم ہوتا جائے گا، اس کو نئے سیلز کی ضرورت ہوگی، اسی طرح اپنے دلوں کی بیٹری کو بھی نئے سیل دیتے رہیں، اور تھوڑے تھوڑے وقفے دو برس کے بعد، چار برس کے بعد سہی، مگر آپ وطن چلے جائیں، ہم نے دیکھا ہے کہ جو لوگ اپنے ملک سے تعلق رکھتے ہیں، ان میں کچھ اور بات ہوتی ہے۔ اور وہاں سے جو لوگ منقطع ہو گئے ان میں وہ بات نہیں رہی، انہیں معلوم نہیں کہ دین کا کیا معیار ہے، کیا کیفیات ہیں، محض خانہ پوری ہوتی ہے، نماز کی جگہ نماز، روزے کی جگہ روزہ کوئی چیز کم نہیں، یہاں بھی کرتے ہیں، مگر ان کو یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ اس میں کتنا خول پیدا ہو گیا ہے، اس کے اندر کتنا بھراؤ ہے، اور اللہ کے مقبول بندوں کا کیا حال ہے، کیسی ان کی نمازیں ہوتی ہیں، کیسی ان کی عبادتیں ہوتی ہیں کیا ان کا ذوق ہے۔ دینی ماحول کو پاور

ہاؤس سمجھنا چاہیے۔ ہندوستان، پاکستان میں اب بھی خدا کے فضل سے دینی ماحول ہے، اور وہاں ایسے لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے سے دل کا زنگ چھوٹتا ہے۔ یہ بات میں تجربے کی بتارہا ہوں، حجاز میں بھی اس کا تجربہ ہوا ہے، جہاں میں برابر جاتا رہتا ہوں۔ وہاں میں نے دیکھا کہ جن خاندانوں نے ہندوستان سے تعلق رکھا، وہ ان خاندانوں سے بہتر ہیں، جنہوں نے حجازی تمدن اختیار کرلیا اور بالکل ہندوستان سے کٹ گئے۔ ظاہر ہے کہ حرمین شریفین تو اصل مرکز ہیں اسلام کے، لیکن وہاں بھی مغربی تہذیب کے اثرات پہنچ رہے ہیں اور دولت کی ریل پیل ہے، وہاں جا کر یہ اطمینان پیدا ہوجاتا ہے کہ ہمارا کیا کہنا کہ ہم تو اہلِ حرم ہیں، کعبہ کی دیوار کے سایہ میں ہیں، تو جو لوگ ہندوستان سے تعلق رکھتے ہیں، وہاں آتے جاتے رہتے ہیں، اردو سے تعلق رکھتے ہیں، جس میں دینی کتابیں اور دعوتی رسالے نکلتے ہیں، ہندوستان، پاکستان سے علمائے حق آتے ہیں، تو وہ اپنے ہاں ٹھراتے ہیں، ان سے مسائل پوچھتے ہیں، ان کی دینی حالت بہتر ہے، وہ حرم شریف زیادہ جاتے ہیں، عمرہ زیادہ کرتے ہیں، ان میں مدینہ طیبہ کی حاضری کا زیادہ شوق اور وہاں کا ادب زیادہ پایا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) کی ذات گرامی سے عاشقانہ تعلق ان میں ہوتا ہے۔"

(نئی دنیا میں صاف صاف باتیں، صفحہ ۱۳۲-۱۳۱)

خود آپ کے ملک میں جو اہلِ اللہ اور علمائے کرام وقتاً فوقتاً ہندوستان و پاکستان

سے تشریف لاتے رہتے ہیں، جن کی صحبت میں بیٹھ کر دنیا سے جی کھٹا ہوتا ہے اور آخرت کی فکر پیدا ہوتی ہے، ان کے مواعظ وتقاریر اور مجالس وصحبت کو غنیمت سمجھئے۔ جب وہ حضرات محبت وشفقت فرماتے ہوئے ہزاروں میل کا سفر طے کرکے آپ کے ہاں تشریف لاتے ہیں تو آپ ان کی اس شفقت سے بھرپور فائدہ اٹھائیں، خواہ اس کے لیے آپ کو اپنے وطن میں سینکڑوں میل سفر طے کرنا پڑے۔

دینی رابطہ اور تعلق میں سب سے آسان اور انتہائی مفید صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ آپ اپنے وطن اور شہر میں رہتے ہوئے جماعت تبلیغ سے تعلق رکھیں۔

تبلیغی جماعت مخلص داعیوں کی وہ جماعت ہے جو برصغیر کی عظیم شخصیت حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سوزِ قلب اور اخلاص وللّٰہیت اور اصلاح امت کی فکر کے نتیجہ میں شروع ہوکر آگے مشرق ومغرب میں پھیل چکی ہے، جس کے فیض سے آبادی محروم رہی نہ جنگل، خشکی محروم رہی نہ تری۔ اس ناچیز کے علم میں خیر القرون کے بعد اتنی وسیع تحریک اس امت کی تاریخ میں آج تک پیدا نہیں ہوئی۔ یہ درحقیقت مروجہ کوئی تنظیم اور فرقہ نہیں ہے، بلکہ بانیٔ تبلیغ مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ایمان کی تحریک ہے۔

اس جماعت سے تعلق اور وابستگی وہ سہارا ہے جو ان شاء اللہ کفر والحاد کے اس تاریک ماحول میں شمع ہدایت ثابت ہوگا۔



بچوں اور نوجوانوں کے لیے انمول تحفہ

مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے ایمان افروز واقعات

ایسے سبق آموز اور حیرت انگیز واقعات کا سلیس مجموعہ جن کے مطالعہ سے

★ نوجوانوں اور بچوں میں اخلاق کی اصلاح کا جذبہ پیدا ہو جائے ★ اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت حاصل کرنے کا پاکیزہ شوق اُبھرے ★ پُرفتن دور میں ایمان کی حفاظت کے گُر حاصل ہو جائیں

از فیضانِ معرفت

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم العالیہ

جمع، ترتیب و تسہیل

مفتی محمد نعیم سدید

اُستاذ دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی

خلیفہ مجاز بیعت

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

مکتبۃ النور کراچی

0333-2375446

جدید طرزِ بیان اور عملی مشقوں کے ساتھ

احکامِ اسلام کا خوبصورت مجموعہ

تفہیم الفقہ

مؤلف

مفتی محمد نعیم میمن

استاذ دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی

خطیب مسجد توحید ڈیفنس آفیسرز ہاؤسنگ سوسائٹی ملیر کینٹ کراچی

ناشر



مکتبۃ النور کراچی

قرآنی علوم کے طالبین کے جدید انداز میں انتہائی مفید کورس

مُعلّم القرآن

★ تیس اسباق پر مشتمل عربی گرامر (صرف و نحو) کا آسان ماہانہ کورس
★ تمام عربی قواعد کی قرآنی مثالیں اور انتہائی سہل اور دلچسپ عملی مشقیں
★ نظریاتی اور فکری گمراہیوں سے بچنے کا حل قرآن و سنت کی روشنی میں
★ قرآن کریم کے اساتذہ و معلمین اور مساجد کے ائمہ و خطباء کے لیے گرانقدر تحفہ

مرتب

مفتی محمد نعیم

استاذ دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی

خلیفہ مجاز بیعت

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم العالیہ



مکتبۃ النور کراچی

قرآن کریم کے طالب علموں کے لیے عظیم تحفہ

لغات القرآن

Quraanic Dictionary

- ★ قرآنی الفاظ اور ان کے معانی کا نادر انسائیکلوپیڈیا
- ★ قرآن کریم کے اسماء اور مصادر کی حروف تہجی کی ترتیب پر فہرست اور ان کے معانی
- ★ قرآن کریم میں آنے والے ہر اسم کی مجموعی تعداد
- ★ قرآن کریم میں استعمال ہونے والے کل مصادر اور ان سے وجود میں آنے والے قرآنی صیغے
- ★ ہر ہر اسم اور مصدر کی ایک ایک مثال

تالیف

مفتی محمد نعیم

خلیفۂ مجاز بیعت

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم العالیہ

ناشر

مکتبۃ النور کراچی